گفتگو 8

واصف علی واصف

www.bookmaza.com

واصف علی واصفؔ

گفتگو-۸

کاشف پبلی کیشنز
۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن ٥ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... گفتگو ـ ۸

مصنف .... واصف علی واصف

سال اشاعت ۲۰۰۱ء

بار .... اول

قیمت .... [redacted] روپے

کاشف پبلی کیشنز ○ ۱۳۰۱ اے ۔ جوہر ٹاؤن ○ لاہور

دل کی گہرائیوں سے جب نکلے
پھیلتی جائے بات کی خوشبو

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

جب قبلہ واصف صاحبؒ سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو جواب ان پر اترنا شروع ہو جاتا تھا اور پھر جوں ہی وہ گویا ہوتے تو گوہرِ سخن کے دریچے کھلنے شروع ہو جاتے۔ وہ ایک بے خودی اور روانی کے عالم میں بولتے چلے جاتے جس کا اثر محفل میں موجود اصحاب پر ایسا ہوتا تھا کہ وہ قلبی کشادگی بھی محسوس کرتے تھے اور ان کے ہر طرح کے مسئلے کا حل بھی انہیں مل جاتا تھا۔ ہر سوال اپنا جواب پاتا تو سوال کرنے والے کے دل میں پیدا ہونے والی طمانیت اس کے چہرے کی چمک اور بشاشت سے واضح ہو جاتی۔ مرجھائے اور اداس چہروں کو گلاب چہرے بنانا واصف صاحبؒ کا مخصوص وصف اور فن تھا۔ وہ اپنے حکمت اور تاثیر سے بھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے نادر جملوں سے لوگوں کی الجھن سلجھا دیتے تھے اور ان کے باطن میں پڑی ہوئی گانٹھ کو کھول کر انہیں سکون و اطمینان کی ایک نئی دنیا سے روشناس کراتے تھے۔ یہ بڑا دلچسپ اور حیران کن امر ہے کہ آج بھی لوگوں کے ذہنوں میں اس طرح کے سوال موجود ہیں جنہیں "گفتگو" کے اس سلسلے سے جواب مل رہے ہیں۔

ان سے پوچھے گئے سوال اور ان کے جواب کتابی شکل میں پیش کرنے کا یہ سلسلہ جاری ہے اور اب زیرِ نظر والیوم اس سلسلے کی آٹھویں کڑی ہے۔ اس سے پہلے کی سات جلدوں کو وہی پذیرائی ملی ہے جو واصف صاحبؒ کی تحریروں کے شایانِ شان ہے۔ قارئین سے امید ہے کہ وہ اپنی تجاویز اور تاثرات سے ادارے کو حسبِ سابق ضرور مطلع رکھیں گے۔

گفتگو کیا ہے؟ ...

یہ جو میں آپ سے گفتگو کرتا ہوں یہ ساری کی ساری گفتگو میں ایک خاص ضرورت اور ایک خاص انداز سے کرتا ہوں۔ میں آپ سے یہ بات کر رہا ہوں کہ جن لوگوں نے مجھے یہ گفتگو سنائی میں آپ سے ویسی ہی بات کرتا ہوں۔ ان بزرگوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ ساٹھ سال کے وظیفے، ریاضت اور عبادت کے بعد انہیں یہ بات پتہ چلی اور انہوں نے پھر یہ بات بتا دی۔ اور کسی نے یہ بتایا کہ اس بات کے لیے اس کی آدھی زندگی بیت گئی، تب جا کر اسے یہ بات معلوم ہوئی۔ ان تمام وظیفوں، ان تمام محنتوں، ان تمام کاروائیوں اور اس کوچے کے اندر رسوائی اور گدائی کے بعد جو کچھ حاصل ہوتا ہے تو وہ بات میں آپ کو چند پل میں بتا دیتا ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ وظیفے سے نتیجے کے طور پر جو حاصل ہوتا ہے میں آپ کو وہ بات بتاتا ہوں۔ اگر آپ اس طریقے کو چھوڑنا چاہیں اور یہ کہیں کہ آپ کو وظیفہ بتا دوں تو آپ کو بہت دقت پیدا ہو جائے گی اور ہماری ساری محفل دقت زدہ ہو جائے گی۔ اگر ہم لگاتار اس محفل میں سارے مل کر دو اڑھائی سال ذکر کریں تو اس کے بعد جو نتیجہ نکلے گا وہ میں آپ کو اب بتا دیتا ہوں، تو میں آپ کو یہ بتا دیا کرتا ہوں کہ اگر آپ مشقّت کرو گے تو بھی وہی حاصل ہو گا۔

واصف صاحب کی ایک محفل سے اقتباس

فہرست

ا

١	اگر ایک انسان مرشد پاک کی صحبت میں رہتا ہے اور اس کے اعمال نہیں بدلتے تو اس کی کیا وجہ ہے؟	١٩
٢	رزق کی وجہ سے جو ہم دنیاداری میں پھنسے رہتے ہیں اس سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے؟	٣٠
٣	کیا سرکاری سکیم یا تاج کمپنی میں پیسہ لگانا چاہیے؟	٣٧
۴	تکلیف میں شکر کا کیا مقام ہے؟	۴٢
۵	حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں اپنی شکایت اللہ کے ہاں پیش کرتا ہوں تو کیا یہ گلہ ہے؟	۴٨
٦	کیا یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی دعا نامقبول نہیں ہوتی؟	۵٢

۲

۱ اللہ کے اسماء کی کیا اہمیت ہے اور ان کو پکارنے کے
کیا آداب ہیں؟ ۵۹
۲ اللہ کو کس طرح اور کس نام سے پکارنا چاہیے؟ ۶۸
۳ آپ نے فرمایا ہے کہ اسم کسی سے پوچھ کر پڑھا کریں۔
لیکن آج کل تو کامل پیر کا ملنا بہت مشکل ہے! ۶۹
۴ اسم "علی" کے بارے میں کچھ فرمائیں! ۷۰
۵ مجھے غصہ بہت آتا ہے' ایسی صورت میں کیا کروں؟ ۷۶
۶ جس طرح بزرگ پر اللہ کا کرم ہوتا ہے
کیا ہم پر بھی رحم ہو سکتا ہے؟ ۸۱
۷ آپ کی باتیں آسان لگتی ہیں مگر جب عمل کرنا چاہتے ہیں
تو بڑی مشکل ہوتی ہے؟ ۸۵

۳

۱ ایک تو دین اور دنیا کی سمجھ نہیں آتی تو ایسے میں
ہم اللہ کے قریب ہونے کے لئے کیا کریں؟ ۹۳
۲ تمام بزرگانِ دین اور آپ بھی نگاہ کی پاکیزگی کی بات کرتے
ہیں تو اس کو حاصل کرنے کا راستہ بتائیں۔ ۱۰۸
۳ جب تک دماغ نہ ہو تو پھر دل بالکل ہی بے معنی چیز ہے۔ تو
پھر دل کیسے قوی ہو؟ ۱۱۲

۴ مذہب کے ہوتے ہوئے فلاسفی ناممکن ہو جاتی ہے۔
ایسے میں ہم کیا کریں؟ ۱۲۰

۵ وہ کون سی تکلیفیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں؟ ۱۲۳

۶ اگر انسان راضی ہو جائے تو پھر تو دنیا کی ساری
پرابلم ہی ختم ہو گئی۔ ۱۲۶

۷ کسی چیز کے کھونے کو ہم غم کا نام دیتے ہیں اور پانے
کو خوشی کا نام دیتے ہیں۔ ۱۲۷

۸ بندہ صحیح انسان کیسے بن سکتا ہے؟ ۱۲۷

۹ انسان کی زندگی ابتدا سے انتہا تک اللہ نے بنادی ہے تو
اب اس میں انسان کیا کر سکتا ہے؟ ۱۳۰

۱۰ کیا یہ بہتر نہیں کہ سب روزہ دار ہوں اور ہم دین اور دنیا
کو ساتھ لے کر چلیں؟ ۱۳۳

۱۱ فرض کریں کہ یہاں آپ کی یہ محفل ہو رہی ہے اور
ساتھ کمرے میں میوزک کا پروگرام ہے تو بندہ کیا کرے؟ ۱۳۴

۱۲ دین اور دنیا کو اکٹھے کیسے چلائیں؟ ۱۳۵

۱۳ تنہائی میں ہم اچھے ہوتے ہیں لیکن میلوں میں جا کے
گمراہ کیوں ہو جاتے ہیں؟ ۱۳۸

۴

۱ دعا کی کیا اہمیت ہے؟ فضل کا کیا مقام ہے؟ آج کا

خود غرض انسان دوسرے کا حق کیسے دے؟ ۱۴۵
۲ صدقے کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں؟ ۱۶۳
۳ مشکل کو حل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ ۱۶۶

۵

۱ کہتے ہیں کہ زندگی نیک لوگوں کے لیے نیک ہے اور
بد لوگوں کے لیئے بد ہے؟ اس بارے میں رہنمائی فرمائیں۔ ۱۷۳
۲ تعلق باللہ حاصل کرنے کا کوئی فارمولا بتائیں؟ ۱۸۹

۶

۱ بعض اوقات قرآن شریف پڑھنے میں غلطی ہو جاتی ہے
تو کیا کریں۔ ہر چیز فانی ہے اور تیرے رب کا چہرہ باقی ہے"
کا کیا مطلب ہے؟ ۲۰۵
۲ آپ جو کہتے ہیں یا جو قرآن میں ہے اس کا اثر اور ہوتا
ہے اور پھر ہمارے اندر کچھ اور رہ جاتا ہے۔ ۲۱۰
۳ یہ جو ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں اس طرح کے بزرگ
آج کل نظر کیوں نہیں آتے؟ ۲۲۲

۷

۱ کسی غیر محرم چہرے پر دوسری نگاہ جرم ہے تو آج کل

	ہم اس گناہ سے کیسے بچیں؟	۲۳۲
۲	یہ کیسے پتہ چلے گا کہ ہم اللہ کے قریب ہیں اور ہم پر اس کا رحم اور فضل ہے؟	۲۴۴
۳	کہتے ہیں کہ تھوڑی عبادت قابل قبول ہے اور زیادہ ہو تو قابل قبول نہیں ہوتی۔	۲۵۰
۴	ہم دعا مانگتے ہیں کہ کافر غرق ہو جائیں یا مسلمان ہو جائیں مگر ایسا نہیں ہوتا؟	۲۵۳

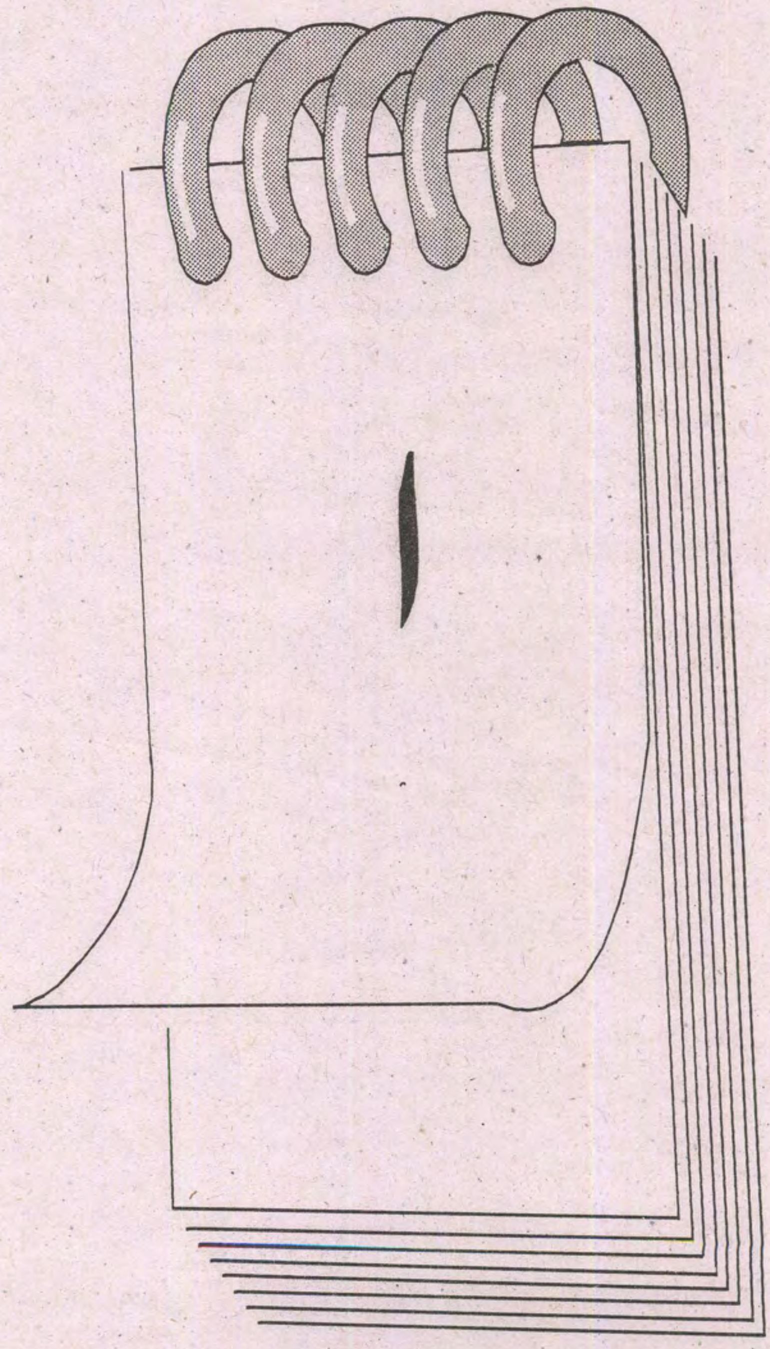
1

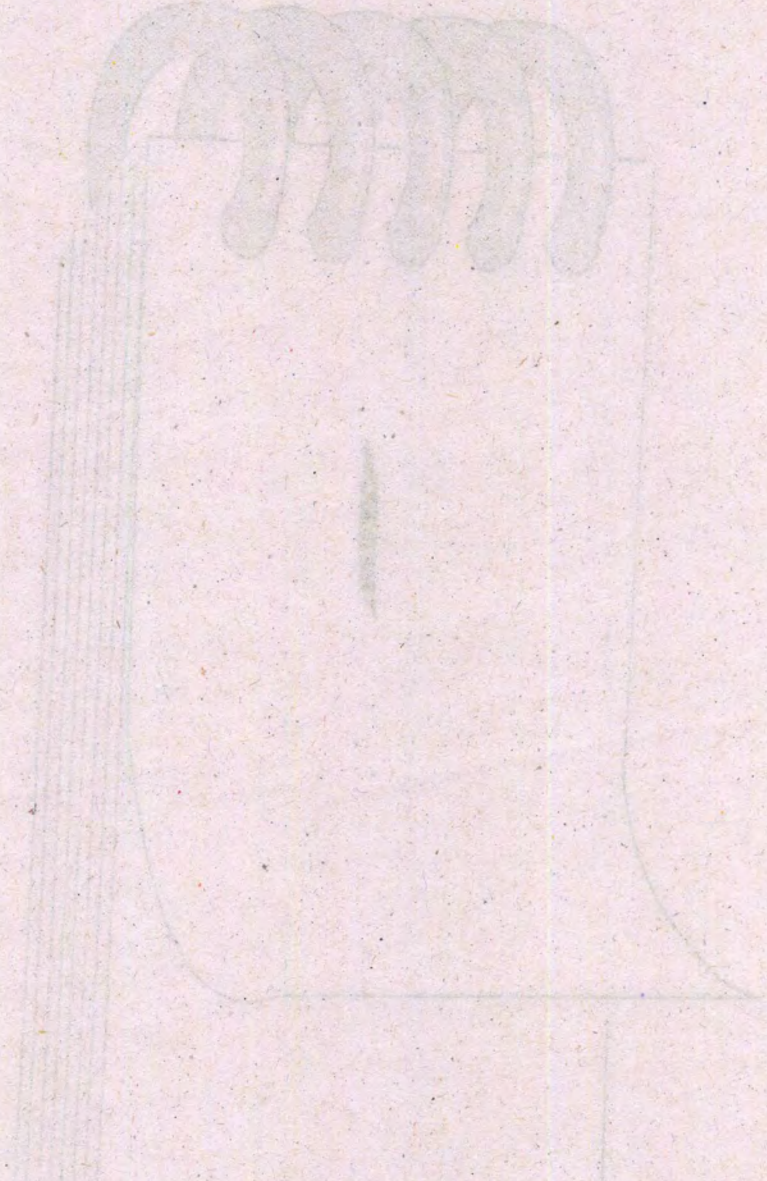
١

۱ اگر ایک انسان مرشد پاک کی صحبت میں رہتا ہے اور اس کے اعمال نہیں بدلتے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

۲ رزق کی وجہ سے جو ہم دنیا داری میں پھنسے رہتے ہیں اس سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے؟

۳ کیا سرکاری سکیم یا تاج کمپنی میں پیسہ لگانا چاہیے؟

۴ تکلیف میں شکر کا کیا مقام ہے؟

۵ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں اپنی شکایت اللہ کے ہاں پیش کرتا ہوں تو کیا یہ گلہ ہے؟

۶ کیا یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی دعا نامقبول نہیں ہوتی؟

سوال:۔

سر! بات یہ ہے کہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ مٹی گلاب کے پھول کے ساتھ رہے تو وہ بھی خوشبودار ہو جاتی ہے۔ اگر ایک انسان مرشد پاک کی صحبت میں دس پندرہ سال رہتا ہے لیکن اس کے اعمال نہیں بدلتے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب:

آپ کا سوال یہ ہے کہ اگر مرشد پاک کی موجودگی میں اعمال تبدیل نہ ہوں تو پھر اس کی وجہ کیا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے درست فرمایا ہے کہ ۔

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
و لیکن من ہماں خاکم کہ ہستم

اگر یہ مان لیا جائے کہ اچھی صحبت کا اثر ہوتا ہے یا ہونا چاہیئے یا ہم یہ سنتے آئے ہیں کہ اچھا اثر ہوتا ہے تو پھر اس کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ بری صحبت کا برا اثر ہوتا ہے۔ ایک شخص اچھے آدمی کے ساتھ دن کا ایک گھنٹہ روز گزارے اور باقی تئیس گھنٹے برے لوگوں کے

ساتھ گزارے تو پھر یہ ضروری بات ہے کہ وہ اچھا اثر کمزور ہو جائے گا اور باقی کے تاثرات زیادہ حاوی ہو جائیں گے۔ ایک تو یہ وجہ ہے کہ انسان اچھے لوگوں کے ساتھ وقت گزارتا ہے اور ساتھ ہی بُری محفلوں میں بھی چلا جاتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اچھا اثر زائل ہو جاتا ہے۔
دوسری بات یہ ہے کہ اچھا اثر یا اچھا خیال آپ مان تو لیتے ہیں لیکن حتمی طور پر قبول نہیں کرتے اور جب وہ مکمل طور پر قبول نہ ہو تو پھر انسان رشتے کے باوجود جھگڑا کرتا رہتا ہے کیونکہ اس نے قبول نہیں کیا ہے۔
اگر بیٹا باپ کو قبول نہ کرے تو بیٹا باپ سے جھگڑتا رہے گا اور اسی طرح اگر بھائی، بھائی کو قبول نہ کرے تو جھگڑا رہے گا حالانکہ رشتہ ہے لیکن وہ اگر دل سے قبول نہ کرے تو جھگڑا رہے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرو اور دل سے اس کی تصدیق کرو۔ گویا کہ اگر اس بات کی دل سے تصدیق نہ ہوئی تو پھر زبان کا اقرار کافی نہیں ہے۔
اس لیئے یہ بتایا گیا ہے کہ کسی بزرگ کی سنگت کے بعد، صحبت کے بعد، فیض کے بعد اپنی زندگی کی باقی جو سنگتیں ہیں ان کی اصلاح ہونی چاہیئے۔
تو باقی جتنے احباب کے ساتھ واسطہ ہوتا ہے اس کی سنگت درست کرنی چاہیئے اور خیال کی سنگت بھی درست کرنی چاہیئے۔ آپ خیال کی بات سن لو اور یہ پکے خیال کی بات ہے اور یہ Once for all ہے، ہمیشہ کے لیے ہے کہ اگر آپ کو یہ بتا دیا جائے کہ آپ نے اتنے وقفے کے بعد، اتنے عرصے کے بعد، پچاس ساٹھ سال کے بعد چلے جانا ہے۔ تو جتنا عرصہ ہے اصل عرصہ وہی ہے جس میں انسان کوئی کام کر سکے۔ اتنے عرصے میں ہی آپ نے کچھ کرنا ہے۔ جو کچھ بھی آپ کرنا چاہتے ہیں، آپ نے

جو کچھ حاصل کرنا ہے، آپ جو بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں، حاصل کریں لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ ایسا حاصل کرنا ہے کہ ساٹھ سال کے بعد اس کو چھوڑنے میں وقت نہ ہو کیونکہ جو آپ حاصل کر رہے ہیں یہ کسی اور کا چھوڑا ہوا ہو گا اور پھر آپ نے بھی اسے چھوڑ جانا ہے اور جو آپ کا اپنا بنایا ہوا ہے وہ بھی چھوڑ کر جانا ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک ذہن بنایا ہے اور پھر ذہن کا رسا ہو جانا بڑی بات ہے۔ پھر رسا ذہن بھی ساتھ نہیں دیتا کیونکہ ساٹھ سال کے بعد کوئی ایسا واقعہ ہونے والا ہے کہ پھر کچھ نہ ہو گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میرے پاس قلب بہت اعلیٰ ہے مگر پھر قلب بھی ساتھ نہیں دے گا۔ اگر کل کو آپ کوئی بہت بڑے انسان ہو جاؤ، ولی ہو جاؤ، درویش ہو جاؤ، پیر ہو جاؤ یا کچھ بھی ہو جاؤ تو آپ کو اتنے مقرّر شدّہ وقت کے بعد رہنے کا حکم نہیں ہے۔ اب آپ کا حاصل اس نیت سے ہونا چاہیئے یا اس نسبت سے ہونا چاہیئے کہ اتنے عرصے میں حاصل بھی ہو جائے اور حاصل سے نجات بھی ہو جائے اور اگر یہ بات آپ کا دل نہیں مانتا کہ پہلے حاصل ہو اور پھر حاصل سے نجات ہو تو پھر آپ کو کسی شیخ کا فیض مدد نہیں دے گا اور آپ کی سمجھ بھی آپ کی مدد نہیں کر سکتی۔ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام سن کر ان کی زندگی بدل جاتی ہے اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ وہ آپؐ کو دیکھ کر آپؐ سے لڑائی کرتے تھے۔ تو یہ بڑے نصیب کی بات ہوتی ہے کہ انسان کا خیال آخرت کی طرف رجوع کر جائے ورنہ انسان کا خیال اتنا نادان ہوتا ہے کہ وہ یہیں رہتا ہے۔ پھر انسان اسے موڑ لیتا ہے کہ آخرت کی طرف چل۔ دنیا دار کہتا ہے کہ مر تو رہا ہوں لیکن دو چار ہیرے ہی بنا

لوں اور جاتے جاتے رجسٹری کرا لوں۔ عزرائیل سے کہتا ہے کہ ٹھہرو میں آ رہا ہوں بس دو چار سائن کر لوں کیونکہ رجسٹری کرانی اور انتقال کرانا ہے۔ حالانکہ وہ خود انتقال کر رہا ہوتا ہے لیکن وہ زمینوں کے انتقال کی فکر میں ہوتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ ایسے انسان کا دل اس بات کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا کہ اس نے یہ سب کچھ چھوڑ کر جانا ہے' یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی صحبت اور کوئی بھی فیض اس کو کارگر ثابت نہیں ہوتا' کیونکہ اس کا دل اس زر کی ہوس سے مکمل طور پر آزاد نہیں ہوتا۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو کعبہ سے جب واپس آتے ہیں تو سنگ دل ہو کر آتے ہیں۔ جگہ کا فیض یہ ہے کہ نیک کو نیک کر دے اور جو نیک نہیں ہے اس پر جتنی مہربانی ہو سکتی ہے کر دے۔ ورنہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ برے لوگ اور زیادہ برے ہو کر آتے ہیں' یہ بات کہنے والی نہیں ہے لیکن اکثر ایسی بات ہوتی ہے کہ سنگدل لوگ حج کے بعد زیادہ سنگدل ہو کر آتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ اللہ کا گھر ہے' ہم نے دیکھ لیا ہے کہ وہاں بھی جنگ ہو رہی تھی' وہاں میری جیب کٹ گئی' اللہ کے گھر میں ہماری بے عزتی ہو گئی ہے' یہ اللہ کا گھر کیا ہے؟ یہ سب کچھ نہیں ہے' بس یہ سب ایسے ہی ہے' یہ ایک کہانی بنی ہوئی ہے' وہاں میں نے شیطانوں کو کنکریاں ماریں تو کیا شیطان ایسے ہوتے ہیں۔ تو وہ شخص یہ سب کچھ عقل کے ساتھ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ تو عقل سے دیکھنے والا آدمی بڑا پریشان ہوتا ہے کیونکہ وہ عقل کے مفہوم کو دیکھ نہیں پاتا۔ پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ یہیں کا یہیں رہ جاتا ہے۔ اس لیے کہتے یہ ہیں کہ بغیر کسی قوی دلیل کے کسی بڑے کام کا تجزیہ نہ کرنا بلکہ آپ بڑے کام کو ہاتھ ہی

نہ لگانا اس وقت تک جب تک آپ کے پاس قوی دلیل نہ ہو۔ اس لیئے وہ لوگ جنہوں نے چلتے چلتے کسی پیر صاحب کا نام سنا تو وہ کہتے ہیں کہ ہم پیر صاحب سے ملتے جاتے ہیں' ایسے ہی By the way ملتے جاتے ہیں۔ پھر ایک اور بزرگ ملا تو اس سے مل لیتے ہیں۔ تو جو ایسا پیشہ ور مرید ہوتا ہے اسے کچھ بھی نہیں ملتا۔ اصل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ نہ کسی پیر صاحب نے کام آنا ہے اور نہ کسی اور نے کام آنا ہے بلکہ آپ کے اپنے کام آپ نے خود آنا ہے۔ ایک بڑا مشہور فقرہ ہے کہ ایک انسان' ایک گھوڑے کو ایک تالاب پر لے کر جا سکتا ہے لیکن بیس آدمی اس گھوڑے کو پانی پینے پر مجبور نہیں کر سکتے' اس وقت تک جب تک اس گھوڑے کے اندر پیاس نہ ہو۔ اب پیاس جو ہے یہ کوئی پیر صاحب آپ کو نہیں دے سکتے۔ عشق کی پیاس آپ کو کوئی نہیں دے سکتا' علم کا شوق آپ کو کوئی نہیں دے سکتا' سوزِ دلِ پروانہ آپ کو کوئی نہیں دے سکتا' یہ سب خدائی بات ہے۔ اب ایک ایسے آدمی کو سمجھایا جائے کہ جسے محبّت ہے تو اسے اگر کہا جائے کہ محبّت اچھی چیز نہیں ہے اور اس سے آپ برباد ہو جاؤ گے' آپ ضائع ہو جاؤ گے تو اسے یہ بات سمجھ ہی نہیں آئے گی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اور جس کو محبّت نہیں ہوئی اور آپ اسے سمجھا دو کہ محبّت اچھی چیز ہے تو وہ کہے گا کہ آپ نادان ہیں' یہ بھی بھلا کوئی بات ہے۔ تو بات یہ ہے کہ محبت کرنے والے اور محبّت نہ کرنے والے یہ مزاج ہیں۔ جاگنے والے اور سونے والے' یہ دو مزاج ہیں۔ حاصل کرنے والے اور قربانیاں دینے والے' یہ دو مزاج ہیں۔ دنیا سے محبّت کرنے والے اور آخرت سے محبّت کرنے والے' یہ دو مزاج

ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں اکٹھے ہو جائیں۔ نار والے اور جنت والے دونوں اکٹھے کیسے ہو سکتے ہیں۔ لا یستوی اصحٰب النّار و اصحٰب الجنۃ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جو کہ اصحاب الجنت ہیں اور اصحاب النّار ہیں' ان کو میں نے اِدھر لے جانا ہے اور ان کو ادھر لے آنا ہے۔ تو یہ دونوں یہاں دنیا میں بھی الگ الگ ہوں گے۔ آپ دیکھیں کہ ایک چیز ایک شخص اکٹھی کر رہا ہے اور دوسرا وہی چیز قربان کر رہا ہے تو لازمی بات ہے کہ ان کا سفر الگ الگ ہو گا اور یہ پتہ چل جاتا ہے کہ دونوں مختلف مسافر ہیں' مختلف راستوں کے مسافر ہیں۔ عام طور پر آپ لوگ اس دنیا میں دیکھیں کہ ان دونوں مزاجوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ اس کا کام کر دیا جائے لیکن دوسرا کہتا ہے کہ چھوڑو یار۔ ایک کہتا ہے کہ قربانی کے بارے میں کیا خیال ہے کہ کی جائے' دوسرا کہتا ہے کہ ایک گھر میں ایک قربانی کافی ہے۔ پہلا کہتا ہے کہ ہم سب کمانے والے لوگ ہیں' سب کو قربانی کرنی چاہیئے' سارے ہی آزاد قسم کے لوگ ہیں' اور آپ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں پورے کا پورے حصّہ ہے اور Independent وجود ہے' لہٰذا آپ سب لوگ الگ الگ قربانی کرو۔ لیکن دوسرا کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں' اللہ نے کون سا دیکھنا ہے اور اللہ نے کون سا مائنڈ کرنا ہے' لہٰذا ایک ہی قربانی کافی ہے۔ ایسے لوگ وہاں پر اللہ تعالیٰ کو بہت Broad minded سمجھتے ہیں اور جب اللہ آپ کو کچھ تکلیف دے تو پھر کہتے ہو کہ یا ربّ العالمین کچھ انصاف کر' ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ تو یہ انسان کی عادت ہے۔ تو آپ یہ دیکھیں کہ ایثار کرنے والا قربانی کا کوئی موقع ڈھونڈتا رہے گا اور ایثار نہ

کرنے والا قربانی سے بچنے کا موقع ڈھونڈتا رہے گا کہ قربانی کی کیا ضرورت ہے۔ تو یہ دو مزاج ہیں۔ اور جب تک مزاج اللہ کی طرف راغب نہ ہو۔ تو تب تک پیر کی صحبت جو ہے وہ کام نہیں آتی۔ جتنے بھی پیروں کے پاس ذکر ہوتا ہے تو وہاں جا کر ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ مثلاً" ایک بابا جی جا رہے ہیں اور "اللہ ہو" کا ذکر ہے حالانکہ اس کے نفس کا مضمون ہی Clear نہیں ہوا ہے۔ وہ اللہ کا ذکر کرتے کرتے آپ سے روپیہ دو روپیہ مانگے گا اور بعض اوقات کوئی چیز چوری بھی اٹھا لے گا۔

. جب انسان کے

باطن کی اصلاح ہو اور وہ Clear ہو جائے، پاک ہو جائے، تو پھر کسی کی صحبت کام آتی ہے ورنہ فیض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فیض کو آپ یوں سمجھیں کہ یہ کسی سفید کاغذ پر تحریر ہے۔ تو اس میں کاغذ کا سفید ہونا شرط ہے۔ یعنی کہ آپ کا دل بے آرزو ہونا چاہیئے لیکن اگر آرزو سے بھرا ہوا ہے تو پھر آپ کو کوئی شے کام نہیں آئے گی اور اگر دل بے آرزو ہو چکا ہے تو جو کچھ آپ کا شیخ تحریر کرے گا وہ کام ہو جائے گا اور پھر اس کا فائدہ ہو گا۔ تو آپ نے یہ ٹھیک کہا ہے کہ ہم نشین نے مجھے خوشبو دار بنا دیا ہے ورنہ ہم وہی مٹی ہی تو ہیں۔ تو مٹی بھی خوشبو دار ہو جاتی ہے، آپ مٹی جیسا ہو کر دیکھو گے تو پھر خوشبو ملے گی۔ اس کے لئے پہلے مٹی ہونا پڑے گا۔ شیخ سعدیؒ نے بڑے حساب سے یہ مثال بنائی ہے کہ انسان مٹی ہے اور مٹی کا مضمون بھی الگ ہے اور جب انسان مٹی جیسا ہو جائے تو پھر پیر صاحب کی صحبت اسے خوشبو دار بنا دے گی، تو شرط مٹی ہو جانا ہے۔ بس آپ لوگ ایک کام کرو کہ یہاں کی یعنی دنیا کی

جتنی تمنائیں ہیں ان کو آپ تھوڑا سا کنٹرول کر لو۔ بس کام کرتے جاؤ لیکن تمنا نہ کرو۔ آپ کمائی بھی کرتے جاؤ لیکن آپ اس کو گنو نہیں اور اس کو جمع نہ کرو اور اس پر فخر نہ کرو۔ یہ کام تو آسان ہے اور یہ کام ہو سکتا ہے۔ آپ لوگ یہ بات یاد رکھیں کہ کچھ عرصہ کے بعد اس دنیا کو آپ نے چھوڑ جانا ہے۔ آپ کا یہ دنیاوی مرتبہ' دنیاوی حاصل سب بیکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی اور مضمون کا سوال پوچھ لینا ہے۔ تو پھر اس مضمون کی بھی تیاری ہونی چاہیئے۔ اگر یہاں پر ایک آدمی بادشاہ ہو کر مرنے کے بعد دوزخ میں جائے اور ایک موچی مرنے کے بعد سیدھا براہِ راست جنّت میں جائے تو پھر بادشاہ کے بجائے موچی ہونا بہتر ہے کیونکہ اس کی عاقبت بہتر ہے۔ تو آپ لوگ اپنے اعمال کو عاقبت کے حوالے سے دیکھا کریں کہ جو عمل آپ کر رہے ہیں اس کی عاقبت کیا ہے یعنی اس عمل کی فوری عاقبت اور اخروی عاقبت۔ تو کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے ایمان کو فوری ضرورت میں بیچ دیتے ہیں۔ اس لیۓ اس بات پر دھیان رکھنا کہ بعض اوقات فوری ضرورتیں اپنی اخروی عاقبت کے لیۓ چھوڑ دینا۔ اور آپ اپنے دین کو محفوظ کر لینا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ دین بیچ کر کہیں دنیا کے پیچھے لگ جائیں۔ تو یہ بڑی جہالت ہو گی اور کمزوری کا سودا ہو گا۔ کچھ لوگوں نے دین بیچ کر دنیا خرید لی ہے۔ اس لیۓ اس معاملے میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔ ایک دفعہ حضور پاک ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ ہم دین سے کتنی محبت کریں؟ تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ آپ لوگ دین سے اتنی محبت کرو جتنی دنیا دار دنیا سے محبّت کرتا ہے۔ دنیا دار ایسا کوئی موقع نہیں چھوڑتا جس سے

وہ اپنی دنیا کو Improve کر سکے، بڑھا سکے تو تم بھی دین کو Improve کرنے کا موقع ضائع نہ کرو۔ تو دین کا اصل مدعا یہ ہے کہ اس جہان کو عارضی سمجھنا، اس زندگی کو فانی سمجھنا، آخرت کی طرف جانا اور اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ آپ اللہ کے سامنے وہاں جا کر جواب وہ نہیں ہونا بلکہ آپ یہاں جواب دہ ہو جاؤ۔ الست بربکم ایک حقیقت ہے۔ آپ یہیں قدم قدم پر سنیں گے کہ یہاں آپ جو کام کر رہے ہیں تو وہاں آپ کو اللہ کی طرف سے آواز آئے گی کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں اور تم یہ کام کیوں کر رہے ہو، جب میں تمہارا رب ہوں تو پھر اپنے آپ کو انگاروں سے کیوں Punish کرتے رہتے ہو، کیوں سزا دیتے ہیں۔ تو رب کون ہے، اللہ کہتا ہے میں رب ہوں اور ہم تجھے پالنے والے ہیں، مجھے اگر رب مانتے ہو تو پھر میرا کہا مانو اور بچ جاؤ۔ تو یہ آواز قدم قدم پر آئے گی اور پھر آپ سیدھے راستے پر چل پڑیں گے اور سیدھا راستہ وہی ہے جس میں خطرہ کم ہو اور جس سے عاقبت بہتر ہو۔ بہرحال صحبت کا فیض ضرور ہے لیکن غلط صحبتوں کا نقصان راستے میں آڑے آ جاتا ہے۔ تو انسان کو اس سے بچنا چاہیئے اور خیال کی اصلاح ہونی چاہیئے، فیصلہ قوی ہونا چاہیئے، آخرت سے محبّت ہونی چاہیئے اور اللہ سے دعا مانگنی چاہیئے۔ یہ بھی ہوتا ہے اور ایسے بھی ہوتا ہے کہ بڑی بڑی محنتیں برباد ہو جایا کرتی ہیں۔ دعا کرو کہ یا ربّ العالمین ہماری محنتیں ضائع نہ ہوں، ورنہ بڑے بڑے لوگوں کی محنتیں ضائع ہو گئی ہیں۔ آپ نے شیطان کا نام سنا ہو گا کہتے یہ ہیں کہ ابلیس سجدے کے انکار سے پہلے بڑی عبادت کرتا تھا مگر وہ عبادتیں رائیگاں ہو گئیں۔ تو جو سجدے رائیگاں ہو

جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ وہ ابلیس کا نصیب ہوتے ہیں۔ تو دعا یہ بھی ہونی چاہیئے کہ ابلیس کا نصیب کسی کو نہ ملے جس کی عبادت رائیگاں ہو گئی تھی اس لیئے کہ اس نے اللہ کی اطاعت نہیں کی لیکن عبادت کی ہے۔ اطاعت کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر اللہ کہے کہ سجدہ کرو تو وہ سجدہ کر دے۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے پہلے کہا تھا کہ میرے علاوہ کسی کا سجدہ نہ کرنا تو اس لیئے میں نے انکار کر دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان نے اللہ سے محبّت نہیں کی اور وہ صرف فارمولے کی عبادت ہی کرتا رہا اور اللہ سے بحث کرنا ترک نہیں کیا۔ بس انسان بھی خدا کے سامنے بحث نہ کرے تو پھر وہ بچ جاتا ہے۔ بحث کرنا جو ہے یہ ابلیسی ہے مثلاً" یہ کہنا کہ آپ یہ ایسے کیوں کرتے ہو یا اللہ نے اسے غریب کیوں پیدا کیا اور اسے امیر کیوں پیدا کیا۔ بس یہیں سے تو ابلیس کا سارا واقعہ چلتا ہے۔ آپ لوگ اللہ سے مت پوچھو کہ اللہ ایسے کیوں کرتا ہے یا ویسے کیوں کرتا ہے، اللہ جو بھی کرتا ہے ٹھیک کرتا ہے اور جب یہ اللہ نے کیا ہے تو پھر ٹھیک ہی کیا ہے۔ آپ اپنا وقت آسانی سے گزارو۔ آپ کو پہلے بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یتیم کی مدد کرو لیکن آپ اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں پوچھ سکتے کہ یا اللہ اسے آپ نے یتیم کیا ہی کیوں ہے؟ اللہ خود ہی اس کو یتیم نہ کرتا اور اب ہم سے اس کی مدد کا کہتا ہے، وہ اس کے باپ کو زندہ رکھتا جو خود بخود ہی اپنے بیٹے کی مدد کرتا رہتا۔ مگر اب اللہ کہتا ہے کہ یتیم کی مدد کرو۔ لیکن جو سیانا ہے وہ یتیم کی مدد کرنی شروع کر دے گا کیونکہ یہ مدد اس کی عاقبت کی بات ہے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ یا اللہ اس کو یتیم کیا ہی کیوں تو پھر یہ آپ کی اپنی عاقبت سے محرومی کی بات

ہے۔ بس آپ اللہ کے کام میں "کیوں" نہ کہو! آپ اللہ سے یہ نہ پوچھو کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے بلکہ آپ اپنے آپ کو تیار رکھو کہ وہ آپ سے پوچھے گا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو اہم باتیں جو ہیں وہ زندگی گزارنے کے لیے یاد رکھنی چاہیئں۔ آپ اگر کاروبار کر رہے ہیں تو مطمئن ہو جائیں۔ اگر آپ اپنے کام سے Satisfied ، مطمئن ہیں تو آپ خوشی کا اظہار ضرور کریں۔ آج تک آپ اچھی زندگی گزار رہے ہیں لیکن آج تک آپ کو گِلہ ہے کہ آپ یہ کیا زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ کی ساٹھ سال کی زندگی، ایک کاروبار کی زندگی، ایک پیشے کی زندگی، ایک طرزِ حیات کی زندگی آپ کو مبارک ہو، آپ اس کے بڑے چرچے بھی کرتے ہو اور بڑے رُعب بھی دکھاتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی زندگی کامیاب ہے لیکن پھر آپ اس زندگی کا گلہ بھی کرتے ہیں کہ زندگی بڑی پریشان ہے۔ اگر زندگی پریشان ہے تو آپ اس کو چھوڑ دیں، لیکن آپ چھوڑتے بھی نہیں اور شکر بھی ادا نہیں کرتے۔ تو پھر اس کا مطلب ہے کہ اس میں کہیں نہ کہیں غلطی ہے۔ تو آپ وہ غلطی دور کر دیں۔ اگر آپ زندگی میں خوش ہیں تو خوشی کا اظہار کریں اور اگر آپ اداس ہیں تو پھر اس زندگی کے ساتھ محبت کرنا ترک کر دیں۔ پھر آپ آخرت کے ساتھ محبّت کریں لیکن آپ آخرت کی طرف بھی نہیں جاتے۔ زندگی کا گِلہ کرتے رہتے ہیں، اُداس ہو جاتے ہیں، پریشان ہیں لیکن پھر بھی اسی زندگی میں ہیں اور آخرت کی طرف نہیں جاتے اور ایسے وقت خدا کی طرف نہیں جاتے، حالانکہ آپ زندگی میں روتے ہیں، گھبراتے ہیں لیکن پھر بھی اللہ کی طرف نہیں جاتے۔ پھر آپ کیا کرتے

ہیں! یہی تو آپ لوگوں کا حال ہے۔ اگر یہ زندگی نجات نہیں دے رہی ہے تو پھر آپ نجات کے راستے پر جائیں اور اس کی طرف مائل ہو جائیں جہاں نجات ہے کیونکہ یہ زندگی کبھی کسی کو نجات نہیں دے گی، یہاں پیسہ نجات نہیں دے گا۔ یہاں غم ہو گا، پریشانی ہو گی، دنیا میں عزّت حاصل کرنے کے لیۓ انسان بے عزّتی کے راستے سے گزرے گا، لیکن اللہ کے راستے پر سے گزرنے والے ہمیشہ بہتر رہے اور سرفراز رہے۔ لٰہذا آپ اسی کی طرف مائل ہو جاؤ۔ اللہ آپ کو استقامت عطا فرمائے اور استقامت اللہ کی عطا ہے۔ ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے ساتھ چلنے سے استقامت نہیں آ جاتی، استقامت بس نصیب والے کو آتی ہے۔ ہمارے لوگ دیکھے بغیر کلمہ پڑھ گئے اور کئی لوگ ساری عمر دیکھتے رہے لیکن انہوں نے آخر تک کلمہ نہیں پڑھا۔ یہ سب دل کے فیصلے ہیں۔

سوال :۔

ہر شخص کی خواہش ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ رزق کی وجہ سے دنیا داری میں پھنسے رہتے ہیں۔ اس سے ذہنی طور پر کس طرح چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے؟

جواب :۔

اگر تو آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ذہن کے ساتھ رزق حاصل ہو جائے گا تو پھر دنیا میں کوئی ذہین آدمی فاقے سے نہ گزرتا۔ بلکہ آپ جانتے ہیں اور دل ہی دل میں اچھی طرح جانتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس پیسے ہیں آپ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ سارے بے وقوفوں کے پاس پیسے

ہیں۔ آپ اپنے دل میں سوچو کہ جن کے پاس پیسے ہیں آپ ان کو بے وقوف سمجھتے ہیں اور انہیں ظالم بھی سمجھتے ہیں اور پھر آپ خود بھی پیسہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو دانا بھی سمجھتے ہیں۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پیسے کا تعلق ذہن سے نہیں ہے۔ ذہن کو اس طرح الجھائے رکھنے سے پیسہ نہیں بنے گا۔ آپ پیسہ ضرور حاصل کرو، میری نصیحت یہ ہے کہ پیسہ حاصل کرو لیکن پیسہ جیب میں رکھا کرو اور ذہن میں نہ رکھا کرو۔ جب آپ پیسہ ذہن میں رکھتے ہیں تو آپ اپنے آپ کو پریشان کرتے ہیں، ذہن پیسے کی جگہ نہیں ہے، دل پیسے کی جگہ نہیں ہے، دل یاد کا مقام ہے اور ذہن جو ہے یہ آسودگی کا مقام ہے۔ تو آپ آرام سے اپنی زندگی گزاریں۔ پیسہ آپ ہاتھ سے کماتے جائیں اور اکٹھا کرتے جائیں لیکن اس کے بارے میں تشویش نہ کریں۔ انسان پیسہ کیوں حاصل کرتا ہے؟ اس لیے کہ اس سے بہت سارے کام ہو جائیں گے۔ تو بات یہ ہے کہ آپ جب بھی کام کریں گے تو پیسہ خرچ ہو گا اور اگر پیسہ خرچ نہیں کریں گے تو وہ آپ کے کام نہیں آئے گا اور وہ آپ کے مرنے کے بعد اولاد کے کام آئے گا۔ اگر پیسہ خرچ کرنا مشکل ہے تو یہ اولاد کے کام آئے گا یعنی یہ اپنی یا کسی کی اولاد کے کام آئے گا یا پھر چور کے کام آئے گا۔ اور اگر خرچ کرتے ہو تب بھی یہ آپ کے پاس نہیں رہے گا کیونکہ آپ کے پاس پیسے کے بدلے چیز آ جاتی ہے، مثلاً آپ کوئی کتاب خرید لیں گے، کوئی مکان خرید لیں گے یا کوئی اور چیز خرید لیں گے۔ لیکن پھر بھی چیز آپ کے ساتھ نہیں جائے گی۔ تو آپ کا پیسہ آپ کے کس کام آیا؟ آج تک پیسہ کسی نے نہیں کھایا، جب بھی کھایا

ہے گندم کو ہی کھایا ہے اور یہ آپ کی مجبوری ہے کیونکہ پیسہ آپ کھا نہیں سکتے۔ انسان پیسے سے عزّت والا نہیں بن جاتا اور پیسے سے انسان خوب صورت بھی نہیں بن جاتا۔ خدانخواستہ اگر ایک آدمی کم خوب صورت ہو' تو وہ چاہے گا کہ ساری دولت خرچ ہو جائے اور وہ پورا خوب صورت ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہو گا۔ تو پیسہ آپ کو حسین نہیں بنائے گا۔ پیسے سے آپ مکان بنا لو گے' بہت بڑا خوب صورت مکان' اور جب آپ بڑے بڑے مکانوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو آپ دیکھتے ہیں اور آپ خود کہتے ہیں کہ یہاں پر کچھ مردنی چھائی ہوئی ہے اور ایسے لگتا ہے کہ سناٹے چھائے ہوئے ہیں' اتنے بڑے مکان ہیں اور ان مکانوں کے اندر سہمی ہوئی روحیں ہیں۔ تو دعا یہ ہونی چاہئے کہ اتنا پیسہ حاصل ہو کہ ضرورت پوری ہوتی جائے۔ جمع کرنے والا پیسہ تو بینک کے کام آئے گا اور آپ کے تو کچھ کام نہیں آئے گا۔ اس لیے پیسے کو دل میں نہ رکھو' ہوس نہ بناؤ' لالچ نہ بناؤ' فکر نہ بناؤ' ذہن کے اندر پیسے کی پریشانی نہ پیدا کرو' پیسہ حاصل کر سکتے ہو تو کرو' اس سلسلے میں فقراء نے بڑی بڑی باتیں کی ہیں۔ جب بادشاہ ان فقیروں کے پاس علم سیکھنے کے لیے' فیض لینے کے لیے گئے تو انہوں نے کہا کہ بات سنو! آپ فیض لینا چاہتے ہو اور آپ لوگ شہر کے بڑے بڑے رئیس آدمی ہو' اس لیے تمہیں یہ فیض نہیں مل سکتا۔ انہوں نے کہا کہ جی ہم نے فیض لینا ہے تو پھر بزرگوں نے کہا کہ آپ یہ کاسۂ گدائی پکڑو اور اس شہر کے لوگوں سے مانگ کر گزارہ کرو۔ تو مانگنے کا جو عمل ہے وہ ساری انا' سارا غرور' سارا تکبّر ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ کئی لوگوں نے تو راستے میں ہی کاسۂ گدائی توڑ

دیا' کچھ ایسے تھے جو لوگوں سے مانگنے گئے تو انہوں نے کہا کہ ہم نہیں دیتے تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ فقیری ہم نہیں کر سکتے اور انہوں نے اپنی فقیری توڑ دی۔ کچھ لوگ چلتے رہے' ان کا دل اندر سے مسکین ہو گیا بلکہ غریب ہو گیا اور پھر انہیں فقیری عطا ہو گئی۔ تو یہ واقعات چلتے رہے ہیں۔ پیسہ غرور پیدا کر سکتا ہے اور غرور عام طور پر ایمان کی تباہی پیدا کرتا ہے۔ عام آدمی میں پیسے سے ہی غرور پیدا ہو گا۔ جوں جوں دولت آتی ہے توں توں ہوس بڑھتی ہے۔ دولت مند آدمی کبھی مطمئن نہیں ہوتا کہ اب میرے پاس کافی دولت آگئی ہے۔ وہ ہر ایک مقام سے آگے ہی بڑھتا جاتا ہے۔ گویا کہ پیسے والا اپنی آرزو کو اپنے پیسے سے زیادہ ہی رکھتا ہے اور غریب کی تعریف ہی یہی ہے۔ غریب کون ہے؟ جس کی آرزو اس کے حاصل سے زیادہ ہو' وہ غریب ہے۔ یعنی کہ اگر کسی کے پاس دو کروڑ روپیہ ہے اور وہ غریب ہے کیونکہ اس کے پاس تین کروڑ سے کم ہیں اور اس سے اس کا کام نہیں ہوتا' وہ بیچارہ ایک کروڑ پیچھے ہے اور بڑا پریشان ہے۔ اور ایک دوسرا آدمی ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ آج کے دس روپے ہمیں مل گئے' کاروبار ہو گیا' چلو اب ہم واپس چلیں اور وہ اپنا کاروبار ٹھپ کر کے چلا جاتا ہے کہ آج کا رزق مجھے مل گیا' جیسا مجھے ملنا چاہیے تھا۔ تو یہ توکل ہے کہ آپ کہاں راضی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک انتظام رکھا ہے' اس نے پرندوں کی جیب نہیں رکھی لیکن ان کا رزق رکھا ہے' مچھلیوں کا رزق رکھا ہے' جانوروں کا رزق رکھا ہے اور کائنات کی ہر شے کا رزق رکھا ہے' گوشت کھانے والے کو گوشت دے رہا ہے' موتی کھانے والے کو موتی دیتا ہے اور جو کھانے والا ہو اس

کو وہی چیز عطا فرماتا ہے۔ اللہ کریم نے ان میں سے کسی کے پاس پیسے کا کوئی ایسا سٹور نہیں رکھا کہ تم یہ لے کر رکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا مگر یہ انسان ایسے ہی Tomorrow کا' کل کا اندیشہ کرتا جا رہا ہے جب کہ کل Tomorrow کو تو اس نے یہاں پر ہونا نہیں ہے کیونکہ کل تو میں نے اس کو لے کر جانا ہے اور آپ یہاں پر کل کو ٹھہرنے کی بات کرتے ہیں جب کہ کل آپ نے سفر کر جانا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تم نادان لوگ ہو کہ تمہیں کل ہم نے بلانا ہے اور تم کل یہاں ٹھہرنے کا پروگرام بنا رہے ہو' تمہارے کل کے بڑے منصوبے ہیں کہ کل ہم یہاں یہ بنائیں گے' تختِ سلیمانی ہو گا اور کل کو شاید تمہارا سفر لامکانی ہو جائے گا۔ اس لیے دانائی کی بات یہ ہے کہ واجبی طور پر گزارہ کرو اور سفر کی Call کا انتظار کرو کہ کس وقت بلاوا آ جائے۔ جب بھی اس کا بلاوا آ جائے تو وہ مالک ہے۔ آپ لوگ پیسے کو ہوس نہ بناؤ' حسرت نہ بناؤ' پریشانی نہ بناؤ اور وقت نہ بناؤ۔ یہ خوشی کی بات تو ہے لیکن اس کو حاصل نہ بناؤ۔ آپ لوگ دعا کریں کہ یا رب العالمین پیسہ وہ دے جس کو خرچ کرنا آسان ہو' بے شک بہت سارا دے مگر بہت سارا خرچ کرنے کی توفیق دے۔ اگر پیسہ زیادہ اور خرچ کم ہے تو پھر آپ کا نام بخیلوں میں سے ہو گا۔ بخیل کبھی فیض نہیں پائے گا اور کبھی نہیں بخشا جائے گا۔ سخی اس کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس پیسہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو لیکن اس کے پاس خرچ کرنے کی توفیق ہو۔ تو وہ سخی ہے جس کے پاس خرچ کرنے کی توفیق ہو اور جس کے پاس خرچ کرنے کی توفیق نہ ہو' وہ بخیل ہے۔ تو وہ دولت مند جو بخیل ہے وہ نامراد ہوا

اور وہ غریب جو سخی ہے وہ بامراد ہوا۔ پیسے کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کا واقعہ ہے کہ وہ ہاتھ میں پیسے کو پکڑ کر دیکھ رہے ہیں اور پیسے سے کہہ رہے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ "تم کون ہو' تم یہ ہو کہ جب تک تم میرے پاس ہو میرے کام نہیں آتے ہو اور جب کام میں آتے ہو تو میرے پاس نہیں رہتے ہو۔ تو تیری عافیت جدائی میں ہے"۔ تو پیسے کی افادیت جدائی میں ہوتی ہے اور جب تک پیسہ آپ کے پاس ہے یہ خالی کاغذ ہی کاغذ ہے۔ اور جب آپ اسے استعمال کریں گے تو یہ چلا جائے گا۔ اور پھر آپ کے پاس کچھ اشیاء آ جائیں گی لیکن پیسہ چلا جائے گا۔ اس لیۓ آپ یہ دیکھیں کہ اصل کام کیا ہے۔ تو پیسہ اتنا ہونا چاہیئے کہ آپ کی ضرورتیں پوری ہونی چاہئیں اور ضرورتوں میں سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ یہاں دنیا سے نکل جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ لوگ اس دن کا خیال کرو' جب بھائی بھائی سے جدا ہو گا' وہ کیسا دن ہو گا جب آدمی اپنے بھائی سے الگ ہو جائے گا یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ ماں سے' باپ سے' عزیز واقارب سے' اپنوں سے' بیگانوں سے' واقف سے' جدا ہو گا اور جب جدائیوں کا دن آ جائے گا تو تم ہر چیز سے جدا کر دیئے جاؤ گے۔ تو آپ اس دن کے آنے سے پہلے تھوڑا سا جدا ہو کر دیکھیں' کہیں وہ دن اچانک نہ آ جائے۔ آپ بھائیوں کے تعلّق کو سمجھیں کیونکہ بھائی جدا ہو جاتے ہیں۔ سب بھائی خوشی سے یہ بات تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ مکان آپ کا' اور یہ مکان میرا' یہ کمرہ آپ لے لو' یہ زمین آپ کے حصّے میں آتی ہے اور پھر وہ سب خود بخود مل بیٹھ کر اپنے ٹکڑے کرتے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح ماں باپ

سے بچے الگ ہو جاتے ہیں۔ بیٹیوں کو تو ماں باپ ویسے ہی نکال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ نے تمہاری قسمت میں ہی پردیس لکھ دیا ہے اور بیٹے جو ہیں یہ ویسے ہی ماں باپ سے الگ ہو جاتے ہیں کہ ہمیں تو الگ ہی مکان لے کر دے دیں۔ تو یہ سب کرتے کراتے آدمی خود ہی گزر جاتا ہے۔ بھگت کبیرؔ کا ایک دوہا ہے کہ ؎

دھیاں جوائی لے گئے
بہواں لے گئیں پوت
رتریا جو بن لے گئی
رہے اُوت کے اُوت

یعنی کہ بیٹیاں جو ہیں وہ تو داماد لے گئے اور بیٹے جو ہیں بہو لے کے چلی گئی اور جوانی بیوی کی نذر ہو گئی اور ہم آخر دم تک اوت کے اُوت ہی رہ گئے یعنی بیوقوف کے بیوقوف ہی رہ گئے۔

مطلب یہ ہے کہ بیٹی وہ لے گیا اور بیٹا اس کو لے گیا اور جو جوانی تھی وہ پیسے کی فکر میں بیوی کی نذر ہو گئی اور ہم آخری دم تک بیوقوف کے بیوقوف ہی رہ گئے۔ تو وہ کہتا ہے کہ وہ اُوت ہے اور اللہ کی طرف چلا جا رہا ہے' نہ تو نامۂ اعمال ہے اور پیسے بھی خرچ ہو گئے ہیں اور اولاد جن کے لئے وہ یہ سب کچھ کرتا رہتا تھا وہ سب اسے چھوڑ گئے اور کچھ کو اس نے نکال دیا۔ دوست بھی ایک ایک کر کے سارے غائب ہو گئے' سب نے سچا نہیں مانا بلکہ سب ناراض ہی ہو گئے۔ تو پھر اللہ تبارک و تعالیٰ انسان سے کہے گا کہ ان لوگوں کے لئے تو نے مجھے چھوڑا' اب تو خود ہی بتا کہ تو کیسا آدمی ہے اور تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

آخر میں انسان کہے گا کہ یا ربّ العالمین تو نے ہمیں کیا سزا دینی ہے' بس تو ہمیں معاف ہی کر دے کیونکہ ہمارے پاس تو کوئی عمل ہے ہی نہیں۔ تو ایسا نہ ہو کہ آپ کو وہاں جا کر جواب دینا مشکل ہی ہو جائے۔ تو آپ یہ خیال رکھیں کہ آپ کس کی خاطر کس کو چھوڑ رہے ہیں۔ تو کوئی چیز آپ کے ہاں Permanent نہیں ہے' مستقل نہیں ہے۔ تو اولاد کے لیئے بھی آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالنا اور اولاد کو بھی ہلاکت میں نہ ڈالنا۔ اس لیئے غلط پیسہ مت کماؤ' اس میں اولاد کے لیئے بھی خرابی ہے اور آپ کے لیئے بھی تباہی ہے۔

سوال:۔

سر! میں ایک ریٹائرڈ سرکاری ملازم ہوں اور میں نے اپنے گزر اوقات کے لیئے پنشن کی رقم کو سرکاری سکیم میں انویسٹ کیا ہے اور کچھ رقم کو تاج کمپنی میں لگایا ہے۔ لیکن مجھے کبھی کبھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں بغیر محنت کے جو منافع لے رہا ہوں یہ صحیح بات نہیں ہے اور اس سے میرا دل مطمئن نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ چارہ بھی نہیں ہے کیونکہ جسم میں طاقت نہیں ہے تو ایسی صورت میں انسان کیا کرے؟

جواب:۔

آپ نے پیسے کسی سرکاری اسکیم میں لگائے ہوئے ہیں۔ آپ لوگ خاموش رہو۔ اللہ آپ کو معافی دے۔ جس کسی کے پاس اپنا مال ایثار کرنے کا موقع ہے اور وہ اپنا مال و جان ایثار کرتا ہے تو پھر جب آپ دیکھو کہ اگر کوئی ناپسندیدہ چیز آپ کے سر پر چڑھ گئی ہے تو اس میں سے

کچھ حصّہ جو ہے وہ آپ اللہ کی راہ میں دے دو۔ تو اس طرح شاید اس میں سے کچھ بچت کی راہ ہموار ہو جائے۔ مجبوری کی حد تک اپنے پاس رکھ لو اور مجبوری سے زیادہ اللہ کی راہ میں دے دو۔ اس طرح آپ کو آسانی ہو جائے گی۔ اگر ایک راستہ ناجائز ہے اور آپ نے اس میں سے کھا لیا تو اب کیا کیا جائے کیونکہ اس کے کھائے بغیر چارہ ہی نہیں ہے ورنہ لوگ آپ کو Dishonest ' بد دیانت کہہ دیں گے۔ اب اس کا انصاف اللہ کے پاس ہے اور آپ اس کو اللہ کے حوالے کر دو کہ یہ میری ضرورت سے وافر ہے اور باقی میری ضرورت ہے کیونکہ باقی جو ہے وہ میرے جسم اور جان کے رشتے کا قیام ہے اور یہ آپ کے حوالے ہے۔ تو اس میں پھر بحث کی ضرورت نہیں رہے گی۔ باقی اس سارے واقعے کو قانوناً" ہم کچھ نہیں کہتے کہ یہ ڈیپارٹمنٹ اسکیم کیا ہے؟ یہ بینک کا نظام کیا ہے؟ اسے کیا ہونا چاہیئے اور کیا نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ سب ہم اس وقت کہیں گے جب ہم ایسا کر سکیں گے۔ یہ بادشاہ کیسا ہے؟ اور اگر میں یہ کہوں کہ یہ بادشاہ اچھا نہیں ہے تو پھر بھی یہ بادشاہ رہے گا۔ کوئی کہتا ہے کہ اس بادشاہ کو ہٹ جانا چاہیئے اور اس کو مر جانا چاہیئے۔ اس طرح بادشاہ بھلا مرتے ہیں بلکہ بادشاہ نہیں مرا کرتے۔ کوئی کہتا ہے کہ اللہ کرے کہ شام تک ملک کے اندر انقلاب آجائے اور ایسا انقلاب آجائے کہ صبح ہم جاگیں تو اخبار ہی کوئی نہ ہو۔ ایسا بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ تو سارے واقعات چلتے رہیں گے۔ تو آپ اس جگہ اسکیم دو، اس جگہ فیصلہ دو جہاں پر آپ کارگر ہوں۔ آپ لوگ میری یہ نصیحت مان لو کہ جہاں آپ کارگر نہ ہوں وہاں فیصلے نہ دیا کریں۔ مثلاً" یہ کہ یہ پرائم

منسٹر کیا ہے؟ یہ کیا واقعہ ہوا ہے؟ حکومت نے ایسی بات کہہ دی اور کسی نے کچھ اور کہہ دیا۔ دونوں کے درمیان ڈائیلاگ کا یہ کیا تعلق ہے۔ بس دونوں ایسے ہی اندازے لگا رہے ہیں۔ آپ کو اصل بات کا پتہ ہی نہیں ہے۔ تو عام آدمی جو ہے وہ اتنا دور بھی نہ جائے۔ بس آپ اتنے فیلڈ کو Cover کرو جتنا آپ کے Jurisdiction میں ہے' آپ کے اثر میں ہے اور پھر آپ اس کے اندر دیکھو کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ یعنی کہ جہاں آپ Answerable ہیں' جواب دہ ہیں وہاں آپ مداخلت کریں لیکن بہت دور کی بات کے آپ Answerable نہیں ہیں' جواب دہ نہیں ہیں۔ اب یہ بینک کا نظام' پرافٹ کا نظام' تاج کمپنی کا نظام جو ہے اس کی اصلاح کیسے ہوگی۔ تاج کمپنی کو تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی رائلٹی دینی باقی ہے۔ اور کب یہ اصلاح ہوگی؟ شاید یہ آپ کے بس میں ہو۔ اب آپ اپنی اصلاح یوں کریں کہ آپ کی نیت صحیح ہونی چاہیئے' تو عمل کی جو بھی فارم آپ کو ملے گی آپ اس میں مجبور ہیں کہ یہی فارم ہے اور آپ کو پرافٹ کی فارم میں تھوڑا سا Interest مل جائے گا۔ تو یہ سارے کا سارا نظام ایسا ہے کہ بین الاقوامی طرز پر ہے۔ آپ Interest کو پرافٹ کہہ لو' کچھ کہہ لو No profit base پر کاروبار چل رہا ہے' PLS اکاؤنٹ چل رہا ہے' غرضیکہ پتہ نہیں کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ وہ زکواۃ کاٹ لیتے ہیں جبکہ سارے مسلمانوں کے اکاؤنٹ ہیں اور ساتھ ہی سود کو پرافٹ لگاتے ہیں۔ اگر روپیہ اکاؤنٹ میں نہ رکھا جائے تو پھر چور آجاتے ہیں۔ تب آپ پیسہ کہاں لیئے لیئے پھرو گے اور پھر آپ کے پاس پیسے بھی تھوڑے نہیں ہیں۔ اب تو ہزار ہزار کے نوٹ چھپ گئے ہیں لیکن

پھر بھی آپ کے گھر بھرے ہوئے ہیں۔ ہماری قوم غریب اور لوگ امیر ہیں۔ تو یہ بڑی مصیبت کی کہانی ہے کہ لوگ بہت امیر ہیں لیکن قوم غریب ہے! پیدل چلنا دشوار ہے کیونکہ گاڑیوں کی بھرمار ہے۔ بس اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کہ یہ سب کیا ہے؟ آج لوگوں کے پاس کچھ عجیب و غریب قسم کا سرمایہ آگیا ہے اور پھر آج کے دور میں پریشانیاں بھی بڑی ہیں۔ کوئی آدمی آپ کو ایسا نہیں ملے گا کہ جو آسودہ حال ہو کہ میں راضی ہوں اور وہ کہتا ہے کہ اصل میں بات ہی ایسی ہے اور واقعات ہی ایسے ہیں۔ اس زمانے میں آپ لوگوں کو یاد کرو کہ آپ لوگوں کی اپنی شادیوں پر کتنا خرچ ہوا تھا' کم ہی خرچ ہوا تھا۔ اب شادی کا نام کیا لیتے ہو' اب آپ اپنی اولادوں کی شادی پر اتنا خرچ کرتے ہیں کہ وہ آپ کی شادی سے لاکھوں گنا زیادہ ہوتا ہے اور پھر کہتے ہو کہ جی کیا کیا جائے آج کل کے حالات ہی ایسے ہیں۔ آپ کے والدین کے حالات بھی ایسے ہی تھے؟ لیکن آپ کے والدین جو ہیں وہ توکّل والے لوگ تھے' سیانے لوگ تھے' پاکیزہ لوگ تھے اور انہوں نے پیسے کا Interest اتنا نہیں رکھا' پیسے سے اتنی دلچسپی نہیں رکھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ پیسہ سب تقسیم ہو جانا ہے اور یہ سارے کا سارا لے جانے والے لے جائیں گے اور خالی ہاتھ سب نے چلے جانا ہے۔ دنیا دار کہتا ہے کہ مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو درخواست دی جائے کہ کچھ پیسہ ہمیں ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے اور یہ بڑی مشکل بات ہے کہ ہم پیسہ ساتھ لے جا ہی نہیں سکتے۔ فرعون نے ایسا ہی کیا تھا کہ پہلے سات مقبرے بنائے اور ان میں دولت جمع کی اور پھر خود مرا۔

اس نے کہا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ سارا مال ہم نے کمایا اور پھر ہم یہ ساتھ ہی نہ لے جا سکیں بلکہ ہم ساتھ لے جائیں گے۔ فرعون وہی ہوتا ہے جو اپنا مال ساتھ لے جانا چاہے۔ اس لیے یا تو آپ فرعون بن جاؤ لیکن آپ فرعون بن نہیں سکتے۔ تو مال ہم نے چھوڑ جانا ہے۔ تو یہ مال کس کے لیئے چھوڑ جانا ہے؟ اولاد کے لیئے چھوڑ جانا ہے۔ تو آپ زندگی میں ہی اولاد کو آدھا مال دے دو۔ یہ آپ دے نہیں سکتے۔ پھر آپ آخر کار اولاد کو دو گے اور آپ کو پتہ چلے گا کہ اولاد نے آپ کا مال غلط استعمال کیا ہے اور بے دردی سے استعمال کیا ہے کیونکہ مفت کا مال تھا اور اس کو ضائع کیا ہے۔ میں آپ کو وارننگ دے رہا ہوں تاکہ آپ لوگ یاد رکھیں کہ اگر آپ کی اولاد آپ کے چھوڑے ہوئے پیسے کی وجہ سے گمراہ ہو گئی تو اس گمراہی کی سزا آپ کو بھی ملے گی یعنی اگر آپ کی اولاد آپ کے چھوڑے ہوئے پیسے کی وجہ سے یعنی آپ کے جانے کے بعد آپ کے اس پیسے کی وجہ سے گمراہ ہو گئی تو آپ کے نام بھی سزا لگے گی۔ اور اگر آپ کا چھوڑا ہوا پیسہ نیکی کے کام آیا یعنی اولاد نیک ہو گئی تو آپ یہ سمجھیں کہ آپ کو بھی فیض مل گیا۔ یا تو آپ اولاد کو ایسا بنا جاؤ کہ اولاد آپ کا چھوڑا ہوا مال استعمال کرے تو وہ نیکی کی راہ پر استعمال کرے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کو مال جمع کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہو گی۔ عام طور پر وہ مال اولاد کو گمراہ بھی کرے گا اور نقصان بھی پہنچائے گا۔ اس لئے یہ بتایا گیا کہ اگر اولاد اس مال سے گمراہ ہوئی جو اس کو کمائی کے بغیر مل گیا تو اس گمراہی کی سزا آپ کو ضرور ملے گی۔ تو اس کا بھی ذرا خیال رہے اور پیسے کے بارے میں بڑا غور چاہیئے۔ باقی یہ

نظام جیسا بھی آپ کے سامنے آرہا ہے، آجائے، ابھی اس کا کیا کیا جائے۔ آپ پر اللہ مہربانی کرے اور اللہ معاف کرے، تاج کمپنی کو بھی اللہ معاف کرے۔

سوال :۔

تکلیف میں شُکر کا کیا مقام ہے اور یہ کیسے کیا جائے؟

جواب :۔

اگر انسان شکر کرنے کا مفہوم سمجھے تو پھر یہ ایک عادت ہے، ایک مضمون ہے اور ایک میلانِ طبع ہے۔ جیسے گلہ جو ہے دراصل یہ طبیعت کا میلان ہے مثلاً" یہ کہنا کہ آج پھر موسم خراب ہو گیا ہے، بادل ہی بادل ہیں اور یہ ہر وقت ہمارے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کی زندگی میں ایک پِن چُبھ جائے تو وہ ساری کائنات کے خلاف بولنا شروع ہو جاتے ہیں کہ یہ کیا کائنات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کانٹا چُبھ گیا ہے تو کہیں گے کہ کیا مصیبت پڑی ہوئی ہے اور جب سے یہ چاند ستارے بنے ہیں مجھے کوئی نہ کوئی تکلیف ہی رہتی ہے اور وہ بندہ اس طرح بہت دور تک چلا جاتا ہے۔ ایک اور آدمی ہوتا ہے جس کا سارا سفر تکلیف والا ہوتا ہے اور اس کو خوشی کے صرف چار لمحات مل گئے تو وہ کہتا ہے "اس کائنات میں ہمیں آرام کے دن ملے ہیں، تکلیف تو خیر ہوئی مگر چار لمحات آرام کے میتّر بھی آ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کمال کی کائنات بنائی ہے کہ اس میں آرام ہی آرام ہے، سکون ہی سکون ہے" اور وہ ان چار لمحات کے سکون کا شکر ادا کرے گا۔ کہنے کا مقصد یہ

ہے کہ اگر ایسے لوگوں کی تاریک راتوں میں ایک کرن روشنی کی آ جائے تو وہ لمحات کی تعریف کریں گے جب کہ دوسرے کی بہار میں ایک کانٹا بھی آ جائے تو وہ گلہ کرے گا۔ یہ دو الگ الگ مزاج ہیں۔ اسی طرح دو مزاج ہیں، ایک تکلیف کو بیان کرنے والا ہے کہ سر میں درد ہے، ٹانگ میں درد ہے اور بس درد ہی درد ہے یعنی کہ دل میں درد ہے بلکہ درد کے اندر ہی دل ہے، تو یہ ایک آدمی ہے جو مجسّم ہی درد ہے۔ دوسرا شُکر والا آدمی ہے اور وہ کہتا ہے کہ یا اللہ تیرا شکر ہے۔ تو یہاں آپ کو شیخ سعدیؒ کی کہانی یاد آنی چاہیئے۔ ایک دن شیخ سعدیؒ ننگے پاؤں جا رہے تھے اور اپنے ننگے پاؤں کی طرف غور کر رہے تھے کہ میرے پاؤں کو جوتا نہ ملا۔ اس طرح وہ ڈائیلاگ بولتے جا رہے تھے، اللہ کریم سے گلہ بھی کر رہے تھے اور اپنا سفر بھی جاری رکھا ہوا تھا۔ اس طرح ان کا درُود و سلام اور Wisdom کا سفر بھی جاری ہے اور ساتھ میں گلہ بھی جاری ہے۔ آگے جا کر دیکھتے کیا ہیں کہ ایک لنگڑا شخص ہے جس کے پاؤں ہی نہیں ہیں۔ تو انہوں نے وہیں سجدہ کیا کہ یا اللہ تُو تُو ہے، بے نیاز ہے، میں یہاں پر ہی راضی ہوں کہ میرے پاؤں تو ہیں، مجھے آگے نہ لے جانا، بس مجھ پر مہربانی فرما۔ اس طرح انہوں نے گلہ چھوڑ دیا۔ تو جو شُکر کرنے والے ہیں وہ دانا لوگ ہوتے ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہوتا ہے کہ اس تکلیف سے آگے بھی تکلیف کا مقام ہے، لہٰذا یہیں پر نجات پا جاؤ۔ یہ آدھا شُکر ہے اور پورا شُکر وہ ہے کہ اپنی تکلیف کو تکلیف ہی نہ سمجھو۔ یعنی کہ تکلیف کو تکلیف کہنا بھی اس تکلیف کی حوصلہ افزائی ہے۔ تو تکلیف کس بات کی ہے! سر اس کا، مال اس کا، صحت اس کی، زندگی اس کی اور وجود اس کا، تو

پھر تکلیف کیا ہوئی۔ ایک بزرگ کے ساتھ ایک واقعہ ہوا۔ وہ بزرگ بیمار تھے۔ ان کے پاس ایک مرید گیا اور کہا کہ دعا کریں کہ میرا بیمار بچہ ٹھیک ہو جائے۔ انہوں نے دعا کی اور بچہ ٹھیک ہو گیا۔ لیکن ایک مرید نے عرض کیا کہ آپ بھی بیمار ہیں' آپ اپنے لیے بھی دعا فرمائیں۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ ہاں میں نے دعا کی تھی تو پھر ایک آواز آئی کہ پہلے یہ فیصلہ کرو کہ یہ وجود ہمارا ہے کہ تمہارا ہے' تو میں نے تو یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ وجود ہی اسی کا ہے۔ اگر اس کا وجود ہے اور اس کو تکلیف ہے تو پھر درمیان میں تیرا کیا ہے۔ تو اس لئے اپنے وجود میں تکلیف کا احساس بھی اس کے حوالے کر دیں۔ تو یہ فقراء کا ایک شعبہ ہے کہ تکلیف کو تکلیف نہ کہنا۔ تکلیف پر شکر کرو تو وہ بھی ایک شعبہ ہے۔ بزرگوں نے ایسا کیا' امامؑ عالی مقام نے کیا' بلکہ سب اماموں نے کیا۔ اس سے آگے بھی محبّت کرنے والوں کا ایک شعبہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تکلیف کو تکلیف نہ کہو' وہ ستم کرے تب کرم اور کرم کرے تب کرم ہے۔ لٰہذا گلہ پھر بھی نہیں ہے۔ تو اس مقام پر تکلیف کو تکلیف کہنا بھی گِلہ ہے۔ یعنی کہ یہ کہنا کہ "یا اللہ میں اس تکلیف میں بھی شکر ادا کرتا ہوں" تو یہ بھی ایک گِلہ ہے کہ آپ نے اس کو تکلیف کہہ دیا بلکہ آپ تکلیف کو تکلیف نہ کہیں۔ آپ یہ کہیں "سب ادھر سے آ رہا ہے اور جو کچھ آ رہا ہے ٹھیک آ رہا ہے"۔ تو آپ اگر وہاں پر خاموشی سے گزرتے جائیں تو یہ بڑا شُکر ہے۔ تو شُکر یہ ہے کہ تکلیف کو تکلیف نہ کہنا اور اس کی دی ہوئی ہر چیز کا دل سے شُکر ادا کرنا' دل سے خوش ہو جانا کہ یا اللہ اگر ہمیں اختیار ہو تو ہم خود بھی یہ کرتے جو آپ نے ہمارے ساتھ

کیا ہے۔ پھر تو یہ بڑا شکر ہے۔ شکر کا مطلب یہ ہے کہ گلہ نہ ہو اور آپ کے اور اللہ کریم کے عمل میں فرق نہ ہو۔ شُکر اس مقام کو کہتے ہیں جہاں آپ کی خواہش اور اللہ کا فیصلہ برابر ہو' اللہ جو آپ کو دے رہا ہے' وہی آپ کی تمنّا ہو اور اس میں Amendment ' ترمیم کی خواہش نہ ہو اور آپ یہ کہیں کہ جو اس نے کیا ہے بس وہ ٹھیک ہے اور ہم اس پر راضی ہیں اور ہم ہر حال میں راضی ہیں۔ تکلیف میں شُکر ادا کرنا اچھی بات ہے اور یہ اللہ کریم کے قُرب کی نشانی ہے۔ گِلہ غیر کو ہوتا ہے' اپنے کو گِلہ نہیں ہوتا۔ آپ یہ کہا کریں کہ اس کی چیز تھی' اس نے مانگ لی اور ہم نے دے دی' انسان اس کی چیز ہے' چاہے تو تکلیف سے گزارے۔ اس مقام پر بڑے بڑے لوگ ایمان چھوڑ گئے۔ مثلاً" حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ کہ جنگ میں آپؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے تو پھر لوگوں نے کہا کہ یہ واقعہ پیغمبر کے ساتھ تو نہیں ہونا چاہیئے اور یہ واقعہ ایسے پیغمبر کے ساتھ ہو گیا جن پر اللہ تعالیٰ دُرود شریف بھیجتا ہے۔ تو اس سے کمزور دماغ لوگ بیچارے الجھ گئے۔ اور باقی جو طاقت ور دماغ تھے انہوں نے کہا کہ یہی تو ایک راز ہے کہ خاص انسان کو' خاص طاقتوں والے کو اللہ تعالیٰ نے ایک عام زندگی کے اندر گزار دیا تاکہ عام آدمی جو ہے وہ بھی آپؐ کو اپنا سمجھے۔ آپؐ نے اتنی تکلیفیں برداشت کیں لیکن گلہ نہیں کیا۔ آپؐ وادیٔ طائف سے گزرے تو بھی گِلہ نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ یا اللہ اگر تو راضی ہے تو ہم ہر حال میں راضی ہیں۔ تو اصل بات تو اللہ کے ساتھ تعلّق کی بات ہے۔ اس لئے ہر حال میں شُکر ادا کرنا جائز اور ضروری ہے۔ اور اللہ کریم کی راہ جو ہے یہ شُکر کی راہ ہے اور اللہ

سے دُوری کی راہ گلے کی راہ ہے۔ زندگی سے گِلہ نکال دو' شکایت نکال دو اور تقاضا نکال دو۔ تقاضا دعا کی شکل میں بھی ہوتا ہے کہ یا اللہ تعالیٰ یہ بھی دے اور وہ بھی دے۔ اگر اللہ ہر چیز دے دے تو پتہ نہیں کہ نتیجہ کیا ہو گا؟ ایسا کہنا نہیں چاہیئے۔ آپ لوگ سیاست کے حالات دیکھیں کہ آج سے پہلے جتنے آدمی قائد اعظمؒ کے بعد ہیڈ آف دی سٹیٹ ہو کر آئے' تاریخ یہ بتاتی ہے کہ تقریباً" سارے ہی مشکلات میں واپس گئے' ان لوگوں سے بات بنتی نہیں تھی۔ گویا کہ سارے بادشاہ دعا کے ساتھ ہی آئے تھے' جو بڑے بڑے نام ہیں' لیکن یہ سارے تکلیف کے ساتھ ہی رُخصت ہوئے ہیں۔ دو پرائم منسٹر تو آپ کے سامنے ہی تکلیف سے گزرے ہیں۔ تو ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ پھر بھی لوگ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ مجھے مرتبہ دے' یا اللہ مجھے بادشاہت دے' حالانکہ پہلے بادشاہوں کا حشر دیکھتے ہیں لیکن پھر بھی یہ لوگ بادشاہت مانگتے ہیں۔ تو اس لیئے جو لوگ اللہ والے ہوتے ہیں وہ تقاضا بھی نہیں کرتے ہیں' مانگتے بھی نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ یا اللہ تُو وہ دے جو ہمارے لیئے بہتر ہے' ہمیں وہ چیز عطا فرما جو ہمارے لیئے بہتر ہو اور ہمیں وہ چیز نہ دینا جو ہماری برداشت کے علاوہ ہو' ہمیں یہاں سے رخصت بھی عزت والی دینا' ہمارے ساتھ یہ نہ ہو کہ ہم برباد ہو جائیں' یا اللہ ہمارے یہاں بھی حالات بہتر ہوں اور وہاں بھی بہتر ہوں' ہمیں یہاں بھی اپنے فضل میں رکھنا اور وہاں بھی اپنے فضل میں رکھنا بلکہ اپنے سائے میں رکھنا اور یا اللہ ہمیں ہماری خواہشات سے نجات دے۔ آپ لوگ یہ دعا ہر روز مانگا کریں تو پھر آپ کی زندگی ایک دم ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ کہیں کہ یا

اللہ ہمیں ہماری خواہشات سے نجات دے۔ تو پھر آپ کی سب دعائیں پوری ہو جائیں گی۔ یا اللہ ہمیں تو اپنے فیصلے پر راضی رکھ۔ یا اللہ! جو تو نے دینا ہے وہ بغیر دعا کے دے دے اور جو تو نے نہیں دینا ہے اس کی دعا مانگنے کی توفیق ہی نہ دے' یا اللہ! تو اپنا کام کرتا جا اور ہمیں اپنے کام کے ساتھ راضی رکھتا جا۔ اگر پھر آپ یہ کہتے ہیں کہ ایک دو کام ہماری مرضی کے بھی ہونے چاہئیں تو آپ لوگ وہ کام بھی کر لیں ۔ آپ کے چھوٹے چھوٹے کام ہوتے ہیں' وہ بھی ہونے چاہئیں۔ آپ یہ دعا کیا کریں کہ یا اللہ تعالیٰ ہماری آرزوؤں کو پورا بھی فرما اور ان کی اصلاح بھی فرما' ہم پر کڑی آزمائشوں کا بوجھ نہ ڈال' یا اللہ! ہمیں ان امتوں کے انجام نہ دکھا جو ختم ہو گئیں۔ کچھ اُمتیں صرف ایک چنگھاڑ سے ختم ہو گئیں۔ اور پھر کہیں ایک لہر آئی اور اُمت کو بہا کر لے گئی۔ یا رب العالمین! ہمیں کسی ناگہانی صورتِ حال سے واسطہ نہ پڑے' ہم تیرے محبوب پاکؐ کے نام لیوا ہیں' ہم پر تھوڑی سی رعایت ہونی چاہئیے' ہم پر رحمت کے دروازے بند نہیں ہونے چاہئیں' ہم پر توبہ کے دروازے بھی بند نہیں ہونے چاہئیں' ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرما اور ہماری توبہ قبول فرما' ہماری توبہ یہ ہے کہ ہماری آرزو سے بھی توبہ ہے' اس لئے ہم پر رحم فرما اور ہمارے کاموں کو آسان فرما' یا رب العالمین ہماری زندگی کو آسان فرما' ہماری زندگی سادہ رکھ اور ہم پر اپنی رحمتیں اور نوازشیں بھیج' نوازش یہ ہے کہ ہمارے ماں باپ ہم پر راضی رہیں اور ہماری اولادیں ہماری تابع رہیں۔ یہ نوازش ہے کہ اولاد کی زندگی آپ کے مطابق ہو اور آپ کی زندگی آپ کے والدین کے مطابق ہو۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم

فرمائے۔ دنیا آپ پر راضی ہو' دین آپ پر راضی ہو' یہ زندگی آپ پر آسان ہو اور آپ کی اگلی زندگی بھی آپ کے لیئے بہتر ہو۔ آپ سب لوگ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سب کے حالات پر رحم فرمائے۔

سوال :۔

حضرت یعقوبؑ نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ میں اپنی شکایت اللہ کے ہاں پیش کرتا ہوں' تو وہ جو شکوہ ہے یا شکایت ہے کیا وہ اس قبیل میں نہیں آتی؟

جواب :۔

نہیں' وہ اس قبیل میں نہیں آتا' کہ میں اپنا گلہ' اپنا غم' اپنی دِقت اللہ کے رُوبرُو پیش کرتا ہوں۔ اس ضمن میں آپ ایک قِصہ سُن لو تو پھر آپ کو میری بات سمجھ آ جائے گی کہ میں کیا کہہ رہا تھا۔ اس زمانے میں پیغمبر سے زیادہ کوئی آدمی نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ پیغمبر اس وقت اپنی اُمّت کا ہیڈ ہوتا ہے۔ ایک پیغمبر کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اللہ سے پوچھا کہ کیا کوئی اور بھی صاحبِ علم موجود ہے اور اگر ہے تو مجھے اس سے آشنائی ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ فلاں آدمی سے جا کر ملو۔ تو موسیٰ علیہ السلام اس آدمی سے ملے۔ اس آدمی نے کہا کہ جیسا میں کرتا جاؤں آپ اس کو دیکھتے جاؤ اور نہ بولنا اور نہ ہی ٹوکنا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ ہم نہیں ٹوکیں گے۔ اس نے آگے جا کر کشتی توڑ دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ کس لیئے توڑ دی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ نہ میں بولوں گا اور نہ میں ٹوکوں گا۔ پھر ایک بچے کو مار دیا تو موسیٰؑ

نے کہا کہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے' یہ آپ نے کیا کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بولنے والی بات صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ نے وعدہ کیا تھا۔ پھر ایک گری ہوئی دیوار کو دونوں نے مل کر تعمیر کر دیا۔ اب حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا تو اس شخص نے کہا ھٰذا فراق بینی و بینک اب تمہارے ہمارے راستے الگ ہیں۔ پھر انہوں نے ہر واقعے کی وضاحت بیان کی۔ تو یہ پیغمبری علم اور ہے' یہ شریعت کا علم ہے لیکن اس شخص کے پاس ایک اور علم تھا۔ شریعت ظاہر کا علم ہے اور جو کچھ اس شخص نے Pass on کیا وہ آگے کی بات ہے۔ ایسی بات نہیں ہے کہ یہ بات پیغمبر پر آشکار نہیں ہوتی ہے بلکہ ضرور ہوتی ہے لیکن کبھی کبھی اس کے علاوہ بھی ہوتی ہے۔ تو دعا مانگنے کا شعبہ Correct ہے' صحیح ہے۔ حضور پاک ﷺ نے دعائیں مانگی ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے ساتھ ایک واقعہ ہو گیا کہ آپ کے صاحب زادہ صاحب وفات پا گئے تو آپؐ روئے بھی۔ آپؐ نے دعائیں مانگی ہیں بلکہ قدم قدم پر دعائیں مانگی ہیں' سب کے لیئے دعائیں مانگی ہیں اور چھوٹی چھوٹی بات کے لیئے آپؐ نے فرمایا کہ اگر جوتے کا تسمہ گم ہو جائے تو اللہ سے مانگو۔ ہم اس بات کی نفی نہیں کر رہے۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر اللہ کے ساتھ تعلّق ہو تو ایک راستہ ایسا بھی ہے کہ جہاں انسان بے آرزُو ہو کے چلتا جائے۔ شریعت میں تو ہر مقام پر دعا ہے۔ مثلاً" آئینہ دیکھنے کی دعا ہے کہ اللّٰھم انت حسنت خلقی فحسن خلقی "اللہ تعالیٰ میرا ظاہر جس طرح تو نے اتنا خوب صورت بنایا ہے اتنا میرا باطن بھی خوب صورت کر دے"۔ اور پانی پینے کی دعا اور کھانا کھانے کے بعد

کی دعا الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین جنازے کی دعا' مرنے کی دعا' زندگی کی دعا' پیسہ دینے کی دعا' پیسہ لینے کی دعا' شام کی دعا' مغرب کی کی دعا' اذان سننے کی دعا اور نماز پڑھنے کی دعا ہے بلکہ دعا ہی دعا اور دعاؤں کے اوپر دعا ہے اور پھر کون سی دعا نہیں ہے۔ اگر دوست گیا ہوا ہے تو یہ دعا کہ اس کی جدائی ختم ہو اور وہ مل جائے۔ تو اتنی دعائیں ہیں کہ "ربنا" سے قرآن پاک بھرا ہوا ہے۔" ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونا من الخٰسرین یا رب العالمین عطا فرما اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہم اٹھا نہ سکیں۔ ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقته لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکٰفرین یہ ساری دعائیں ہیں اور سار قرآن پاک ان سے بھرا ہوا ہے۔ رُبنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار یا اللہ ہماری دنیا بہتر کر' ہماری آخرت بہتر کر اور ہمیں آگ سے بچا۔ یہ بھی دعا ہے بلکہ سب ہی دعا ہے۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ صاحبانِ باطن پر ایسا آسان راستہ آیا کرتا ہے جہاں دعا کا مقام نہیں ہوتا۔ وہاں آپ اللہ کی تحویل میں ہوتے ہیں۔ بس آپ چل پڑو۔ تو یہ دعا کا راستہ جو ہے یہ احتیاط کا راستہ ہے' یہ کنارے کا راستہ ہے' آرام سے چلنے کا راستہ ہے لیکن ایک راستہ ایسا ہے جہاں اس کی مرضی پر کشتی کو چھوڑ دو اور کشتی خدا پر چھوڑ کر لنگر کو توڑ دو۔ تو ایک مقام ایسا ہوتا ہے۔ اس لیئے کبھی کبھی اس مقام کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ آپ لوگ تو یہاں تک آ گئے ہیں کہ دعاؤں کے ذریعے کارخانے چلتے ہیں مگر پیسہ مانگتے

مانگتے آپ غریبی تک پہنچ گئے ہیں، جوانی مانگتے مانگتے، صحت مانگتے مانگتے آپ پر بڑھاپا آ گیا ہے۔ آپ نے صحت کا بڑا خیال رکھا لیکن آخر کار صحت ہاتھ سے نکل گئی۔ آپ نے دوستوں کا بڑا خیال رکھا لیکن وہ بھی چلے گئے۔ بچوں کا بہت خیال رکھا، بہت ڈانٹ ڈپٹ کی لیکن وہ وہ سر نکال کر باہر ہو گئے۔ آپ نے بچوں پر کتنا کنٹرول کیا تھا؟ آپ کو یاد ہو گا کہ ہر وقت بچوں کو Attention الرٹ رکھا کہ خبردار ہمارے ساتھ دُو بدُو مت ہو جانا، رُوبرُو مت ہو جانا بلکہ چند قدم پیچھے ہو کر بات کرو لیکن بچوں نے پھر آپ کے سامنے آپ سے آنکھیں ملانی شروع کر دیں۔ یہ سب قدرت کے کھیل ہیں۔ اس لئے یہ جتنی کوششیں ہیں یہ تقریباً ساری کی ساری فیل ہو جاتی ہیں۔ اگر دعائیں ساری پوری ہو جائیں تو اتنا تو دنیا میں سامان نہیں ہے جتنی دعائیں مانگی جا رہی ہیں۔ مثلاً کوئی آدمی چاہتا ہے کہ چاند اس کو مل جائے اور کوئی سورج مانگ رہا ہے، کوئی ستارے مانگ رہا ہے لیکن وہاں صرف ایک چاند اور ایک سورج ہے اور وہ سب کو کدھر سے ملے گا۔ تو ہم نے آپ کو آسان سی بات بتائی ہے کہ یا رب العالمین جو تو فیصلہ کرتا ہے ہمیں منظور ہے۔ آپ لوگ دعا مانگا کرو۔ دعا مانگنے کا حکم ہے اور یہ شریعت والی بات ٹھیک ہے لیکن یا تو آپ یہ کہیں کہ آپ کی سب دعائیں منظور ہوئی ہیں مگر آپ تو صرف دعائیں مانگتے جا رہے ہیں اور اللہ کریم اپنی مرضی کرتا جا رہا ہے۔ تو پھر آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ یا اللہ جو تُو کرتا جا رہا ہے وہ ہمیں منظور ہے اور یا اللہ کرنی تُو نے اپنی مرضی ہے تو ''ڈاڈھا'' ہے کیونکہ مالک جو ہوا۔ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو یہ کہے گا کہ مرنے والا مر جائے۔ سب مرنے

والے کو بچانا چاہتے ہیں اور ڈاکٹر بھی اسے بچانا چاہتے ہیں۔ پھر ڈاکٹر کہتا ہے کہ مریض بچ گیا اور جب چار مہینے کے بعد ہم گئے تو ڈاکٹر بھی مر گیا تھا اور مریض بھی مر گیا تھا۔ کون بچ گیا؟ کوئی بھی نہیں بچا۔ آج تک کوئی بھی نہیں بچا۔ نہ ڈاکٹر بچے ہیں اور نہ مریض بچے ہیں۔ اس دنیا میں بچتا کوئی بھی نہیں ہے! اس لئے آپ لوگ مہربانی کریں، نہ لمبی عمر کی دعائیں کریں اور نہ بہت مال کی دعائیں کریں بلکہ اس کے فضل کی دعا کریں۔ اگر اللہ کا فضل آپ پر ہو جائے تو آپ زندگی پر راضی ہونا شروع ہو جائیں گے اور یہ سب سے بڑی دعا ہے "تاکہ خیر خیریت کے ساتھ آپ کا سفر ہو۔ اس لئے آپ نے جو سوال کیا ہے وہ ٹھیک ہے۔ پیغمبر نے دعا بتائی ہے اور یہ دعا اُمّت کے لئے بتائی ہے کہ ایسا ہے کہ میں گِلہ اور اپنا کیس اللہ کے حوالے کرتا ہوں، اپنا غم بھی اللہ کے رُوبرُو پیش کرتا ہوں، فیصلہ بھی وہی کرے گا اور فیصلہ تو اللہ نے کر دیا کہ بینائی قمیض کے ساتھ ہی واپس آ گئی، بیٹے کی یاد آ گئی اور بیٹا زندہ ہو گیا۔

سوال :۔

دعا کے سلسلے میں پوچھنا یہ تھا کہ میرے تصوّر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی دعا نامقبول نہیں ہوتی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب :۔

یہ آپ اس وقت کہہ سکتے ہیں جب آپ کا تقاضا خیر کا ہو اور جب آپ شر میں ہوں تو پھر آپ کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ آپ کیا دعا مانگ رہے ہیں۔ آپ یہ دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ پیسہ دے اور آپ لوگ ہر وہ

چیز مانگتے ہیں جو کافروں نے بغیر ایمان کے حاصل کی ہے۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کافر کو تو بغیر ایمان کے ہر شے مل گئی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ یا اللہ پیسہ دے، یا اللہ عزّت دے اور مجھے پھر وہ فقرہ دُہرانا پڑے گا کہ آپ کی دعا یہ ہے کہ یا اللہ ہمیں زندگی فرعون کی دے اور عاقبت موسیٰؑ کی دے۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ جو ہے وہ مہربانی کرتا ہے اور آپ کی ناروا دعائیں منظور نہیں ہوتیں۔ کبھی آپ جنّت میں جانے والوں سے پوچھو کہ کس طرح تم لوگ یہاں آئے ہو؟ ان میں سے آدھے لوگ بتائیں گے کہ اس لیئے کہ ہماری آدھی دعائیں پوری نہیں ہوئی تھیں۔ آپ لوگ شُکر کریں کہ وہ بات پوری نہیں ہوئی جو آپ مانگ رہے تھے۔ اور اس طرح جنّت میں پہنچ جائیں گے ورنہ جو آپ مانگتے ہیں وہ تو عذاب ہوتا ہے اور آپ کو پتہ ہی نہیں ہوتا۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ عین ممکن ہے کہ تم وہ چیز پسند کرو جو تمہارے لیئے بری ہو اور ناپسند کرو وہ چیز جو تمہارے لیئے بہتر ہو وعسٰی ان تکرھوا شیئا وھو خیرلکم وعسٰی ان تحبوا شیئا وھو شرلکم تو ممکن ہے تم ناپسند کرو وہ چیز جو تمہارے لیئے بہتر ہے اور ممکن ہے تم پسند کرو وہ چیز جو تمہارے لیئے بہتر نہیں ہے۔ جب تک پسند اور ناپسند کی اصلاح نہ ہو تو دعا نہیں کرنی چاہیئے۔ آپ لوگ ایک مثال سن لو، کہ ایک آدمی اللہ کے دربار میں دعا کر رہا تھا اور بڑے زور و شور سے دعا میں مصروف تھا تو وہاں سے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے جبریل امینؑ کا گزر ہوا، انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص بڑے زور شور سے دعا کر رہا ہے۔ اس دعا کرنے والے نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرا نام جبریل ہے۔ اس نے کہا

کہ میں اللہ کے حضور دعا کر رہا ہوں، آپ تو اللہ کے مقرّب فرشتے ہیں، آپ میری دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچا دینا۔ جبریل نے کہا کہ بولو آپ کو کیا چاہیئے۔ اس نے ابھی دو فقرے بولے تو جبریل نے کہا کہ میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں اور اسے اللہ کے ہاں پہنچا دوں گا اور باقی کی بات انہوں نے سنی ہی نہیں۔ اس نے کہا کہ آپ نے میری بات سنی ہی نہیں تو وہاں کیا پہنچا دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں سمجھ گیا ہوں اور میں اللہ سے یہ کہہ دوں گا کہ تیرا فلاں بندہ تجھے یہ کہہ رہا تھا کہ اپنے علاوہ مجھے سب کچھ دے دے اور اے باری تعالیٰ میری کائنات میں آپ خود نہ آنا۔ کیا آپ لوگوں کی دعا میں اللہ تعالیٰ کو بلانا شامل ہے کہ یا اللہ کبھی تو بھی یہاں آ، میری کائنات تم پر نثار ہو اور میری قربانیوں کو قبول فرما۔ آپ تو اللہ سے صرف یہ کہتے ہیں کہ بس دیتا جا۔ اب ایک بار پھر دعا کرو کہ یا اللہ! تو ہم پر مہربانی فرما، آسانی عطا فرما، ہماری گھریلو زندگی کو آسان فرما اور ہم پر تو اپنی نوازشیں عام فرما، یا رب العالمین ہم پر ہمارا اِدراک آسان کر دے، ہمارے پردے اٹھا دے، ان کو کھول دے، یارب العالمین ہمیں دنیا کی آسانی عطا فرما دے اور دین کی آسانی عطا فرما دے۔

صلی اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا وشفیعنا سیدنا و سندنا و مولٰنا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ واھل بیتہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

..... ☆ .....

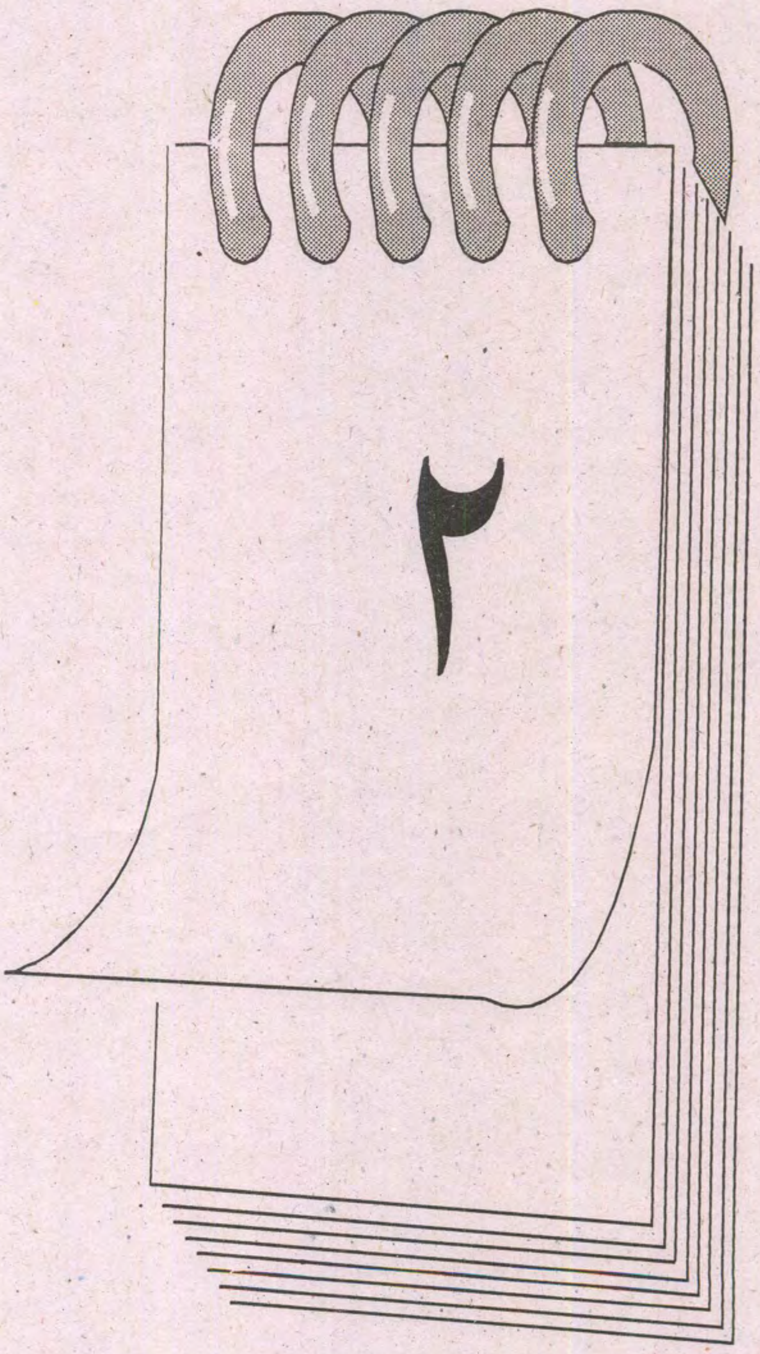
۲

۱ اللہ کے اسماء کی کیا اہمیت ہے اور ان کو پکارنے
کے کیا آداب ہیں؟

۲ اللہ کو کس طرح اور کس نام سے پکارنا چاہیے؟

۳ آپ نے فرمایا ہے کہ اسم کسی سے پوچھ کر پڑھا کریں۔
لیکن آج کل تو کامل پیر کا ملنا بہت مشکل ہے!

۴ اسم "علی" کے بارے میں کچھ فرمائیں!

۵ مجھے غصہ بہت آتا ہے، ایسی صورت میں کیا کروں؟

۶ جس طرح بزرگ پر اللہ کا کرم ہوتا ہے کیا ہم پر
بھی رحم ہو سکتا ہے؟

۷ آپ کی باتیں آسان لگتی ہیں مگر جب عمل کرنا چاہتے ہیں
تو بڑی مشکل ہوتی ہے؟

سوال :۔

اللہ کے تو کئی اسماء ہیں' ان کی کیا اہمیت ہے اور انہیں پکارنے کے کیا آداب ہیں؟

جواب :۔

اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا یاد کرنے سے پہلے یاد کی وجہ رکھتا ہے۔ تو آپ کبھی اللہ کو یاد کرنے والے تو بنیں۔ مثلاً" ایک آدمی بیمار ہے اور اللہ کو یاد کر رہا ہے تو یاد کرنے کی وجہ اس کے پاس ہے اور وہ بیماری ہے۔ ایک آدمی غریب ہے اور اللہ کو یاد کر رہا ہے تو یاد کرنے کی وجہ اس کے پاس غریبی ہے یا غریب الوطنی ہے۔ ایک آدمی جو ہے وہ کسی دِقّت میں ہے تو وہ اللہ کو یاد کرتا ہے۔ ویسے دِقّت لوگ خود بنا لیتے ہیں اور یہ ہوتی تو نہیں ہے مثلاً" یہ کہ بچوں کی شادی کرنی ہے تو بڑی دِقّت ہے حالانکہ یہ دِقّت کی بات نہیں ہے۔ سبھی لوگ کہتے ہیں کہ دِقّت ہے اور دعا کی جائے کہ بچوں کی شادیاں ہو جائیں۔ شادیاں تو سب کی ہو ہی جاتی ہیں۔ کیا ان کی شادی نہیں ہو گئی تھی جو اب دعا کرا رہے ہیں۔ تو دعا کی

وجہ موجود ہے۔ اس لئے یاد کرنا بعد میں ہے اور یاد کرنے کی ضرورت پہلے ہے۔ یاد کرنے والا تب یاد کرنے والا بنے گا جب اس کے پاس یاد کرنے کی وجہ موجود ہو۔ لہٰذا یاد کرنے والا یاد کرنے کا اسم اپنے پاس مضبوط رکھے گا۔ یہ دیکھنا چاہیئے کہ یاد کرنے والا ضرورت کی وجہ سے یاد کر رہا ہے یا محبّت کی وجہ سے یاد کر رہا ہے اور محبّت کرنے والا اللہ تعالیٰ کو محبّت میں کچھ کہہ لے، جائز ہے مثلاً" آپ خانہ کعبہ سامنے رکھتے ہیں اور اللہ کا تصوّر کر کے پڑھتے ہیں۔ کیا کبھی خانہ کعبہ بھی اللہ بنا؟ یہ تو محبت کی بات ہے کہ وہ ایسا تصوّر کرتا ہے۔ تو گویا محبّت میں جو بھی آپ پکاریں وہ جائز ہے، اللہ کو آپ عِشق کہہ لیں، محبّت کہہ لیں، حُسن کہہ لیں، قوّت کہہ لیں یا طاقت کہہ لیں، محبّت کے اندر یہ جائز ہے۔ تو محبّت والوں کا وظیفہ کچھ اور ہے باقی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کو پکارنے کی وجہ ہی اس کو نام دے گی کہ کون سا نام پکارنا چاہیئے۔ جس کے ہاں اولاد نہیں ہو رہی ہے وہ "خالق" کو پکارے گا، جس کا وارث نہیں مل رہا وہ وراثت والے "خیر الوارثین" کو پکارے گا۔ کسی کو خدا نخواستہ کوئی ایسی تکلیف ہو رہی ہے کہ وہ توبہ کے بعد پھر گھبرا جاتا ہے تو وہ "یا الباعث" کو پکارے گا اور جس کو منجملہ خرابیوں میں سے اچھی زندگی چاہیئے وہ "یا وُدُود" کو پکارے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء جو Already موجود ہیں ان اسماء کے ساتھ ان کی صفات ہیں اور ان کے ساتھ ایک واردات بھی ہے۔ کوئی ایک اسم پکارا جا سکتا ہے۔ اور جس اسم کو پکارنے کے لئے آپ کو کہا جائے، کوئی آپ سے اس اسم کا کہے تو وہ اسم آپ کے لئے اسمِ اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء جو ہیں یہ سارے کے سارے اسمِ

اعظم ہی ہیں، ہیں الگ الگ لیکن جو کارگر ہو جائے وہ اسمِ اعظم ہے۔ تو اعظم کا ہر اسم جو ہے وہ اسمِ اعظم ہوتا ہے اور اکبر کی ہر صفت ہی اکبر ہوتی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں "اللہ اکبر" تو اصل میں آپ تلوار چلا رہے ہوتے ہیں یا چھری چلا رہے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ جو کام اللہ کے لیئے کر رہے ہیں اس پر اللہ اکبر پڑھنا ہے ورنہ چھری کے ساتھ "اللہ اکبر" کا کوئی تعلّق نہیں۔ جو اسم آپ پکاریں وہ اجازت کے ساتھ پکارنا چاہیئے - یہ بات یاد رکھنی ہے۔ کہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء کو کتاب سے پڑھ کے شروع نہ کر دینا کہ "یا عزیز" شروع کر دو، "یا حکیم" شروع کر دو، "یا لطیف" شروع کر دو اور "یا خبیر" شروع کر دو۔ ایسے پڑھتے پڑھتے کہیں آپ گم نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ ہر اسم کے ساتھ اس کی اپنی زکوٰۃ ہے، اس کی اپنی ایک Form ہے، اس کا اپنا ایک طریقہ ہے، اس کے ساتھ اور لوازمات ہیں، کچھ اسم جلالی ہیں۔ اگر گرم ذکر کیا جائے تو اس کے ساتھ کچھ نرم واقعات بھی ہونے چاہئیں۔ پھر اس میں کچھ خوراک کی بھی احتیاط ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے اسماء کو پکارنے کے ساتھ خوراک کا تعلّق ہے، عادات کا تعلّق ہے، کچھ اسماء ایسے ہیں جن کے ساتھ خاص قسم کا گوشت نہیں کھاتے، جو Otherwise عام طور پر کھاتے رہتے ہیں مثلاً" Beef یا بڑا گوشت منع کر دیا جاتا ہے اور کسی اسم کو پکارنے میں لہسن کھانا منع ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں مگر منع ہیں۔ مگر کچھ ایسے اسماء ہیں جن کو پکارنے کے لیئے صرف "لحم" ہوتا ہے اور صرف طیُور کا گوشت کھاتے ہیں۔ کچھ اسماء ایسے ہیں جنہیں پانی میں ہاتھ رکھ کے یا پاؤں رکھ کے پکارا جاتا ہے، ورنہ

اللہ کی جلالت مآبی کے ساتھ آپ جل جائیں گے۔ ایسے اسماء پڑھنے میں قربِ دریا ہوتا ہے۔ پُرانے بزرگ دریاؤں کے ساتھ ذکر کرتے تھے، صبح صبح دریا کے پاس ذکر کرتے تھے اور کچھ بزرگ دریا کے اندر بھی جاتے تھے۔ کچھ ایسے اسماء ہوتے ہیں جن کو آدھی رات میں پکارتے ہیں مثلاً "ھُو کا ذکر جو ہے یہ نصف شب، نیم شب کے بعد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ اسماء ایسے ہیں جو صرف ویرانوں میں پکارے جاتے ہیں۔ آبادی کے اندر کی پکار جو ہے یہ اور طرح سے ہے۔ اس لئے ضرورت کے وقت پکارنا اور طرح سے ہے۔ "یٰسٓ" جو ہے یہ اور طرح سے پکاری جاتی ہے۔ انسان جب قرآن کریم کی سورتیں پڑھنے لگے، یٰس پڑھنی شروع کردے تو آپ سمجھیں کہ خیریت ہے بلکہ بہت زیادہ خیریت ہے۔ تو ہر آیت کا الگ مفہوم ہے، ہر اسم کا ایک مفہوم ہے، اس کا الگ Grade ہے، الگ Form ہے، الگ بندشیں ہیں اور الگ خوراک ہے۔ کچھ ایسے اسماء ہیں جن کے ساتھ مسلسل خیرات کرنی پڑتی ہے۔ پہلے دن ایک رائج الوقت سِکّہ خیرات کرتے ہیں، پھر بڑھاتے جاتے ہیں حتیٰ کہ اس اسم کے عدد کے برابر آ جائے۔ تو آپ کو اب معلوم ہو گیا ہو گا کہ کسی بندے کو اللہ تعالیٰ کا نام پکارنے کے لئے کیا کیا پابندیاں کرنی ہیں۔ ایک سوال یہ ہے کہ اللہ کو جب پکارتے ہیں تو کیا سارے لوگ "اللہ" ہی کہیں یا کچھ لوگ جو ہیں "یا وہاب" کہیں یا اور اسم پکاریں۔ آپ اللہ کریم کا جو نام پکارتے ہیں یہ صرف ضرورت کے وقت پکارتے ہیں۔ تو صرف ضرورت ہی کے مطابق یہ اسم ہونا چاہیئے۔ جو آدمی خدانخواستہ کسی گناہ میں پکار رہا ہے کہ یا اللہ معافی دو تو وہ معافی کرنے والے اسم کو

پکارے "یا رحیم" کو پکارے، "یارحمٰن" کو پکارے اور "یاقہار" کو نہ پکارے۔ "یا قہار" بھی اللہ ہی کا اسم ہے یہ پکار بھی ہے مگر اس کا مطلب کچھ اور ہے، "یاقہار" اس وقت پکارا جاتا ہے جب دشمن بلا سبب ظالم ہو جائے۔ دشمن کے ساتھ جھگڑا جو ہے اس میں دشمن ظالم نہیں کہلاتا کیونکہ یہ تو مقابلہ ہے جو ہونا چاہیئے لیکن جب دشمن ظالم ہو جائے کوئی طاقتور آدمی ظالم ہو جائے تو پھر "یا قہار" کو پکارا جاتا ہے کہ "یا قہار" ذرا جلوہ دکھا اپنی قوت کا! اس لیئے اللہ تعالیٰ کے نام کو پکارنے کے لیئے پہلی بات یہ ہے کہ آپ کی ضرورت کیا ہے؟ پھر اس ضرورت کے بعد اللہ تعالیٰ کا وہ اسم پوچھیں کہ کون سا اسم آپ کو پکارنا چاہیئے۔ پھر آپ کو بتانے والے بتا دیں گے کہ یہ اسم پکاریں۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ ہر اسم کے ساتھ پھر یہ ایک قربانی یا Sacrifice دینی ہوتی ہے اور اس کے اعداد نکالنے ہوتے ہیں۔ اعداد کیا ہوتے ہیں؟ ابجد کا ایک علم ہے۔ اس اسم کے اعداد نکالنے پڑتے ہیں۔ آپ کو اگر یہ وظیفہ ملا کہ "یا نُور" پکارو تو "یا نُور" کے اعداد جمع کر لیں۔ جتنے بھی اس کے اعداد بنتے ہیں اس کے مطابق خیرات شروع کر دیں، جتنی بھی آپ کر سکیں۔ اس خیرات کو ایک سے شروع کر کے بڑھاتے جائیں حتیٰ کہ وہ عدد آ جائے جو اس اسم کا عدد ہے۔ کوئی اسم ایسا نہیں جس کو آپ مستقل طور پر پکارتے جائیں۔ جوں جوں آپ کے حالات بدلتے جاتے ہیں، اسی طرح اسمائے الٰہی بھی آپ کے لیئے بدلتے جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ ساتھ ساتھ آپ کو بتایا جاتا ہے کہ یہ کرو اور وہ کرو حتیٰ کہ عام طور پر ننانوے کے ننانوے اسماء کا ورد آپ کو کرا دیا جاتا ہے۔ اس میں ضروری بات یہ ہے

کہ وہ اسم پکاریں جیسی ضرورت ہو یا جیسا بتایا جائے اور اس اسم کو اس کے آداب کے مطابق پکاریں۔ ایک اور جگہ پر ایک اور بات بتائی گئی ہے کہ اگر ننانوے آدمی اکٹھے بیٹھے ہوں اور ہر آدمی ایک ایک اسم کا عامل ہو، قاری ہو یعنی اس نے وظیفہ کیا ہوا ہو اور وہ سارے ایک جگہ پر بیٹھیں تو دشمن کے خلاف مکمّل قوت بن سکتی ہے اور اپنے ملک کے لئے، اپنے وطن کے لئے مکمّل مظہرِ الٰہ صورت بن سکتی ہے۔ اللہ ایک ایسا نام ہے جو ذاتی ہے باقی سب نام صفاتی ہیں۔ لفظ اللہ کیا ہے؟ یہ ذات ہے اور باقی اسماء صفات ہیں اللہ کی صفات کے ننانوے عامل مل کر اگر ذات کو پکاریں، اسم "اللہ" کو پکاریں تو ذات جو ہے وہ ضرور Respond کرتی ہے، ضرور جواب دیتی ہے۔ وہ جو پہلے لوگ تھے وہ اور طرح کے تھے اور وہ اس لئے تھے کہ ان کے پاس اسماء کا عمل تھا اور وہ صرف پکارا کرتے تھے اور آپ لوگ آدھا گھنٹہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور دو گھنٹے خواہشات کو دیتے ہیں، اللہ کا گلہ کرتے ہیں اور گناہ کرتے ہیں، تو یہ تو مصیبت در مصیبت ہو گئی۔ اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ نے میری بات نہیں سُنی۔ اللہ اگر آپ کی بات سنتا تو آپ کے کہنے پر دو چار بندے ویسے ہی مار دیتا کیونکہ وہ لوگ آپ کے دشمن ہیں اور آپ کے مطابق فی النّار ہو جائیں، فی السقر ہو جائیں، تباہ ہو جائیں اور برباد ہو جائیں۔ اسم کو پکارنے والے کہتے ہیں کہ سب کی خیر ہو جائے، ان کی بھی خیر ہو جائے جو ہمیں اچھا نہیں سمجھتے۔ کم ہی لوگ یہ کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق خوشی سے کام کرنے دینا بہت کم لوگوں کا کام ہے ورنہ عام طور پر لوگ اللہ کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتے

ہیں۔ ہر آدمی یہ چاہے گا کہ میرے پاس مالِ دنیا زیادہ ہو' اگر یہ بتا دیا جائے کہ اللہ غریبوں پر زیادہ راضی ہوتا ہے تو پھر بھی کم لوگ یہ کہیں گے کہ یااللہ تو راضی ہونے کے لئے مجھے بھی غریب کردے بلکہ وہ کہیں گے یا اللہ تو راضی رہ اور پیسے بھی دیتا جا۔ اللہ کو اللہ کی مرضی کے مطابق چلتے رہنے دینا بہت کم لوگوں کا کام ہے کیونکہ عام لوگ جو ہیں وہ جلد گھبرا جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے اسماء کیسے پکارتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے اسماء کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مرضی سے شروع کیا جائے' شروع کرنے کے بعد اس کے آداب کے مطابق چلایا جائے اور پھر بھی اس کے بعد اسی کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ تیری عنایت ہے کہ جو تُو چاہے کرے۔

ڈبو دے یا اسے تُو پار کر دے

یہ اللہ کی اپنی مرضی ہے' پھر کشتی کو خدا کے حوالے کر کے چھوڑ دیا جائے۔ تو گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ اللہ کے کس اسم کو پکارا جائے؟ اب یہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ اپنے نام کے اعداد اکٹھے کریں۔ فرض کریں آپ کے نام کے اعداد جو ہیں وہ ۴۲۱ ہوں تو آپس میں ان اعداد کو جمع کرلیں' تو یہ سات ہو جائیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے جو اسماء ہیں ان میں ہر اسم کا ایک عدد نکل آئے گا تو اللہ کے اسم کا وہ عدد جو آپ کے نام کے عدد کے ساتھ Agree کرتا ہے' Tally کرتا ہے' اس اسم کا آپ ورد کرنا شروع کردیں تو وہ اسم آپ کے لئے اسمِ اعظم ہوگا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے اور یہ وظیفہ دینے والے اور تعویز لکھنے والوں کی طرف سے ایسی

بات بتائی گئی ہے۔ مگر اللہ کا ذکر چلتا رہے گا' اس کا کوئی نہ کوئی کھیل چلتا رہے گا جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو گا۔ اللہ کے جس اسم کو آپ شوق سے پکاریں گے' وہ اسمِ اعظم بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ہر اسم جو ہے اسمِ اعظم ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت جو ہے وہ اسمِ اعظم ہے' اگر اللہ کا اسم "قوی" ہے تو وہ قوی ہے' اس کی ہر صفت حق ہے۔ اللہ کے اسم کو کسی کی اجازت سے پکارنا چاہیئے تاکہ آپ کو ان کے آداب کا پتہ ہو اور کہیں ایسا نہ ہو کہ پکارتے پکارتے آپ کا ذہن آوٹ ہو جائے۔ اس میں بڑی احتیاط چاہیئے۔ عام طور پر اللہ تعالیٰ کا اسم پکارنے سے پہلے دُرود شریف Sufficiently پڑھ لیا جائے۔ بہت کثرت سے پڑھا جائے اور پھر اللہ کا اسم پکارا جائے' پکارنے کے بعد پھر کثرت سے دُرود شریف پڑھ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو صرف پکارا جائے اور اسے مجبور نہ کیا جائے۔ وہ مجبور نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مالک ہے۔ فارمولے کے مطابق آپ اسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے آپ کو دو سو دفعہ پکارا ہے لہٰذا آپ ہماری یہ بات ضرور پوری کریں کیونکہ آپ نے کتاب میں لکھا ہے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ آپ کی بات پوری کرے یا نہ کرے۔ اس کا یہ اختیار رہنے دو۔ اگر اس کا ارادہ ہو گا تو پوری کر دے گا اور ارادہ ہو گا تو بِن مانگے دے دے گا۔ اگر وہ نہ دینا چاہے تو مانگنے والوں کو نہ دے۔ چاہے تو غریبوں کے گھر میں سہولت پیدا کر دے' دولت مندوں کے گھر میں غریبی پیدا کر دے' نہ ماننے والوں کے گھر میں پیغمبر پیدا کر دے اور پیغمبر کے گھر میں نافرمان پیدا کر دے۔ وہ مالک ہے۔ اس لئے اس کو اس کے مقام پر رہنے دیا جائے۔ تو سب سے ضروری اسم کیا ہے؟ لوگ ایسے بھی

پکارتے ہیں کہ اے حضرت محمدؐ کے اللہ! اے خدائے مصطفیٰؐ! "یا اللہ" جو ہے یہ سارے کا سارا جامع اسم ہے۔ "یا اللہ" پکارنے سے سب کام ہوتا ہے مگر اسے ضرورت کے علاوہ پکارا جائے اور شوق سے پکارا جائے۔ پھر جو اسم پکارا جائے گا وہ صحیح ہے۔ اگر آپ ضرورت میں اسم پکاریں گے تو پھر آپ وہی ضرورت کے لوگ ہی ہوں گے جو کہ جب بھی داتاؒ کے دروازے جاتے ہیں کوئی نہ کوئی سوال لے کے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اگر وہ ضرورت پوری ہو جائے تو فارغ ہو جاتے ہیں ورنہ باغی ہو جاتے ہیں۔ تو ضرورت میں پکارنے والا دونوں حالتوں میں خدا کو چھوڑ جائے گا۔ یعنی اگر اس کی ضرورت پوری ہو گئی تب بھی وہ خدا کو چھوڑ جائے گا اور ضرورت پوری نہ ہوئی تب بھی خدا کو چھوڑ جائے گا۔ ضرورت والا شخص کہتا ہے کہ میں نے دس سال اس کو پکارا' بڑی نمازیں پڑھیں' بڑی عبادتیں کیں' تسبیح کرتے رہے' تہجد پڑھتے رہے مگر وہ واقعہ ہو گیا ہے جو واقعہ نہیں ہونا چاہئے تھا اور اس سے دل ہمارا ٹوٹ گیا ہے' خدا نے میری بات نہیں سنی۔ تو ایسا شخص بات پوری نہ ہونے پر خدا کو چھوڑ جائے گا اور اگر اس کی بات پوری ہو گئی تو بھی وہ خدا کو چھوڑ جائے گا۔ مثلاً" اس کی بات پوری ہو گئی تو وہ کہے گا کہ اللہ کی مہربانی ہے' اب کارخانہ چلنے لگ گیا ہے لیکن اب اس کی یاد کا وقت میرے پاس نہیں ہے لہذا ضرورت میں اللہ کو پکارنے والا ضرورت پوری ہو جائے تو اللہ کو چھوڑ جاتا ہے اور ضرورت پوری نہ ہو تو بد دل ہو کے چھوڑ جاتا ہے۔ تو آپ ضرورت کے بغیر ہی اللہ کو پکارا کریں۔ پکارنا آپ کا کام ہے اور آپ پکارتے جائیں۔

سوال :۔

اللہ کو کس طرح اور کس نام سے پکارنا چاہیئے!

جواب :۔

یہ الگ الگ لوگوں کے لیئے الگ فارمولا ہے۔ آپ کے لیئے بہتر یہ ہے کہ آپ لوگ دُرود شریف پڑھیں، کثرت سے دُرود شریف پڑھا کریں اور اُس کے اسم کے بارے میں اور وِرد کے بارے میں پوچھیں۔ آپ اپنے اپنے کارڈ پر اپنے اپنے نام لکھ کے دے دیا کریں تو میں آپ کو بتا دیا کروں گا۔ اگر آپ کو پوچھنے کی کوئی ضرورت ہوئی تو میں آپ کو بتا دوں گا۔ مگر میں نے آپ کو General وِرد بتایا ہے کہ جس آدمی کے پاس پیسہ ہے وہ پیسہ تقسیم کرے، جس آدمی کے پاس غصّہ ہے وہ غصّہ نرم کرے اور کم کرے۔ یہ اللہ کا وِرد کرے۔ آپ ہر حال میں اللہ کو یاد کر سکتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کا گِلہ نہ کیا کرو، تو یہ اللہ کی یاد ہے۔ آپ لوگوں کو معاف کر دیا کریں اور غلطی کرنے والے کو چھوڑ دیں تو یہ اللہ کی یاد ہے۔ تو اللہ کو یاد کرنا بہت آسان ہے۔ وِرد کے طور پر بھی اس کو یاد کریں لیکن اس کے لیئے آداب ہیں۔ آپ باوضو ہو کے اللہ کو پکاریں اور خلوص سے پکاریں۔ ایک بات وارننگ کے طور پر Generally سب کو میں بتا رہا ہوں کہ اللہ کو پکارنے والا اپنے دل میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے محبّت یا کسی اور سے نفرت نہ رکھے۔ یہ ضروری بات ہے اور پابندی ہے۔ پکار اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اس میں اللہ کے علاوہ کوئی شامل نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ کے علاوہ پکار تو فانی کی بات ہے یا فنا کی بات

ہے۔ تو آپ غیر اللہ کی محبت نہ رکھیں یا اشیاء کی محبت نہ ہو کیونکہ اشیاء فانی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا اسم پکارنے کے لیئے اللہ کی طرف لے جانے والے چہروں کو یاد رکھیں اور اللہ کے خلاف لے جانے والی چیزوں سے گریز کریں۔ کچھ باتیں ہیں جو اللہ کی طرف لے جاتی ہیں اور کچھ باتیں ہیں جو اُس سے دُور لے جاتی ہیں۔ تو جو اللہ سے دُور لے جانے والی باتیں ہیں، آپ ان سے بچیں۔ پھر آپ کو اللہ تعالیٰ کے نام کا وِرد فائدہ دے گا۔ اللہ کے اسم کی خوبی یہ ہے کہ پہلے آپ الفاظ میں "اللہ" پکارتے ہیں پھر زبان پہ وِرد آ جاتا ہے اور جب زبان خاموش ہو جاتی ہے تو بھی یہ اسم دل میں چلتا رہتا ہے اور پھر رُوح کے اندر چلتا رہتا ہے، تب ایسا ہوتا ہے کہ آپ اپنے کام کر رہے ہوتے ہیں اور اللہ کا وہ اسم جو ہے وہ جاری رہتا ہے۔ آپ جب اس مقام پر آ جائیں تو بس یہ سمجھیں کہ اسمِ اعظم جاری ہو گیا ہے۔ جب آپ کو پتہ ہی نہ چلے اور آپ کے اندر وہ وِرد اور وظیفہ چلنا شروع ہو جائے تو یہ اعلیٰ مقام ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ پہلے الفاظ میں وِرد چلتا ہے، پھر خیال میں چلتا ہے، پھر وہ خیال سے بھی باہر ہو کر رُوح کے اندر چلتا رہتا ہے اور کئی انداز سے چلتا رہتا ہے۔

سوال :۔

آپ نے فرمایا ہے کہ اسم کسی سے پوچھ کے پڑھا کریں لیکن آج کل تو کامل پیر ملنا بہت مشکل ہے؟

جواب :۔

جنہیں پیر و مرشد نہ ملیں وہ ایک کتاب ضرور پڑھے اور وہ کتاب

"کشف المحجوب" ہے۔ اس سے اس شخص کو سلوک کا راستہ سمجھ آ جائے گا۔ کہتے ہیں جس کو کوئی پیر Available نہ ہو، اگر وہ کشف المحجوب پڑھے تو اس کو پیر کا راستہ مل جائے گا۔ داتا صاحبؒ کا فیض عام طور پر یہ ہے کہ جو وہاں جاتے ہیں اُن کو ضرور زندگی میں کوئی نہ کوئی کامل انسان مل جاتا ہے جو اسے ڈائریکٹ بات سمجھا دیتا ہے۔

سوال :۔

اسم "علی" کے بارے میں کچھ فرمائیں۔

جواب :۔

علی کو اگر اسمِ اعظم مان لیا جائے تو اسم "علی" تین جگہ پر ہے۔ ایک تو یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام ہے اور علی ہجویریؒ کا یعنی داتا صاحبؒ کا نام ہے۔ جب آپ اسمِ "علی" پکاریں تو آپ کو یہ پتہ ہونا چاہیئے کہ ان تین اسماء میں سے کس کو پکار رہے ہو۔ اس لیئے یہ پہچان کے پکارنا چاہیئے۔

آپ دعا کریں کہ یا اللہ تو بہتر جانتا ہے کہ میرے لیئے کیا بہتر ہے۔ پس تُو مجھے وہ دے جو تجھے پسند ہو اور رکھ راضی اُس پر جو تُو نے تقسیم کیا میرے لیئے چاہے وہ غم ہے اور چاہے وہ خوشی ہے۔ کسی چیز کو قبول کرنے میں دِقّت کا نام غم ہے۔ تو غم کیا ہے؟ ہمارا نام ہے۔ تو غم کسے کہتے ہیں؟ جب اللہ کی جانب سے آنے والی کوئی چیز قبول کرنے میں ہمیں دِقّت محسوس ہو رہی ہو تو ہم اسے غم کہتے ہیں۔ اگر غم قبول کر لیا جائے تو اللہ اور ہم ایک پارٹی ہو گئے اور ایک جماعت ہو

گئے۔ یعنی اگر اللہ کہے کہ ہم تمہارے باغ کا سب سے خوبصورت پھول لے جانا چاہتے ہیں تو رضا والا کہے گا کہ باغ ہی آپ کا ہے اور آپ مالک ہیں، اس باغ سے جو مرضی لے جائیں۔ لیکن اس نے کیا لے جانا ہے۔ دینے والا بھی وہ ہے اور لے جانے والا بھی وہ ہے، اِدھر بھی وہ ہے اور اُدھر بھی وہ ہے، اوّل بھی وہ ہے اور آخر بھی وہ ہے، ظاہر بھی وہ ہے اور باطن بھی وہ ہے۔ ہم اس کو اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ لہٰذا آپ اس کو اپنی مرضی کا مکمّل اختیار دے دیں۔ اگر نہیں دیں گے تو بھی اس نے اختیار استعمال کر لینا ہے کیونکہ سارا اختیار اس کا ہے۔ لہٰذا آپ اپنی مرضی کا اختیار مکمّل طور پر اسے دے دیں۔ یہ عجب بات ہے کہ جہاں پر لوگوں کو مرضی نہیں کرنے دینی چاہیئے وہاں آپ انہیں مرضی کرنے دیتے ہیں اور جس کا اختیار ہے اسے آپ اختیار نہیں دیتے۔ یہاں سے دِقّت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ مانگو کہ یااللہ ہمیں اپنی مرضی سے وہ عطا فرما جو تو عطا فرمانا چاہتا ہے اور ہمیں اس عطا پر راضی رہنے کی توفیق دے کیونکہ ہم کم عقل لوگ ہیں اور ہمیں سمجھ نہیں آتی ہے، ہم تو کچھ غلط ہی مانگ لیں گے۔ اگر آپ کو اپنی دعاؤں کی منظوری کے حوالے کر دیا جائے تو ننانوے فی صد لوگ جو ہیں وہ نقصان اٹھائیں گے۔ عام طور پر آپ پہلی دعا کیا مانگیں گے؟ ہم اور ہمارے چاہنے والے زندہ رہیں، اور اگر یہ سب زندہ رہے تو باقی زمانہ اور آنے والے بچے کدھر جائیں گے۔ پیغمبر تک چلے گئے اور آپ یہ روایت ختم کرنا چاہتے ہیں۔ پھر یہ دعا مانگیں گے کہ ہمیں مال اور حال کی آسودگی مل جائے۔ آپ یہ اتار چڑھاؤ کرتے رہتے ہیں۔ مگر آپ کو یہ پتہ نہیں ہے کہ جو چیز مانگ

رہے ہیں اس کے برعکس چیز آپ کے لیئے بہتر ہے۔ تو آپ جب تک آشنائے رازِ فطرت نہ ہوں' مانگنا خطرے سے خالی نہیں۔ اس لیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ دُعا پُوری ہو جائے اور آپ عذاب میں گرفتار ہو جائیں۔ مثال کے طور پر یہ حدیث شریف ہے' اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ نے فرمایا کہ یہ دُعا نہ مانگا کرو کہ یا اللہ ہمیں بادشاہی عطا فرما۔ کیونکہ اگر دُعا کی منظوری میں آپ کو بادشاہی مل گئی تو بادشاہ ہونے کی ذِمّہ داری آپ کے سرپر ہو گی اور اس ملک میں کوئی ظلم ہُوا تو آپ سے بازپُرس ہو گی۔ اگر اللہ خود عطا فرمائے' زبردستی بادشاہت دے دے تو اس کا ذِمّہ دار وہ خود ہے۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اِس حد تک بھی اختیار نہ مانگا کرو۔ تو اللہ سے کیا مانگنا چاہیئے؟ وہ چیز جو Safe ہے' محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے صرف ایک چیز مانگو' ایسی چیز جو دینے والا خوش ہو اور لینے والا بھی خوش ہو اور وہ یہ ہے کہ یا اللہ تو ہمیں اپنے محبوبؐ کی محبّت عطا فرما! یہ ہے چیز عطا فرمانے والی! اور اگر اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ سے کبھی سوال کرنا پڑے تو یہ مانگنا کہ اے اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ" ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبّت عطا فرمائیں! اللہ سے محبوبؐ مانگو اور محبوبؐ سے اللہ مانگو۔ بس پھر کھیل مکمّل ہو گیا۔ یہ ہے مانگنے والی چیز۔ ورنہ تو دنیا کا کام چلتا رہتا ہے' کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس میں الجھ جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی بات بالکل ٹھیک ہے' اس سے ضرور مانگنا چاہیئے۔ مگر یہ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ خود سنتا ہے' بعض اوقات اپنے مقبول بندوں کی دُعائیں بھی نامنظور کر دیتا ہے۔ مثلاً" مشائخ کرام کے پاس لوگ جاتے ہیں کہ بیٹا پیدا ہونے کی دُعا کریں' وہ دُعا کرتے ہیں اور پچاس فیصد لڑکے پیدا ہوتے ہیں' کیونکہ باقی لڑکیاں

پیدا ہوتی ہیں۔ تو یہ واقعات ہوتے رہتے ہیں اور ہونا اور نہ ہونا ہوتا ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا رب ہے اندھیرے کا بھی رب ہے اور روشنی کا بھی رب ہے یعنی وہ رات کا بھی رب ہے اور دن کا بھی رب ہے۔ کبھی آپ کو رات کا لطف دکھاتا ہے، کبھی دن کا لطف دکھاتا ہے۔ جب وہ رات بھیجے تو یہ بھی راز ہوتا ہے۔ زندگی کی رات تکلیف، غم اور مصیبت ہے۔ جب وہ دن کے مزے دکھائے اور رونق میلہ دکھائے تو یہ بھی اس کی مہربانی ہے، آپ اس کا لطف لیں۔ اس لیئے جو وہ عطا فرمائے آپ خوشی سے قبول کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ کہے کہ آج ہماری مہمانی ہے تو آپ اللہ کے مہمان ہو جائیں، پھر وہ جو کھلاتا ہے، کھاتے جائیں اور جو پلاتا ہے، پیتے جائیں، جو دکھاتا ہے، آپ دیکھتے جائیں۔ ویسے تو آپ اتنے ظالم لوگ ہیں کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد زندگی برداشت کر رہے ہیں۔ اور اولاد کو تکلیف ہوتی ہے تو برداشت نہیں ہوتی۔ ظلم تو پیدا ہوگیا۔ آپ کی خوشی میں جہاں کہیں تھوڑا سا فرق ہو جائے مثلاً" اولاد کی جدائی ہو جائے تو یہ آپ سے برداشت نہیں ہوتی اور ماں باپ آپ کے اپنے ہاتھوں سے رخصت ہو گئے اور آپ سے برداشت ہو گیا۔ اس زندگی میں سارا نظام بدل رہا ہے، اپنا اندر بدل رہا ہے، وہ جس کے بغیر گزر نہیں ہوتی تھی، اب گزر ہوتی ہے اور جس کے بغیر وقت نہیں گزرتا ہے، اب گزر رہا ہے۔ کبھی آپ کہتے تھے کہ اگر دُعا منظور نہ ہوئی تو ہم نہیں رہیں گے مگر پھر بھی آپ موجود ہیں۔ اس لیئے جو وہ کر رہا ہے اسے قبول کرو۔ سب سے اچھی دُعا کیا ہے؟ کہ ہمارے لیئے اللہ جو فیصلہ کر رہا ہے ہمیں اس پر راضی رکھے۔ تو یہ دُعا بھی مانگا کرو کہ یا اللہ

بچوں کے مسائل ہمیں ذرا تکلیف دیتے ہیں' انہیں حل فرما۔ بچے ماں باپ کو پریشان نہ کیا کریں۔ اگر لڑکیاں ہیں تو ان کی شادی ہو جائے اور لڑکے ہوں تو ان کی بھی ہو جائے اور ان کا کاروبار بھی اچھا ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ لڑکے ہوں تو ان کا کاروبار چمک جائے۔ دامادوں کا کاروبار بھی چمکے اور یہ آپ لوگوں کا مزاج بن گیا ہے کہ بیٹا تو اچھا ہے لیکن بہُو اچھی نہیں ہے' بیٹی اچھی ہوتی ہے اور داماد اچھا نہیں لگتا۔ یا اللہ تعالیٰ ہمیں راضی رکھ اور ہمارے اپنوں کو بھی راضی رکھ اور سب پر بھی مہربان ہو جا! اللہ بعض اوقات زندگی دے کے مہربان ہوتا ہے اور بعض اوقات زندگی لے کے مہربان ہوتا ہے' یہ اللہ کے اپنے کام ہیں۔ اور آپ کے لئے کیا بات مناسب ہے؟ کہ یارب العالمین ہمیں راضی رکھ' ہمیں توقعات کے اندر راضی رکھ اور ہماری توقّعات کو Shatter نہیں ہونا چاہیئے' ہماری توقّعات کو Limit میں رکھ اور پھر انہیں پُورا فرما تاکہ یہ نہ ہو کہ یک لخت ہمیں حادثات سے دوچار ہونا پڑے۔ یا رب العالمین ہمیں ناگہانیوں سے بچا! یا اللہ اچانک نازل ہونے والی مصیبت سے بچا' چپکے سے آنے والی مصیبت سے بچا' یارب العالمین ہمیں اپنی محبّت کے ذریعے بچا اور ہمیں اپنی محبّت عطا فرما تاکہ دنیا کی حقیقت ہم پر آشکار ہو' تاکہ ہمیں دنیا میں یہ سمجھ آجائے کہ ہمارے ذِمّہ کام کیا ہیں۔ ہم سے وہ کام ضرور لے جو تیری رضا کے کام ہیں تاکہ ہم گناہ نہ کریں۔ یہ دُعا ہونی چاہیئے! یہ آسان سی دُعا ہے۔ دُعا اس کی منظور ہوتی ہے جن کا وعدہ ہمیشہ پُورا ہو' جو واضح طور پر گناہ سے گریز کرتا ہو یا کم از کم گناہوں سے گواہ بنانے سے گریز کرتا ہو۔ جو جو کام اللہ کے ہیں اس کی

حدُود ہیں آپ انہیں Violate نہ کیا کرو' حد سے تجاوز نہ کرو۔ توبہ کیا کرو کیونکہ یہ اچھی بات ہے۔ اللہ پر راضی رہا کرو کیونکہ یہ اچھی بات ہے' اپنے آپ کو' اپنے کام کو اللہ کے سپرد کر دیا کرو کیونکہ یہ اچھی بات ہوتی ہے' اللہ کے حبیبؐ سے محبّت کیا کرو کیونکہ یہ اچھی بات ہوتی ہے' دُرود شریف پڑھا کرو کیونکہ یہ بہت بڑا وظیفہ ہوتا ہے۔ دُرود شریف ساری کائنات کا وظیفہ ہے۔ اللہ اور اللہ کے فرشتے جو پڑھتے ہیں آپ بھی وہی پڑھنا شروع کر دیں۔ پھر آپ خاموشی سے اللہ کے ساتھ اس جماعت میں شامل ہو جائیں گے جس کے بارے میں اللہ کہتا ہے کہ میں اور میرے فرشتے ایک کام کر رہے ہیں یعنی دُرود پڑھتے ہیں' آپ بھی وہ کام شروع کر دیں۔ آپ وہ کاروبار شروع کر دیں جو فرشتوں کا کاروبار ہے' اللہ تعالیٰ کا عمل بھی وہی ہے کہ میں اور میرے فرشتے دُرود ہی بھیجتے جا رہے ہیں یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما تو آپ بھی پڑھیں کہ اللّٰھم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد دُرود شریف سے مسائل تو حل نہ کرنے شروع کردینا۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو دُرود شریف شروع کرتے ہیں' دُرود کی محفل میں آتے ہیں اور پھر اپنے کام بتانا شروع کر دیتے ہیں۔ جب دُرود شریف شروع ہو گیا تو پھر کام کیا ہے؟ میں آپ کو کبھی مشورہ نہیں دوں گا کہ آپ اللہ کے سامنے جا کے تجویز پیش کریں' اللہ کو کوئی Dictations دیں کہ اللہ میاں یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اللہ جو کرتا ہے اسے کرنے دو اور آپ راضی رہنا شروع کرو۔ آپ انسان ہونے کے ناطے سے اس کی بات مانیں اور وہ اللہ ہے' آپ کی بات مانے یا نہ مانے' وہ اللہ ہی ہے۔

سوال :۔

مجھے غصّہ بہت آتا ہے' ایسی صورت میں کیا کروں؟

جواب :۔

غصّہ دراصل دُوسرے انسان کے اس عمل پر آتا ہے جو ہماری توقّع سے باہر ہو' خلاف ہو' مثلاً" ہماری توقّع یہ تھی کہ کوئی صاحب یوں Behave کریں اور انہوں نے اس کے علاوہ Behave کرلیا تو ہم کہتے ہیں کہ یہ Misbehave ہو گیا' غلط سلوک ہو گیا اور پھر ہمیں غصّہ آگیا۔ اب یہ سوچنا چاہیئے کہ ہماری توقّع جو تھی کیا وہ غلط تو نہیں تھی؟ ہم اس دوسرے شخص کی اصلاح چاہتے ہیں اور اپنی اصلاح کئے بغیر چاہتے ہیں۔ تو غصّہ کرنے والا اپنی اس نالائقی کا اعتراف کرے۔ اگر ہمیں دوسرے شخص سے کچھ توقّعات ہیں اور اس کی جو بات ناپسند ہے ہم اس جیسا عمل کبھی نہ کریں۔ اب دیکھنا یہ چاہیئے کہ کیا وہ عمل اس کی فطرت میں شامل تو نہیں تھا؟ کیا میری توقّعات غلط تو نہیں تھیں' کیا میں نے کبھی اس کو Exploit تو نہیں کیا؟ کبھی میں نے اس کو Expedite تو نہیں کیا؟ کبھی اس کو Ignite تو نہیں کیا؟ تو کسی کے ساتھ ایسا عمل کیا جائے جو ناروا ہو تو اسے غصّہ تو آئے گا۔ غصّہ ولانے والا بُھول جاتا ہے کہ غصّہ کیسے آتا ہے۔ غصّہ ایک آدمی کا عمل نہیں ہے بلکہ غصّہ اس آدمی کے Series of actions' کئی اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ سب سے پہلے جب غصّہ ہوگا تو اس سے پہلے نفرت ضرور ہو گی۔ ماں اگر بچے پر غصّہ کر رہی ہے تب بھی اس وقت بچے سے نفرت کر رہی ہوتی ہے۔ تو غصّے میں

نفرت کا پہلو آ جاتا ہے' وہ غصّہ جو استاد کا غصّہ ہے یا والدین کا غصّہ ہو تو وہ اصلاح کے لئے ہوتا ہے۔ پھر بچہ کہتا ہے کہ میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ وہ غصّہ جو جذبات میں ہو جائے تو وہ نفرت سے شروع ہوتا ہے اور نفرت جدائی پیدا کر دیتی ہے۔ اس لئے حکم یہ ہے کہ جب غصّہ آئے تو پہلے اپنے اعمال سے توبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ والکاظمین الغیظ جس کو غیظ آجائے وہ اپنے غیظ کو روکے۔ تو غصّے کو روکنے کا حکم ہے۔ روکنے کا طریقہ اللہ نے کیا بتایا کہ والعافین عن الناس لوگوں کے لئے عافیّت بن جاؤ اور معاف کر دو یعنی جس پر غصّہ آیا آپ اسے معاف کر دیں۔ غصّہ جو ہے یہ ایک سزا ہے۔ یہ غلطی تو اس دُوسرے کی ہوتی ہے مگر سزا آپ کو ملتی ہے۔ غصّہ ایک Punishment ہے' بڑی عجیب و غریب سزا ہے۔ تو نالائق آدمی سے اگر نالائقی ہو گئی تو اسے معاف کر دینا کیونکہ یہ شکر کا مقام ہے کہ آپ کو اتنا بڑا دانا بنایا کہ آپ سے یہ نالائقی نہیں ہوئی۔ لٰہذا جب دوسرے کے غلط عمل کو آپ غصّے کی نگاہ سے دیکھیں تو یہ ضرور سوچیں کہ اللہ نے اس کو ایسے بنایا اور مجھے ویسے بنا دیا۔ آپ شکر ادا کریں کہ یہ کام آپ سے نہیں ہوا۔ اس لئے اس پر غصّہ کرنے کی بجائے اپنی پوزیشن کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ یہ غلطی اس سے ہوئی ہے اور آپ سے نہیں ہوئی۔

اب آپ اس میں اگلا راز دیکھیں۔ مثلاً" ایک آدمی آپ کے پاس خیرات کے لئے آیا' مانگنے کے لئے آیا تو آپ نے اس کو کچھ خیرات کر دیا تو وہ آدمی دو کام کر گیا۔ ایک تو یہ کہ آپ سے Human Relation' کوئی تعلّق بنایا گیا جو آپ کے ساتھ پھر کبھی Repeat کرے گا' دُوسرا یہ کہ وہ

آپ کو سخی بنا گیا۔ غصّہ دلانے والا اگر آپ کو معافی کرنے کا اختیار دے گیا تو یہ بھی کر گیا کہ آپ کے درجات میں اضافہ کر گیا۔ جس نے غصّہ آپ کو دیا ہے یا تو وہ آپ کی Punishment ہے' سزا ہے یا پھر آپ کا انعام ہے۔ تو وہ شخص آپ کے لیۓ سزا ہے' آپ کے لیۓ مسلسل عذاب ہے' یا پھر آپ کے لیۓ ایک انعام ہے' ایسا انعام جو آپ کے درجات میں اضافہ کرتا جاتا ہے بلکہ ہر روز اضافہ کرتا جاتا ہے کیونکہ غصّہ دلانے والا ہر روز گستاخی کرے گا اور آپ ہر روز معاف کرتے جائیں گے۔ ایک دفعہ حضور پاک ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا حبیبؐ اللہ' ہم اپنے غلاموں کی گستاخیاں ایک دن میں کتنی دفعہ معاف کریں؟ آپؐ نے فرمایا ستّر دفعہ تو ضرور معاف کیا کرو۔ اور آپ کے ہاں تو غصّہ دوستوں میں ہوتا ہے' میاں بیوی میں ہوتا ہے' اپنوں میں ہوتا ہے اور اپنا کہہ کے مارتے ہیں۔ تو اپنا کہہ کے مارنے والا جو ہے وہ ہمارے خلاف ہے' اس آدمی کو ہم اچھا نہیں سمجھتے اور معاف کرنے والے کو ہم بہت اچھا سمجھتے ہیں۔ غلطی کرنے والے کو ہم نادان کہتے ہیں اور جس نے غصّہ کیا وہ بے وقوف ہے۔ غصّہ کرنے والے کو منع کیا گیا ہے۔ اس لیۓ آپ میرے ساتھ وعدہ کرو کہ جب کبھی بھی غصّہ آئے گا' جس پر بھی غصّہ آئے گا اس کو آپ معاف کر دیں گے۔ چاہے وہ بیوی کا خاوند ہو یا خاوند کی بیوی ہو۔ چاہے جو بھی ہو اس کو معاف کر دیں۔ دُعا یہ کرتے ہیں کہ جس نے ہمیں غصّہ دلایا' یا اللہ اس کو بھی معاف کر دے' ہمیں بھی معاف کر دے اور غصّہ کرنے کی توفیق عطا نہ فرما۔ یا اللہ ہمیں معاف کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہمیں دوسروں کا Viewpoint

سمجھنے کی توفیق عطا فرما، ہمیں دُوسروں کے دلوں میں راستے کی گنجائش عطا فرما تاکہ یہ نہ ہو کہ ہم افلاطون ہی بنتے رہیں اور ہمارے دل بند ہو جائیں۔ اے رب العالمین ہمیں وہ دانائی نہ سکھا جس سے دل بند ہو جاتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ! ہمیں محبّت سکھا اور ایسی دانائی سے بچا جو ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ تو آپ اپنے Human Relations میں غصّے سے گریز کریں۔ آپ ان تعلّقات کی Dissection نہ کریں، آپ انہیں Expose نہ کریں۔ آپ ان کو Analyze نہ کریں یعنی انسانی رشتوں کا تجزیہ نہ کریں۔ رشتے قبول کریں۔ آپ کے ساتھ جس کا رشتہ ہے اس کو آپ نفی اثبات نہ بناؤ یعنی کہ اس کو Negativity اور Positivity نہ بناؤ کہ یہ آپ نے اچھا کام کیا اور یہ آپ نے بُرا کام کیا ہے بلکہ یہ کہیں کہ آپ نے جو کیا ہے ٹھیک کیا ہے۔ تو آپ دُوسروں پر اعتماد کرنا سیکھیں، اعتماد بحال رکھیں۔ تو غصّہ جو ہے یہ اعتماد کی کمی کا نام ہے۔ اور غصّہ جو ہے یہ Understanding کی کمی کا نام ہے، مفاہمت کی کمی کا نام ہے۔ جب کسی کو غصّہ آتا ہے تو وہ نہ تو اپنے آپ کو سمجھ سکتا ہے اور نہ دوسرے کو سمجھ سکتا ہے۔ غصّہ کمزور انسان کو جلا دیتا ہے اور طاقت ور انسان کو مزید تحمّل دیتا ہے۔ انگریزی میں کہتے ہیں Little pot is soon hot یعنی کہ چھوٹا برتن جلد گرم ہو جاتا ہے۔ کم ظرف کو غصّہ جلدی آتا ہے۔ یہ میں نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن یہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ تو جو جلد گرم ہو جاتا ہے وہ کم ظرف ہوتا ہے اور عالی ظرف انسان جو ہے سمندر کی طرح کبھی کبھی جوش میں آتا ہے اور جب جوش میں آتا ہے تو کنارے اڑا دیتا ہے اور زمین اڑا دیتا ہے۔ عالی ظرف کے

غصّہ سے ملکوں کی Direction ہی بدل جاتی ہے۔ چھوٹے ظرف والے کا غصّہ، کوئی غصّہ نہیں ہے۔ خاص طور پر جو لوگ آپ کی عافیت میں ہیں اور آپ کی پناہ میں ہیں ان پر غصّہ نہ کرو، جو لوگ آپ کی تحویل میں ہیں ان پر غصّہ نہ کرو اور اولاد پر غصّہ نہ کرو۔ لہٰذا آپ میرے ساتھ وعدہ کرو، اور توبہ کرو کہ اولاد پر غصّہ نہیں کریں گے کیونکہ غصّہ بد دُعا ہے۔ ماں باپ کا اولاد پر غصّہ ایک بد دُعا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان غصّہ کیا ہے؟ نفرت ہے۔ اور دوستوں کے درمیان غصّہ کیا ہے؟ یہ اپنے آپ کی بربادی ہے۔ غصّہ ہمیشہ ہی Consume کرے گا، نقصان دے گا، غصّے سے جو بچ گیا سمجھو کہ وہ تباہی سے بچ گیا۔ اس لیئے دو آدمی ایک دُوسرے کو مل کے کہیں السلام علیکم! آج سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے خلاف غصّہ نہیں کریں گے، میں تیرے چہرے پر سیاہ لکیریں نہیں لگاؤں گا اور تم میرے چہرے پر سیاہ لکیریں مت لگاؤ۔ تو اس لیئے پچھلے گناہ معاف اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا فیصلہ۔ آج کی شام آپ لوگ یہ فیصلہ کرلیں۔ جس کے ساتھ تعلّق رکھنا ہے اس کے ساتھ غصّہ کیوں کرنا اور جس کا تعلّق چھوڑ دینا ہے تو پھر اس کے ساتھ کیا غصّہ رکھنا! گویا کہ غصّہ کرنے کی بجائے یہ سوچیں کہ اس کے ساتھ دوستی رکھنی ہے کہ نہیں رکھنی۔ اگر دوستی رکھنی ہے تو غصّہ نہ کرو اور دوستی نہیں رکھنی تو صاف کہہ دو کہ ہماری تمہاری دوستی نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر پچھتانا پڑ جائے۔ دوستی کے کل کے فیصلہ کو اگر آج آپ غلط کہہ رہے ہیں تو آپ آج کا فیصلہ کل Tomorrow کو غلط کہہ دیں گے۔ جس کو ایک دفعہ دوست کہہ لیا اس کو کم از کم زندگی بھر تک تو

قائم رکھو۔ اس لیئے پچھلی باتوں کو ترک کرو اور غصّہ معاف کرو۔ اپنے آپ کو بھی معاف کرو کیونکہ غصّے میں انسان اپنی ہستی سے باہر ہو جاتا ہے۔

سوال :۔

جس طرح بزرگوں پر اللہ کا کرم ہوتا ہے کیا ہم پر بھی رحم ہو سکتا ہے؟ اس کے لیئے ہم کیا کریں؟

جواب :۔

بزرگوں کے پیچھے ایک حُسن اور حُسن کی Announcement یعنی اعلان چلتا ہے' ان کی خُوبی چلتی ہے اور پھر لوگ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ تو بچپن سے ہی ایسے تھے' مثلاً" داتا صاحبؒ" سے بڑی کرامتیں سر زد ہوئی ہیں۔ اسی طرح ایک اور اللہ والے ہیں' ان کے والد صاحب بھی اللہ والے تھے اور ان کی والدہ صاحبہ بھی اللہ والی تھیں۔ ان پر ان بزرگوں کا سایۂ شفقت تھا اور ان کی پیدائش کے وقت یہ عالم تھا۔ رزقِ حلال کا معاملہ اس قدر تھا کہ انہوں نے ایک سیب کھایا' وہ سیب جو دریا میں بہتا ہوا آرہا تھا تو پھر خیال آیا کہ نہ جانے یہ کس کا تھا' پھر چلتے چلتے اس شخص کے باغ تک پہنچے' جس کے باغ سے وہ سیب گرا تھا۔ وہاں جا کر کہا کہ آپ کے باغ کا سیب دریا میں گرا تھا ہم نے کھا لیا۔ اب اس کی سزا یا قیمت جو بھی ہو' تو باغ کے مالک نے کہا کہ قیمت یہ ہے کہ تم ہمارے باغ میں کام بھی کرو اور پھر شادی کرو ہماری اس بچی سے جو کہ بہری ہے اور اندھی ہے ---- پھر ان کی شادی ہوئی تو دیکھا کہ دلہن

کے تو سب حواس صحیح تھے۔ پوچھا تو انہوں نے بتایا ہے کہ یہ بہری اس لئے ہے کہ اس نے کبھی نامحرم کی آواز نہیں سنی اور اندھی اس لئے کہ نامحرم کو دیکھا نہیں اور پھر ایسے طاہر ماں باپ سے جو اولادِ مطہر پیدا ہوئی ہے' ان کا نام ہے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غوث الثقلین تو وہ ضرور ہوں گے' ---- ان کے پیچھے سے' باپ دادا سے ایک روایت چلی آرہی ہے کہ ان کا یہ مقام ہے۔ آپ ضرور دیکھیں۔ کم از کم اپنے آپ پر رحم کیا کرو۔ اپنے آپ پر رحم کیسے ہوتا ہے؟ اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی تو اسے معافی دی جائے۔ آپ مجھے سوال بتاتے ہو تو میں جواب بتاتا ہوں۔ مجھے آپ نے مسئلہ بتایا ہے تو میں نے آپ کو دُعا کا راستہ بتایا ہے۔ دُعا کا راستہ یہ ہے کہ جِن جِن لوگوں کی جِس جِس خامی کا پتہ ہے' ان کو وہ دل سے معاف کر دیں۔ انسان ناسمجھ ہے' غلطی کر سکتا ہے۔ ایک انسان کو دُوسرے کی غلطی کا عمل دل میں یاد نہ رہے تو سمجھو کہ وہ معاف ہو گیا! دوسرے کو ہم کب معاف کرتے ہیں؟ جب اس کے غلط عمل یاد ہی نہ رہیں۔ اس طرح جب انسان کے گناہ معاف ہو جائیں تو گناہ کی یاد ختم ہو جاتی ہے۔ کون سا گناہ معاف ہو جاتا ہے؟ جس کی یاد بھی ختم ہو جائے۔ تو اپنے گناہوں کو یاد کرنا بھی بند کر دیا کرو۔ انسان توبہ تب کرتا ہے۔ گناہ کو دُہرانا غلط ہے' گناہ کو یاد رکھنا غلط ہے اور جب گناہ کی توبہ ہو گئی تو انسان گناہ کو بھُول گیا۔ اس طرح معافی ہو گئی۔ آپ پھر زرخیز ہو گئے' شاد باد ہو گئے۔ یہ انسان کی خوبی ہے کہ گناہ گار توبہ کے بعد نیک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ کافر انسان کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو جاتا ہے۔ یہ چھوٹی بات نہیں' بڑی بات ہے۔ کافر صرف کلمہ پڑھنے سے

مسلمان ہوگیا وہ کلمہ پڑھنے والا دوزخ سے نکل کے جنّت میں آگیا۔ اور گناہگار توبہ کے ذریعے گناہ سے نکل کے نیکی میں آجاتا ہے۔ آپ اپنے گناہوں کو خود توبہ کر کے معاف کر دیا کریں، بتانا نہ کسی کو۔ خود معاف کر دینا کیسے ہوتا ہے؟ یہ فیصلہ کہ آئندہ ہم نے غلطی نہیں کرنی تو آپ اپنا سفر دُوسری Direction میں، دوسری سمت میں لے گئے اور پھر جنّت میں چلے گئے۔ کبھی بھی لوگوں کی بدی کا ذکر نہ سنو! اگر بدی کا ذکر سناتے ہیں تو ان سے کہو کہ میں اس کی سماعت نہیں کرتا اور اس میں میں شامل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آپ اچھی بات سنیں، نیک بات سنیں، نیکیوں کی بات سنیں، نیک بات کریں اور اگر کوئی غلطی ہو جائے تو ہرگز بیان نہ کریں۔ کم از کم اتنی بات تو کر لیں۔ غلطی کو، بدی کو، آلائش کو اور بدبُو کو چھپانا بھی نیکی ہے۔ اور یہ راز مٹی سے ملتا ہے، مٹی اور زمین کے قریب رہنے سے یہ بات سمجھ آتی ہے۔ امانت رکھنا، چھپانا، سنبھالنا، پرورش دینا اور رنگ رُوپ دینا مٹی اور زمین کا راز بھی ہے اور ہوا کا بھی راز ہے۔ یہ تو کوئی پہچانے تو پتہ چلے گا کہ ہوا کا راز کیا ہے اور مٹی کا راز کیا ہے؟ امانت کو سنبھالنا اور پرورش کرنا۔ اچھے لوگ بنیں، دھیان کریں، گناہوں سے بچیں، گناہوں کے ذکر سے بچیں، ساتھیوں کو معاف کریں، خود اپنی معافی کا انتظام کریں اور گناہوں کی یادیں بند کر دیں۔ بس پھر یہ سب آسان ہے اور آپ سمجھیں کہ نیک ہو گئے۔ غلط ماضی کو چھوڑ دو، دل سے نکال دو۔ میاں بیوی میں سے کبھی کوئی دوسرے کے خلاف دل میں کوئی خیال نہ رکھے۔ وہ شخص اپنے آپ کو بڑی بد دعا میں ڈالتا ہے جو اپنے ساتھی کے خلاف اللہ کے آگے رپورٹ کر رہا ہے۔ کبھی اپنے

Petty معاملات' ذاتی معاملات کو اللہ کے رُو برُو شکایت کے طور پر پیش نہ کرنا۔ یہ آپ کا ہمارے ساتھ وعدہ ہونا چاہیئے۔ کیا وعدہ ہے؟ کہ ایک دوسرے کے ساتھ گرمی سختی اور غصّہ کی باتوں کو کبھی اللہ کے رُوبرُو لے جانے کی آرزو نہیں کرنی بلکہ یہاں پر ہی معاف کر دینا ہے۔ دوسرے کو ناسمجھ سمجھ کے معاف کر دینا اور بے وقوف سمجھ کے معاف کر دینا۔ کبھی دل میں رنجش نہ رکھنا۔ اگر یہ شکایت اللہ کے رُوبرُو لے کے جاؤ گے تو اس کو تو سزا ہو گی مگر وہ آپ کو کسی اور گناہ میں پکڑے گا۔ مثلاً" اگر کوئی کہتا ہے کہ اے اللہ میں اس کو سزا دلانے کے لیئے آیا ہوں اس نے میرے ساتھ بڑا ظلم کیا تو اللہ کہے گا کہ چلو سزا دے دو۔ اب آپ ابھی وہاں کھڑے ہوں گے تو اتنے میں ایک اور آدمی آجائے گا' وہ کہے گا کہ آپ نے اس کے ساتھ یہ زیادتی کی ہے تو آپ کی بھی گرفت ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ آپ یہ کہیں کہ چلو میرے ساتھ زیادتی تو ہو گئی مگر میں معاف کرتا ہوں تو آپ کو بھی معافی مل جائے گی۔ تو معاف کرنے والے کو معافی مل جاتی ہے۔ اس لیئے آپ معاف کر کے جائیں اور معافی لے لیں۔ یہ بڑی آسان بات ہے۔آپ اصلاح احوال کو اللہ کے حوالے کردیں۔ آپ بڑے اچھے لوگ ہیں' اپنا دھیان کریں' اپنی عزّت کریں اللہ کا سجدہ کریں اور رب العالمین کی مہربانی کا شکر ادا کریں' اس کی مہربانی کہ اس زمانے میں بھی ہمیں سجدے کا شعور عطا فرمایا ہے۔ اگر آپ سجدہ اللہ کا کر رہے ہیں تو اللہ کے ساتھ الجھا نہ کریں کہ بیٹا کیوں نہیں دیا اور بیٹی کیوں نہیں دی۔ وہ تو پیدا کرتا رہتا ہے۔ اس کا کوئی آج کا تو تجربہ نہیں ہے۔ وہ مالک ہے اور وہ پُرانا مالک ہے' زمین و آسمان کا مالک ہے'

اسے پتہ ہے کہ بیٹوں کی شادی کیسے ہوتی ہے، بیٹیوں کی شادی کیسے ہوتی ہے اور رزق کیسے دیا کرتے ہیں۔ وہ سارے کام جانتا ہے۔ آپ تو آج اِس دنیا میں آئے ہیں، وہ تو ہمیشہ کا رہنے والا ہے۔ آپ جانے دیں اور اپنی کاریگریاں بند کریں کیونکہ اصلی کاریگر وہی ہے۔ آپ اپنے مالک کے ساتھ ہیرا پھیری بند کردیں۔ اس پر راضی ہو جائیں، اپنے سر کو جھکا دیں کہ یا اللہ ہم راضی ہیں۔ بس ہم راضی ہیں اور تو بھی راضی ہو جا، تیری مہربانی ہے! اتنی بات آپ کرلیں تو پھر آپ کی زندگی آسان ہونا شروع ہو جائے گی۔

سوال :۔

آپ کی باتیں آسان لگتی ہیں مگر جب عمل کرنا چاہتے ہیں تو بڑی مشکل ہوتی ہے۔

جواب :۔

آپ لوگ دُعا یہ کریں کہ جو بات آسان نظر آتی ہے یہ آسان ہو جائے۔ بات کا بیان آسان ہے اور عمل بھی آسان ہے۔ ایک چیز اس میں **Preconditioned** ہے، وہ پہلے سے طے ہے، یہ کہ آپ اپنے دل کو آرزُو سے خالی کریں، **Temptation** نکال دو، تمنّا نکال دیں، غرور نکال دیں، انا بھی نکال دیں اور اللہ تعالیٰ کی بات اس دل میں آنے دیں، زیادہ پروگرام بنانے چھوڑدیں، شکوہ نکال دیں اور تقاضہ نکال دیں، **Complaint** نکال دیں، شکایت نکال دیں، **Demand** نکال دیں، طلب نکال دیں اور زیادہ پروگرام بنانا چھوڑ دیں۔ اب آپ دیکھیں کہ آپ کا

دل آرزُو سے خالی ہو جائے گا۔ جب آپ نے شکوہ' شکایت اور پروگرام چھوڑ دیے تو' پھر آپ خود ہی اللہ کا پروگرام بن جائیں گے۔ تب آپ یقیناً اللہ کا پروگرام ہیں' اب کبھی آپ کو تکلیف نہیں ہوگی۔ آپ تو اپنا پروگرام شروع کر دیتے ہیں اور اللہ کا اپنا پروگرام ہوتا ہے۔ اس نے آپ کو اپنے پروگرام پر بھیجا ہوا ہے اور آپ دُوسرا پروگرام شروع کر دیتے ہیں' اس لئے دِقّت ہوتی ہے۔ اس لئے جب آپ ایسی بات کریں گے اور آئندہ گھر جا کے سوچیں گے تو پھر عمل ساتھ ہو جائے گا۔ دِقّت پیدا کرنے والا شخص کہیں دُور سے نہیں آتا بلکہ اکثر میاں بیوی آپس میں دونوں مل کے کہتے ہیں کہ آؤ آج دِقّت شروع کریں اور پھر جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ تو آپ ایک دوسرے کو راضی کیا کریں۔ اللہ کب راضی ہوتا ہے؟ جب آپ ایک دوسرے کو راضی رکھیں۔ میں صرف ایک شخص سے بات نہیں کر رہا بلکہ میں سب سے بات کر رہا ہوں۔ آپ ضرور ایک دوسرے کو راضی رکھا کریں۔ اللہ کو راضی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو راضی رکھا کریں۔ آپ جس کو راضی رکھ سکتے ہیں تو ضرور رکھیں اور اگر نہیں رکھ سکتے تو کوشش تو کر لو' اس میں کامیاب ہو جاؤ تو بہت بہتر ہے۔ یا دُعا کریں کہ یا اللہ راضی رہنے والے خود ہی راضی رہیں کیونکہ ہم سے تو راضی نہیں ہوتے۔ یہ بیچارے کمزور لوگ آپ کو کیا راضی کریں گے' آپ خود راضی رہا کریں۔ تو آج سے راضی رہنے کا عمل مردوں کے ذِمّے ہے اور راضی رکھنے کی کوشش عورتوں کے ذِمّے' اگر وہ آپ کو راضی کر جائیں تو بہت بہتر ہے' اور اگر راضی نہ کر سکیں تو آپ معاف کر دیا کریں۔ میں آپ کو

عاقبت کی ایک بات بتا رہا ہوں۔ کوئی بھی عورت اپنے شوہر کے خلاف سخت اور بے ادب لفظ نہ کہے بلکہ خاموش ہو جائے۔ یہ عاقبت کی بات ہے اور کوئی مرد اپنی بیوی کے ماں باپ کے خلاف بات نہ کرے' کوئی بیوی اپنے میاں کے ماں باپ کے خلاف بات نہ کرے۔ بس یہ دو باتیں ضرور طے کر لو۔ دونوں کے والدین کے ادب کی بات ضروری ہے۔ آپ لوگ ایک دوسرے کو Accomodate کرو اور محبّت کے ساتھ سفر پورا کرو' بس یہی آشیانہ ہے' چار دن کا میلہ ہے' پھر اِس کے بعد یہ میلہ ختم ہو جائے گا۔ زندگی میں اور بہت مسائل ہیں' پتہ نہیں آپ کہاں کہاں ہلاک ہوں گے۔ اس لیئے یہ زندگی ہے' جھگڑا کچھ دیر تو قائم رہے لیکن زندگی قائم رہے۔ زندگی کو جھگڑے کی شکل کبھی نہ بنانا۔

اب آپ کوئی اور سوال کریں۔

سوال :۔

بعض اوقات کوئی شخص سوال کرتا ہے اور میں محسُوس کرتا ہوں کہ بے کیف ہو گیا ہوں' سمجھ نہیں آتی کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب :۔

وہ شخص Intune ہوتا ہے' مائل ہوتا ہے ایک آواز کے ساتھ اور دُوسری آواز کوئی اور Effect کر جاتی ہے' کوئی اور اثر کر جاتی ہے۔ اس لیئے آپ کی Harmony اور توازن جو ہے وہ ڈسٹرب ہو جاتا ہے۔ اگر آدمی ایک راگ میں محو ہو تو دوسرا راگ چاہے جتنا دلکش ہو' اس کو سمجھ نہیں آتی۔ آدمی اگر ایک چیز کو دیکھ کر محو ہو' دیکھ رہا ہو اور

درمیان میں سے کوئی آدمی گزر جائے تو وہ منظر ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ لیکن یہ ضروری بات ہے کہ دوسروں کو بھی اتنا ہی حق ہے جتنا آپ کو ہے' برابر کا حق ہے' اس شخص کی آواز کو بھی اچھا سمجھو بلکہ ساری آوازیں اچھی آوازیں ہیں سارے چہرے اچھے ہیں اور سب باتیں ٹھیک ہیں۔ اللہ آپ کو ایک اچھا مستقبل عطا فرمائے! بس اب دعا کرو۔ کیا دعا کی جائے؟ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی میں اچھے دن لائے! بہت اچھے دن لائے! آپ کے قُرب میں' قریبی لوگوں کو آپ کی عزّت کا حوصلہ پیدا ہو! اللہ تعالیٰ ایک دُوسرے میں احترام پیدا کرے۔ آپ کے حالات بہتر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے اور توفیق عمل میں آئے۔ یہ جو باتیں ہم سُن رہے ہیں' باتیں تو آسان لگتی ہیں اور سمجھ بھی آ رہی ہیں' یہ باتیں ہمارے عمل بھی آئیں۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو آج کے دن سے اپنے فضل میں رکھے' اپنی پناہ میں رکھے اور آپ لوگوں کے اندر حوصلہ پیدا کرے تاکہ آپ ایک دوسرے کو Accomodate کریں' ایک دوسرے سے محبّت کریں اور ایک دوسرے کو معاف کریں۔ اور سلامتی کے ساتھ آج کی شب بخیر۔

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیّدنا حبیبنا وشفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا لرحم الرّٰحمین

☆... ○...☆

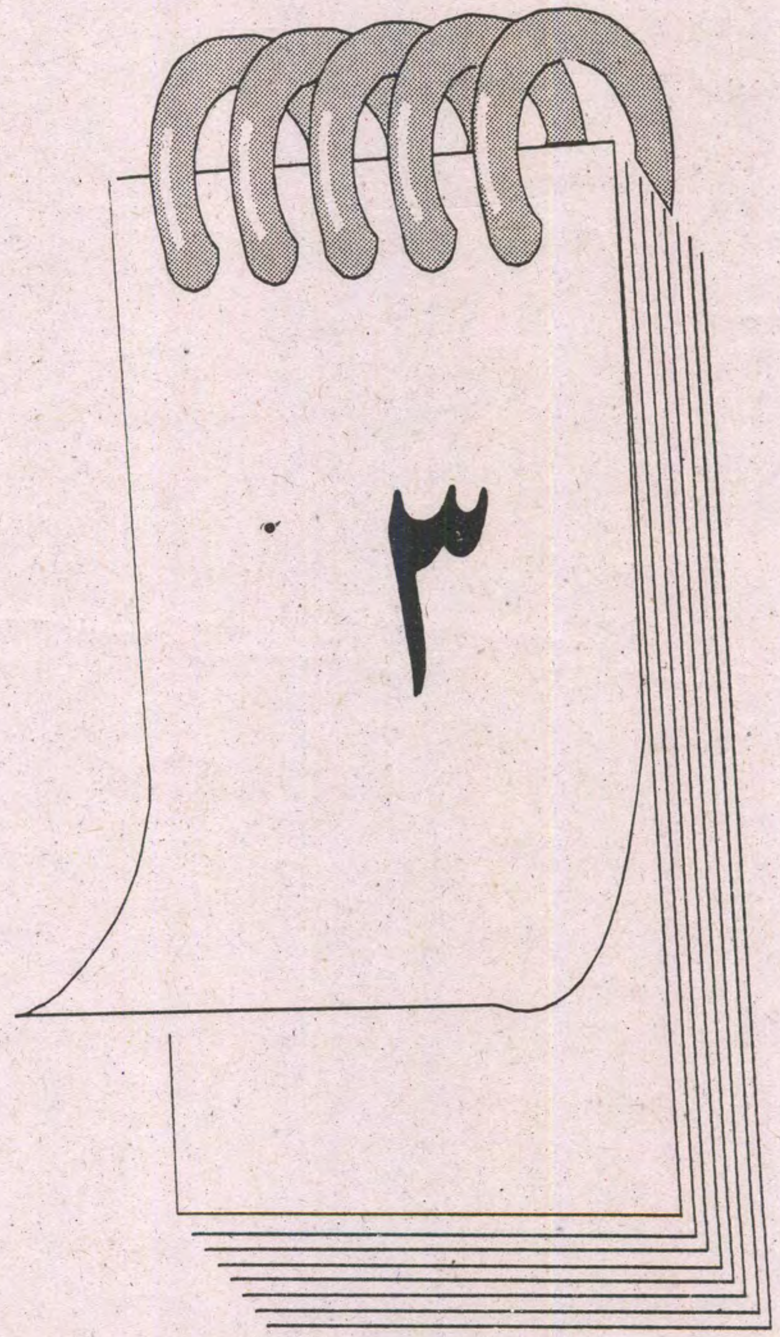
۳

٦

۱ ایک تو دین اور دنیا کی سمجھ نہیں آتی تو ایسے میں ہم اللہ کے قریب ہونے کے لیے کیا کریں؟
۲ تمام بزرگانِ دین اور آپ بھی نگاہ کی پاکیزگی کی بات کرتے ہیں تو اس کو حاصل کرنے کا راستہ بتائیں۔
۳ جب تک دماغ نہ ہو تو پھر دل بالکل ہی بے معنی چیز ہے۔ تو پھر دل کیسے قوی ہو؟
۴ مذہب کے ہوتے ہوئے فلاسفی ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایسے میں ہم کیا کریں؟
۵ وہ کون سی تکلیفیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں؟
۶ اگر انسان راضی ہو جائے تو پھر تو دنیا کی ساری پرابلم ہی ختم ہو گئی۔
۷ کسی چیز کے کھونے کو ہم غم کا نام دیتے ہیں اور پانے کو خوشی کا نام دیتے ہیں۔
۸ بندہ صحیح انسان کیسے بن سکتا ہے؟
۹ انسان کی زندگی ابتدا سے انتہا تک اللہ نے بنا دی ہے تو اب اس میں انسان کیا کر سکتا ہے؟
۱۰ کیا یہ بہتر نہیں کہ سب روزہ دار ہوں اور ہم دین اور دنیا کو ساتھ لے کر چلیں؟
۱۱ فرض کریں کہ یہاں آپ کی یہ محفل ہو رہی ہے اور ساتھ کمرے میں میوزک کا پروگرام ہے تو بندہ کیا کرے؟
۱۲ دین اور دنیا کو اکٹھے کیسے چلائیں؟
۱۳ تنہائی میں ہم اچھے ہوتے ہیں لیکن میلوں میں جا کے گمراہ کیوں ہو جاتے ہیں؟

سوال :۔

ایک تو دین اور دنیا کی سمجھ نہیں آتی تو ایسے میں ہم اللہ کے قریب ہونے کے لیئے کیا کریں؟

جواب :

دین کا جتنا بھی سفر ہے وہ دنیا کے اندر کا ہے۔
یہاں stay کرنے کی تمنا دنیا ہے اور دین آخرت کی طرف رجوع کا نام ہے۔ دین کو یوں بھی کہتے ہیں کہ یہ آسمان کی طرف رجوع ہے اور زمین کی طرف رجوع دنیا ہے۔ ایسے بھی کہتے ہیں کہ انسانوں کے بارے میں غور کرتے رہنا دنیا ہے اور انسان بنانے والے کے بارے میں غور کرنا دین ہے۔ مستقبل کا پروگرام بنانا' دنیا میں ٹھہرنے کا پروگرام بنانا' سٹڈی کرنا اور ترقی کرنا یہ سب دنیا ہے' اور ماضی سے رابطہ کرنا دین ہے یعنی ماضی کا سارا رابطہ اور وہاں سے جو احکامات آپ کو ملیں گے وہ دین ہے۔ تو دنیا کے اندر اللہ کی رضا کے مطابق سفر کرنا دین بن جاتا ہے اور یہ سفر یہیں

پر اسی دنیا میں ہی ہے۔ اگر کسی حوالے سے سفر نہ ہو' آپ صرف عبادت تو کرتے رہیں لیکن آپ مالک کا حوالہ اپنی زندگی میں محسوس نہ کریں تو وہ بھی دنیا ہے۔ کچھ لوگ دین کو رضائے الٰہی سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ دین کو شریعت کے احکام سمجھتے ہیں۔ دنیا کو متاع الغرور کہا گیا ہے اور دین کو یہ کہا گیا کہ یہ آپ کو اللہ کی طرف سے عطا کیا گیا طرزِ حیات ہے۔ تو آپ نے اس دنیا کے پھیلاؤ میں کیسے زندگی بسر کرنی ہے؟ دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ تو فرمایا گیا کہ دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز جو ہے وہ اپنے انجام کو پہنچ رہی ہے' ہر چیز جو ہے وہ اپنے خاتمے کو پہنچ رہی ہے' لباس چیتھڑوں تک پہنچے گا اور آپ کے دستر خوانوں کی زینت جو کھانے ہیں یہ بھی انجام کار فاسد ہو جائیں گے۔ دنیا ایک ایسی چیز ہے کہ اپنے چاہنے والوں کو پناہ نہیں دیتی اور عام طور پر جو اس کو یعنی دنیا کو چھوڑ دیتا ہے یہ اس کا بڑا Regard خیال کرتی ہے۔ دنیا جو ہے یہ آپ کے وجود کا نام ہے اور دین جو ہے یہ آپ کی روح کا نام ہے۔ دنیا جو ہے وہ وجود ہے جو پلنے والا ہے اور آپ اس وجود کی خوبصورت پالش کریں۔ جو ساری چمک دمک ہے یہ ساری دنیا ہے۔ بس یہ دلہن ہے کہ اس کو بناؤ' سنوارو' دیکھو' دکھاؤ اور اپنی موجودگی کا اعلان کرو' Temptation پیدا کرو' راغب ہو جاؤ' Tempt ہو جاؤ تو یہ ساری دنیا ہے۔ بلکہ آپ یہاں تک بھی کہہ سکتے ہیں کہ زندگی کو صرف لوگوں کے حوالے سے بسر کرنا اور تعریف کے حوالے سے بسر کرنا' یا تعریف کی خواہش کے حوالے سے زندگی بسر کرنا Pure دنیا ہے۔ آپ لوگ اس سے بچیں! جو بھی کام آپ اپنی تعریف کے لیۓ کر رہے ہیں یعنی کہ لوگ تعریف کریں گے تو

آپ یہ سمجھیں کہ یہ دنیا ہے۔ یہ تو عبرت کدہ ہے' اس سے بہت زیادہ گریز کرنا چاہئے۔ اگر صرف نگاہ بدل جائے تو اس سے ساری دنیا جو ہے وہ دین بن جاتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس دنیا میں اتنی گمراہی ہے کہ یہاں خدا کا راستہ کیسے مل سکتا ہے؟ یہاں ہم اس دنیا کی بات کر رہے ہیں جس کے اندر صرف گمراہی ہے تو اس میں خدا کا راستہ کیسے مل سکتا ہے مثلاً" آپ اپنے ہی ملک کو لے لیں' شہر کو لے لیں' محلّے کو لے لیں' ان میں حجاب ہی حجاب ہے۔ اور حال یہ ہے کہ مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ سارے کا سارا ماحول انسان کو راس نہیں آتا کہ اس میں کوئی دین نہیں ہے اور یہ Pure حجاب ہے۔ حجاب کا معنی یہ ہے کہ آپ بازار چلے جائیں یا کہیں اور چلے جائیں تو کہیں پر صحیح چیز نظر نہیں آئے گی۔ تو گویا کہ ایسی جگہ نظر نہیں آتی کہ جہاں انسان خدا کا عرفان حاصل کر سکے۔ تو آج کل یہ پوری دنیا ہے۔ آپ بچپن میں سکول گئے تو کہیں خدا کا راستہ نہیں ملا' سکول سے کالج چلے گئے تو وہاں بھی یہی ہوا' پھر یونیورسٹی میں یہی کیا' سروس کی' پیسہ کمایا مگر خدا کی بات کہیں نہیں ملی۔ تو آپ نے محنت بڑی کی ہے لیکن عرفان نہیں ملا۔ گویا کہ محنت کے باوجود جس راستے پر خدا نہ ملے تو پھر تو یہ راستہ دنیا کا ہے۔ اب یہ دیکھا جائے کہ دین کیا ہے اور کہاں ہے؟ تو جتنے دین کے حوالے آئے ہیں وہ سارے کے سارے اسی دنیا میں آئے ہیں' یہی دنیا عین اللہ کی راہ ہے' اسی دنیا میں اللہ کی طرف سفر ہے۔ جن لوگوں نے دین کو دریافت کیا ہے انہوں نے اسی دنیا میں دین کو دریافت کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دوسروں کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنا

دنیا ہے اور اپنے اور اپنے اللہ کے حوالے سے زندگی بسر کرنا Pure خالص دین ہے۔ تو یہ نیّت کی بات ہے کہ وہی چیز دین بن جاتی ہے اور وہی چیز دنیا بن جاتی ہے۔ آپ اپنے بچوں سے محبّت کرتے ہیں تو یہ دنیا ہے اور یہ انسان کی سرشت ہے کہ کافر بھی اپنے بچوں سے محبت کرے گا اور مومن بھی اپنے بچوں سے محبت کرے گا۔ اور اگر آپ اپنے بچوں سے پیار و محبّت اللہ کے حوالے سے کرنے لگ جائیں تو وہی آپ کا دین ہے۔ تو یہ آپ کے نگاہ کے بدلنے کی بات ہے۔ اگر آپ کی نگاہ یہاں دنیا میں لگ گئی تو یہ آپ نے کم تر کام کیا' Look Down کیا' پھر تو یہ دنیا ہے اور اگر آپ نے Look Up کر دیا' اونچا دیکھا تو یہ دین ہے۔ اگر یہاں کے حوالے آپ کو یاد رہے تو یہ دنیا ہے اور اگر آپ کسی اور حوالے میں نکل گئے تو یہ دین ہے۔ دین کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ کے حوالے سے' اللہ کی بنائی ہوئی دنیا میں' اللہ کے عطا کئے ہوئے دین کے مطابق' اللہ کی رضا کے لیئے کام کریں۔ تو جس میڈیم میں آپ نے کام کرنا ہے اس کا نام بے شک دنیا ہے لیکن اللہ کے حوالے سے جو کام ہے وہ دین ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ دین اور دنیا الگ الگ نہیں بلکہ یہ ایک ہی چیز ہے۔ اگر خیال بدل جائے تو دین بن جاتا ہے۔ مثلاً" آپ یہاں بیٹھے ہیں اور یہاں آپ نے ایک مصلّٰی بچھا دیا تو یہ دین بن گیا حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہاں پر دنیا تھی۔ تو مقصد یہ ہے کہ اسی دنیا کا نام دین بن جاتا ہے۔ آپ یہیں پر استغفار شروع کر دیں تو پھر دین شروع ہو گیا اور اگر گناہ کر لیں تو پھر دنیا شروع ہو گئی۔ نیک آدمی کے لیئے غفلت کر دینا دنیا میں سب سے بڑا گناہ ہے ۔

کچھ دیر تیری یاد سے غافل رہا تھا میں
وہ لمحے کر رہے ہیں مجھے شرمسار سے

اگر وہ لمحات ایسے ہیں کہ انسان ان پر شرمسار ہو رہا ہے تو یہ شرمسار ہونا دین ہے۔ نفرت کا خیال جو ہے یہ دنیا ہے۔ دنیا شعور سے محرومی کی بات ہے۔ زندگی کا خیال دنیا ہے اور موت کا خیال دین ہے۔ جہاں آپ نے جانا ہے تو آپ لوگ ان جگہوں کو یاد رکھیں کہ ہم Ultimately اللہ کے پاس جائیں گے۔ ہم سب اللہ کی طرف سے آئے تھے اور اللہ کی طرف واپس جانا ہے۔ بس اتنے احساس کا نام دین ہے۔ یہ ضروری ہے کہ دین کی اطاعت اللہ کی رضا کے لئے کی جائے۔ اطاعت اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ کسی شخص کی اطاعت، کسی ذات کی اطاعت اور کسی خیال کی اطاعت اگر اللہ کے لیے ہے تو وہ آپ کے لئے دین بن جائے گا۔ مثلاً" آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہوں اور اگر خیال مسجد سے باہر ہے تو یہ دنیا ہے اور اگر مسجد سے باہر بیٹھنے والے شخص کا خیال مسجد کے اندر ہے تو یہ دین ہے۔ دین پر چلنے والے لوگ اگر دنیا کی تعریف کے لئے عمل کر رہے ہیں تو یہ Pure دنیا ہے بلکہ گھٹیا دنیا ہے! سب سے بڑا دنیا دار وہ عالمِ دین ہے جو شہرت کے لئے علم کی تقریر کرتا ہے ایسا شخص کون ہے؟ یہ Pure دنیا دار ہے۔ دین کیا ہے؟ جو شخص اللہ تعالیٰ سے کانپتا ہے، ڈرتا ہے، خوف کھاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے خوف آتا ہے تو یہ دین کی بات ہے۔ تو اپنے انجام سے ڈرنا اور اپنی عاقبت سے ڈرنا دین ہے۔ تو طالبِ دنیا جو ہے اسے آپ کہتے ہیں کہ یہ مقہور ہے اور جنّت یا آخرت کا طالب جو ہے اس کو آپ

مسرور کہہ سکتے ہو' لیکن طالب مولیٰ ہی اصل میں منظور ہے۔ مقصد یہ ہے کہ طالبِ مولیٰ ہونا' اللہ کا طالب ہونے سے اصل دین بنتا ہے۔ تو طالبِ دنیا' طالبِ عقبٰی یا طالبِ مولیٰ کا مسئلہ اصل میں یہ ہے کہ اپنی زندگی کو خالق کے حوالے سے کون بسر کرتا ہے۔ تو اس کے بارے میں بڑی بڑی وضاحتیں بتائی گئی ہیں کہ یہ ایک دوسرے کے اندر ہی ہیں اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ اس کو آپ یوں کہیں کہ ایک گھوڑا ہے اور ایک شہہ سوار ہے۔ نہ سوار گھوڑے کے بغیر رہ سکتا ہے اور نہ گھوڑا سوار کے بغیر رہ سکتا ہے۔ تو نہ وجود رُوح کے بغیر رہتا ہے اور نہ رُوح وجود کے بغیر رہتی ہے۔ یہ دونوں کا ملاپ ہے۔ آپ یہاں دونوں کے لیئے کام کر سکتے ہیں۔ اگر رُوح صرف جسم کی پرستش کرنے پر مصروف ہو جائے تو آپ کے لیئے یہ ساری کائنات دنیا بن جائے گی اور اگر آپ کا جسم جو ہے یہ رُوح کی غذا بن جائے' خوراک بن جائے کہ مشکلات کے باوجود آپ اللہ کی راہ پر چلنے لگ جائیں' نیند کے باوجود جاگنا شروع کر دیں اور سردی کے باوجود باوضو ہونا شروع ہو جائیں تو آپ یہ سمجھیں کہ دنیا ساری کی ساری آپ کی ہے اور یہ سارا دین ہے۔ تو مشکل بات کوئی نہیں ہے' بلکہ یہ بات بڑی آسان ہے۔ جو کچھ آپ کے پاس دنیا میں موجود ہے اس کو لاموجود کے لیئے استعمال کردو تو یہ دین ہے۔ صرف اتنا سارا کام کرنا ہے اور کچھ بھی نہیں کرنا ہے۔ مثلاً" غم اللہ کے حوالے کر دو' خوشی اللہ کے حوالے کر دو' سرمایہ اللہ کے حوالے کر دو' تمام زندگی کا مسئلہ اس کے حوالے کر دو کہ ہم اللہ کے لیئے ہیں اور اللہ ہمارے لیئے ہے۔ تو اللہ کے حوالے سے کلمہ پڑھنے کا مطلب یہ ہے

کہ لا الٰہ الا اللہ یعنی کہ کوئی چیز پرستش کے قابل نہیں ہے' الٰہ نہیں ہے' یعنی کہ کوئی چیز لگاؤ یا لگن کے لیے نہیں ہے' دل لگانے کے قابل ہی نہیں ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کو آپ ایسے سمجھ کر دیکھیں تو کچھ عرصہ کے بعد آپ کو معلوم ہو گا کہ اللہ کے علاوہ جس سے آپ لگاؤ کر رہے ہیں اس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ ختم ہو جائے گا یعنی اگر کوئی آدمی ہے تو مر جائے گا' تو اللہ جو ہے وہ مرتا تو ہے نہیں۔ اس لئے یہ بتایا گیا ہے کہ اگر آپ اللہ کے علاوہ کہیں بھی دل لگاؤ گے تو پھر آپ کا دل خود بخود ہی افسردہ ہوتا چلا جائے گا اور بیمار ہوتا چلا جائے گا۔ اگر آپ اللہ کی طرف لگاؤ کر لو' محبت کر لو' تو یہ سارے کا سارا واقعہ آپ کے لئے سرفرازی کا باعث ہوگا۔ ہمارا جینا اللہ کے لئے ہے' ہمارا مرنا اللہ کے لئے ہے' ہمارا خیال اللہ کے لئے ہے اور ہمارا سونا جاگنا اللہ کے لئے ہے۔ تو دین کیا ہوا؟ دین رضائے الٰہی اور امرِالٰہی ہوا۔ اور دنیا کیا ہوئی؟ خواہشِ نفس! تو خواہشات نفس جو ہے یا معروضی حالات جو ہیں یعنی یہ جو ہمارے حالات ہیں' ضرورتیں ہیں' آسائشیں ہیں یہ کام تو مسلسل چلتا رہتا ہے اور یہ سارے کا سارا دنیا ہے۔ تو آپ اس کو یوں کہہ لیں کہ عقل کو استعمال کرنا دنیا ہے اور دل کو استعمال کرنا دین ہے۔ دنیا کے اندر رہنے کی تمنّا' فرعون نما ہونے کی تمنّا' طاقتیں اکٹھی کرنے کی تمنا' شہرت اکٹھی کرنے کی تمنّا' دولت اکٹھی کرنے کی تمنّا' چاہنے اور چاہا جانے کی تمنّا' اور دھوکہ دینے کی تمنّا خطرناک ساتھی ہیں اور یہ نفس ایسے مقام پر دھوکا دیتا ہے کہ جہاں دھوکے کا کوئی موقع ہی نہیں ہوتا' کوئی توقّع نہیں ہوتی' ایسا انسان بڑی خطرناک شے ہے' اللہ سے استغفار کرنا چاہیئے کہ میں اللہ

سے پناہ مانگتا ہوں کہ شیطان سے بچائے۔ تو بات یہ ہے کہ شیطان تو ہمیں نظر نہیں آیا، ہمیں تو انسان ہی نظر آیا ہے، شاید کسی انسان ہی کا نام آپ کے لیئے شیطان ہو۔ ایک بات تو طے ہے کہ آپ کو جو گمراہ کرے گا وہ انسان ہی ہوگا۔ تو انسان کو انسان ہی گمراہ کرے گا، انسان کے نفس نے انسان کو گمراہ کرنا ہے اور یہ آرزو بن کے گمراہ کرے گا، خواہش بن کے گمراہ کرے گا، بعض اوقات محسن بن کے گمراہ کرے گا اور بعض اوقات مظلوم ہو کے گمراہ کرے گا۔ اس طرح انسان اپنے آپ کو بھی گمراہ کرے گا اور لوگوں کو بھی گمراہ کرے گا، بعض اوقات دین کے لباس میں گمراہ کرے گا اور بعض اوقات کسی اور لباس میں گمراہ کرے گا۔ اگر آپ کو آواز کی تمنّا ہے اور آپ کے کانوں کو اچھی آواز کی رغبت ہے تو یہ ایک علیحدہ دنیا ہے۔ اگر آپ کو رنگ رُوپ کی تمنا ہے تو پھر آپ کو خطرے کا اندیشہ ہے۔ تو ایسی تمنا جو اللہ کے لیے نہ ہو اور دنیا کے لیئے ہو، وہ گمراہی ہے۔ تو آپ کو یہ جاننا چاہیئے کہ حق کیا ہوتا ہے، حقوق کیا ہوتے ہیں اور اور حقوق العباد کیا ہوتے ہیں؟ مثلاً" کسی اور کے حصّے میں وقف ہو چکنے والی شے کی آپ تمنّا شروع کرو تو آپ گمراہ ہو جائیں گے۔ یا کسی چیز کو اس کے جائز وارث کی اجازت کے بغیر اپنی تمنّا میں رکھنا ایک طرح سے جرم ہے۔ یہاں سے انسان دنیا میں داخل ہو جاتا ہے اور اس دنیا کے ایسے چکر میں پڑتا ہے کہ پھر اس کے کبھی بچنے کی امید نہیں رہتی ہے۔ آپ لوگ دنیا میں اس طرح رہیں جس طرح آئے تھے یا کم از کم جاتے وقت ایسے ہو جاؤ۔ اپنی نگاہ کو پاکیزہ رکھیں اور اپنی نگاہ کو ناپاک نہ کریں، جلوؤں کی تمنّا میں آپ کو اس کا بڑا دھیان کرنا چاہیئے

اور خیال کرنا چاہیئے۔ اپنی بیٹیوں' اپنی بہنوں اور اپنی ماؤں کے لحاظ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ دوسروں کی بیٹیوں کا' دوسروں کی بہنوں کا اور دوسروں کی ماؤں کا احترام کیا جائے۔ اور اپنا احترام کس طرح کرنا چاہیئے؟ وہ بھی اس طرح کرنا چاہیئے۔ اگر حقوق کی بات اجائے تو لوگوں کے حقوق بھی پورے کرو۔ جس چیز کی شریعت میں اجازت نہیں ہے اس کی تمنّا بھی آپ کے اندر نہیں ہونی چاہیئے اور اس کا خیال بھی آپ کے دل میں نہ آئے۔ اس طرح دنیا بچ جائے گی اور یہ دنیا دین بن جائے گی۔ اگر آپ نے صرف خیال میں بھی کچھ Violate کر لیا تو گمراہ ہو جاؤ گے۔تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ دین اور دنیا میں بڑا فرق ہے اور یہ کہ دین اور دنیا میں فرق کوئی نہیں ہے۔ آپ کی نیّت بدل جائے تو دین دنیا ایک شے کا نام ہے۔ اگر آپ کی نیت دنیا ہو جائے تو پھر آپ کا دین بھی دنیا ہے' آپ کا حج بھی دنیا ہے اور ساری عقیدتیں بھی ڈرامہ ہیں اور اگر آپ واقعی Genuine ' اصلی ہو جائیں تو پھر آپ کی گمراہیاں بھی معاف ہو جائیں گی۔ اگر آپ خلوص والے ہو جائیں تو پھر گمراہی بھی با مصرف ہو جائے گی۔ نیک نیّت شخص اگر غلط جگہ چلا جائے تو کہتے ہیں کہ وہاں کوئی نیک کام ہو گا' کوئی نہ کوئی نیکی ہوگی۔ اس لیئے میں یہ کہتا ہوں کہ وہ تمام کام جو آپ اپنے والدین اور اپنے بزرگوں کے سامنے کرنے میں خوشی محسوس کریں' وہ سب دین ہے۔ والدین' بزرگ' اساتذہ' مشائخ کرام اور علماء صاحبان کے سامنے کرنے والی جو خواہشیں ہیں یا ان کو بتانے والی جو صفتیں ہیں وہ سارے کا سارا دین ہے۔ میں آپ سے اس وقت بات کر رہا ہوں' جو بات آپ فخر سے مجھے بتا دیں گے تو وہ دین ہو گی۔اور جو بات

آپ چاہو گے کہ مجھے پتہ نہ چلے تو وہ دنیا ہو گی۔ اس لئے دین اور دنیا کا معاملہ بڑا آسان ہے۔ تو میرے سامنے جو چیز آپ بیان کر سکتے ہیں وہ دین ہے اور چھپانے والی بات جو ہے یہ دنیا ہے۔ آپ اپنے مستقبل کے ڈھانچے پر غور کیا کریں۔ اگر کسی انسان کی مرتے وقت دنیا میں ٹھہرنے کی تمنّا ہے یا کوئی حسرت ہے تو آپ سمجھیں کہ وہ ابھی دنیا کا طالب ہے اور دنیا کی طرف اس کی نگاہ لگی ہوئی ہے۔ مرتے وقت ان لوگوں کو تو انبساط ہوتا ہے خوشی ہوتی ہے، جو اللہ کی تمنّا کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اب یہ حجاب اٹھ گیا' پردۂ ہستی چاک ہوگیا' اب اللہ رُو برُو ہو گا بلکہ آمنے سامنے ہو گا۔

میں بھی آئینہ تُو بھی آئینہ
دیکھ اِک بار سامنے ہو کر

جب آئینہ آئینے کے رُوبرُو ہو گیا تو بات ختم ہو گئی۔ اس لئے یہاں سے ہی اللہ کی تمنّا کرنا اصل چیز ہے اور یہ تمنا یہیں سے کرنی ہے' یہ اس دنیا سے کوئی الگ مضمون نہیں ہے۔ تمام بزرگوں نے اس دنیا کو دین بنایا ہے اور یہی دین ہے۔ تو دین اور دنیا کے درمیان' میں نے آپ کو ایک بات بتا دی ہے کہ اس بات کا خیال کرنا چاہیئے۔ میں نے آپ کو صرف مضمون نہیں بتایا بلکہ عمل بتایا ہے۔ آپ لوگ پہلے ہی میرے سامنے توبہ کر چکے ہیں' اب ایک بار پھر توبہ کریں' اپنے خیال کی اصلاح کریں' اپنے خیال کی پہرہ داری کریں' اپنے خیال کو چیک کریں۔ آپ بھلے کا سوچیں اور بھلا پائیں اور اگر آپ برائی سوچیں گے تو برائی ملے گی۔ یہ دنیا ایک آئینہ ہے اور یہ دیوار کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ جس شخص

نے جس نگاہ سے اس کو دیکھا وہی نگاہ اس پر آئے گی۔ اس کی تفصیل اور تفسیر بہت لمبی ہے۔ اگر آپ حقوق تلفی کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں، تو پھر آپ کو حق نہیں ملے گا۔

اگر آپ اپنے اہل و عیال اور لوگوں کے اہل و عیال کو خوش اور مسرور دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ لوگوں کے اہل و عیال کو خوش اور مسرور رہنے دیں۔ اگر آپ اپنے اہل و عیال کو عزّت اور آبرُو کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر آپ دوسروں کی عزّت اور آبرو قائم کریں۔ کسی انسان نے کسی اور انسان کے ساتھ بد تمیزی کی تو کوئی اور انسان آپ کے ساتھ بد تمیزی کر جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جیسا کرو گے ویسا ہو گا، آپ کے ساتھ بھی ہو گا اور آپ کی اولاد کے ساتھ بھی ہو گا۔ اس لیئے اپنی اولاد کو اپنی غلطیوں اور برائیوں سے محفوظ کرو۔ آپ نے اپنی اولاد کے ساتھ بُرائی نہیں کرنی ہے بلکہ آپ نے کسی اور کی اولاد کے ساتھ کرنی ہے۔ پھر تو کوئی اور انسان آپ کی اولاد کے ساتھ بد تمیزی کرے گا۔ اس لیئے اے صاحبانِ علم و بصیرت، عقل و فہم و دانش! یہ دنیا ہے، اس ہاتھ میں دے اور اس ہاتھ میں لے، اور یہی تو دنیا ہے۔ اور دین جو ہے اس میں صرف اتنی سی بات ہے کہ آپ اللہ کی طرف رجوع کرتے جائیں اور اللہ آپ کو آپ کے اعمال کی عبرت سے بچائے تو وہ دین ہوتا ہے۔ تو دین کیا ہوتا ہے؟ اللہ آپ کو آپ کے اعمال کی عبرت سے بچائے اور آپ کے دل کو شگفتگی عطا کرے۔ یہ دین ہے۔ دنیا کے اندر اپنے دل کی شگفتگی کا کوئی اہتمام نہیں کر سکتا اور اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ یہاں آپ کا دل آزردہ ہی ہوتا چلا جائے گا کیونکہ یہ

خواہشات کے نیچے پستا چلا جائے گا' اور اس پر غلاف در غلاف چڑھ جائے گا۔ آپ یہ بات سمجھیں گے کہ آپ کامیاب ہو رہے ہو حالانکہ آپ کامیاب نہیں ہو رہے ہوتے۔ یہاں دین آپ کو روشنی عطا کرے گا کہ یاد رکھو' یہاں آپ نے رہنا ہے اور پھر آپ نے ایک دن یہاں نہیں رہنا' ایک دن آئے گا جب کوئی نہیں ہو گا۔ پھر آپ کو جواب دہ ہونا ہے کہ آپ نے کیا کیا۔ اور پھر اس دن آپ بول نہیں سکیں گے۔ پھر آپ کے اعضاء اور جوارح بولیں گے' آپ کی نگاہیں بولیں گی کہ وہ کہاں پر ناپاک ہوئی تھیں' پھر آپ کے ہاتھ بولیں گے کہ غلطی کہاں لکھی تھی' پھر آپ کے پاؤں بولیں گے کہ غلط راستہ کہاں طے کیا تھا' پھر آپ کے جتنے بھی قواء ہیں یہ سب خود ہی بولیں گے۔ اور پھر آپ دیکھتے رہ جائیں گے کہ یہ سب کیا ہے؟ اس سے پہلے کہ وہ وقت آجائے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو موقعہ عطا کیا ہے اور بڑے خوبصورت الفاظ میں یہ ارشاد فرما دیا کہ تم لوگ اس دن سے ڈرو جب زمین سے مخفی باہر آجائے گا۔ تو زمین آپ لوگ ہی ہو اور پھر آپ کی زمین سے آپ کے اندر کا مخفی آپ کے سامنے باہر نکل رہا ہو گا' قبر سے باہر نکل آئے گا' قبر سے باہر نکل آنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے وہ بات بڑی چھپا کر رکھی تھی' وہ جو غلطی تھی وہ توبہ کے بغیر پڑی ہوئی تھی' وہ باہر نکل آئے گی۔ یعنی کہ وہ غلطی جو توبہ کے بغیر پڑی ہو تو اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ غلطی جاری ہو جائے اور اس کا اعلان ہو جائے۔ غلطی کو Continue کرنے کی' جاری رکھنے کی خواہش موجود ہو یا امکان ہو اور وہ غلطی ایسے ہی پڑی ہوئی ہو یعنی بغیر توبہ کے پڑی ہوئی ہو تو وہ جو مخفی غلطی ہے وہ اندر سے باہر اچھل کر

آجائے گی اور وہ واقعات جو آپ اپنی تنہائیوں اور تاریکیوں میں کرتے ہیں یا خیال کی تنہائیوں اور تاریکیوں میں کرتے رہتے ہیں، انہیں Broad Day Light یعنی دن کے اجالے میں آپ کی زبان خود ہی مشہور کر دے گی۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ عرفان کا کوئی راز ایسا نہیں ہے جو چھپا رہا ہو، کمال تو یہ ہے کہ اس کائنات میں ہر مخفی ضرور آشکار ہوا۔ ایک آدمی کہتا ہے میں چھپا کر جارہا ہوں مگر پھر بعد والا آکے بتا دیتا ہے اور وہ راز راز نہیں رہتا۔ تو جتنے بھی راز ہیں یہ سارے کے سارے بیان ہوئے ہیں۔ کبھی کسی نے بیان کئے اور کبھی کسی دوسرے نے بیان کئے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ مخفی آشکار ہوتا ہے۔ اس لیے میں یہ نصیحت کر رہا ہوں کہ آپ کی جو مخفی ڈائری ہے اس کے آشکار ہونے سے پہلے، ذِلت آنے سے پہلے، اس کو کاٹ دو۔ توبہ کر کے اسے صاف کر لو۔ آپ لوگ تو سارے نیک لوگ ہیں، دنیا میں کچھ کم نیک لوگوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے، اس لیے ہم آپ کو یہ بتاتے رہتے ہیں کہ ان کو یہ کہا جائے کہ انسان بنو، دین میں داخل ہو جاؤ، اگر توبہ نہ کی تو آج تک جو واقعہ نہیں ہوا، وہ ہو جائے گا۔ اب زمانہ بدل رہا ہے اور پہلے کی طرح چھوٹ نہیں ملے گی۔ ایک شہر کا جو روحانی گورنر تھا وہ شاہی مسجد کے پاس خربوزے بیچتا تھا۔ جو اس کے پاس جاتا کہ جی خربوزے دے دو تو وہ کہتے کہ جی لے لو۔ کوئی کہتا کہ یہ تو خراب ہیں تو وہ کہتے کہ اور لے لو، اگر کوئی کہتا یہ تھوڑا ہے تو وہ کہتے کہ اور زیادہ لے لو۔ کسی کو مفت بھی دے دیتے۔ تو جو آتا اس کی خواہش پوری کر دیتے۔ ایک دن ان کا وصال ہو گیا۔ تو پھر دوسرا بندہ نافذ ہو گیا اور وہ پانی پلانے پر مامور ہو گیا۔

کسی نے اس سے پانی کا گلاس مانگا تو اس نے پیسے مانگے۔ اس آدمی نے ایک اور گلاس مانگا تو اس نے کہا اور پیسے دو۔ تو اس شخص نے کہا بابا جی یہ کیا ہے؟ تو بابا جی نے کہا کہ وہ خربوزے والا مرگیا ہے اور اب یہ دوسرا آدمی ہے۔ تو میں آپ کو یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ اب وہ خربوزے والا مرگیا ہے جو آپ کی سرزنش نہیں کرتا تھا' اب گناہ جو ہے وہ فوری عبرت میں آئے گا۔ میں آپ کو وارننگ کے طور پر بتا رہا ہوں۔ گناہ کو معاف کرنے والا دور جو تھا وہ بیت گیا ہے اور اب آپ وہ دور بھول جاؤ۔ اب جو غلطی کرو گے اس کا فوری نتیجہ آئے گا۔ اب آپ کو میں نے وضاحت سے بتا دیا ہے۔ اس لئے میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ لوگ مجھے پھر یہ کہیں کہ بتایا نہیں تھا۔ آپ کو میں جس شعبے سے منع کر رہا ہوں اسے چھوڑ دیں اور آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ یہ تو آپ کے ایک شعبہ کی بات ہے مگر میری یہ بات ہر ایک کو الگ الگ سمجھ آرہی ہے یعنی جو بات میں کر رہا ہوں وہ بات ہر ایک شخص کو الگ الگ سمجھ آرہی ہے۔ جو جو بات میں منع کر رہا ہوں وہ آپ لوگ ٹھیک کریں۔ اس طرح سب آسان ہو جائے گا۔ یہ یاد رکھنا کہ درگزر کرنے والا دور جو ہے وہ تقریباً" خاتمے پر ہے۔ اب یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی وجہ سے اسلام کو Defame کرا دے' بدنام کرا دے۔ اب مسلمانوں کے بھی اعمال کا محاسبہ ہوگا اور میں آپ کو یہ خود ہی بتا رہا ہوں اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دوسروں کو بری نیت سے دیکھنے والا اپنے گھر کو بچا نہیں سکتا۔ اس لئے اے صاحبانِ علم و خرد' عقل و دانش! اپنے گھروں کو' اپنی بیٹیوں کو' اپنے حالات کو اور اپنی عزتوں

کو آپ خود محفوظ کرو! یہ اس طرح محفوظ ہوں گی کہ جب آپ دوسروں کی عزت محفوظ کریں گے۔ یہ پیغام آپ کے لیئے ہے اور یہ چھوٹا سا پیغام ہے اور امید ہے آپ کو یہ چھوٹا سا پیغام یاد رہے گا اور آپ لوگ اس کو عمل میں بھی لائیں گے۔ اس معاملے میں آپ لوگوں کی طرف سے وعدہ خلافی نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر آپ لوگوں نے کسی کی طرف بد نگاہی سے دیکھا تو پھر تمہاری اولاد اس سے بچ نہیں سکتی۔ اس لیئے اللہ سے توبہ کرو اور دل سے توبہ کرو' میں آپ کو وقت دیتا ہوں۔ میں آپ کو صاف بنا کر بھیجتا ہوں اور آپ جب واپس آتے ہو تو ویسے ہی ہوتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو "خربوزے والے" کی بجائے "پانی والے" کے حوالے کر دیا جائے' جو آپ کو سزا دے دے گا۔ لہٰذا آپ اس بات سے بچو' کسی کی اولاد کی طرف ناپاک نگاہوں سے نہ دیکھو۔ یہ وارننگ ہے! تھوڑی سی احتیاط سے یہ کام ہو جائے گا۔ آپ لوگ صاحبانِ اولاد ہو اور آپ لوگوں کی عمریں بھی کافی ہو گئی ہیں' اپنی نگاہیں پاک رکھو۔ اب اگر آپ منظور نہیں کرو گے تو پھر آپ مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ اللہ تعالٰی آپ لوگوں پر اپنا فضل کرے اور رحم کرے۔ آپ لوگ مکمل طور پر یہ بات یاد رکھنا کہ اب اس میں رعایت نہیں ہوگی اور پھر وہ واقعہ ہو گا کہ آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکو گے اور آپ اس کو برداشت بھی نہیں کر سکو گے۔ آپ اچھے انسان بن جاؤ۔ نہ اپنی عمر سے کم نظر آؤ اور نہ بہت زیادہ نمایاں ہونے کی کوشش کرو ------ اب آپ اور سوال پوچھو -----

سوال :۔

تمام بزرگان دین اور آپ بھی خاص طور پر نگاہ کی پاکیزگی کی بات کرتے ہیں تو اس کو حاصل کرنے کا راستہ بتائیں؟

جواب :۔

یہ جو میں آپ سے گفتگو کرتا ہوں یہ ساری کی ساری گفتگو میں ایک خاص ضرورت اور ایک خاص انداز سے کرتا ہوں۔ مین آپ سے یہ بات کر رہا ہوں کہ جن لوگوں نے مجھے یہ گفتگو سنائی میں آپ سے ویسی ہی بات کرتا ہوں۔ ان بزرگوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ ساٹھ سال کے وظیفے' ریاضت اور عبادت کے بعد انہیں یہ بات پتہ چلی اور انہوں نے پھر یہ بات بتا دی۔ اور کسی نے یہ بتایا کہ اس بات کے لیئے اس کی آدھی زندگی بیت گئی' تب جا کر اسے یہ بات معلوم ہوئی۔ ان تمام وظیفوں' ان تمام محنتوں' ان تمام کاروائیوں اور اس کوچے کے اندر رسوائی اور گدائی کے بعد جو کچھ حاصل ہوتا ہے تو وہ بات میں آپ کو چند پل میں بتا دیتا ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ وظیفے سے نتیجے کے طور پر جو حاصل ہوتا ہے میں آپ کو وہ بات بتاتا ہوں۔ اگر آپ اس طریقے کو چھوڑنا چاہیں اور یہ کہیں کہ آپ کو وظیفہ بتا دوں تو آپ کو بہت دِقّت پیدا ہو جائے گی اور ہماری ساری محفل دِقّت زدہ ہو جائے گی۔ اگر ہم لگاتار اس محفل میں سارے مل کر دو اڑھائی سال ذکر کریں تو اس کے بعد جو نتیجہ نکلے گا وہ میں آپ کو اب بتا دیتا ہوں' تو میں آپ کو یہ بتا دیا کرتا ہوں کہ اگر آپ مشقت کرو گے تو بھی وہی حاصل ہو گا۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ آپ کو عنوان کا خلاصہ دے دیتے ہیں۔ آپ کا سوال بعد میں آیا ہے لیکن میں نے آپ کو جواب پہلے دیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی بتانے والے آدمی سے پوچھا کہ آپ یہ بات بتائیں کہ کس طرح ہم نگاہ کی پاکیزگی کو حاصل کر سکتے ہیں، کیا کوئی ایسا وظیفہ ہے اور پھر اس بتانے والے نے اسے وظیفہ بتایا۔ اس شخص نے وظیفہ پڑھا اور وہ اس پر قائم رہا۔ وہ کہتا ہے کہ لگاتار چار سال وہ وظیفہ کرنے کرتے مجھے مشاہدہ ہو گیا، اس دن کے بعد میری پرابلم ختم ہو گئی اور مجھے نگاہ کی پاکیزگی مل گئی۔ ہم نے اس سے کہا کہ تجھے کیا مشاہدہ ہوا کہ تم چار سال کا وظیفہ کرتے رہے۔ اس نے کہا یہ کوئی Alien Spirit تھی جس نے مجھے دکھایا کہ میرے سامنے ایک لڑکی آئی جس کو میری ناپاک نگاہیں دیکھتی تھیں۔ مجھے فوراً مشاہدہ ہو گیا اور میری نیت صاف ہو گئی۔ میں نے پوچھا کہ تجھے کیا مشاہدہ ہوا؟ کہتا ہے کہ اس کے چہرے میں مجھے میری بیٹی کا چہرہ نظر آتا تھا۔ ساڑھے چار سال وظیفہ کرنے کے بعد پھر آ کے اس کو یہ بات ملی اور میں آپ کو ساڑھے چار سال کے وظیفے سے ایک تو بچا رہا ہوں اور یہ وظیفہ ساڑھے چار سال ڈیلی کرنا ہوتا ہے، لہسن بھی نہیں کھانا، گوشت بھی نہیں کھانا۔ تو نیک نگاہی کا معنیٰ یہ ہے کہ اپنی بیٹی کے چہرے کو روبرو رکھنا۔ ایسا کرنے سے وہ انسان نیک نگاہ ہو جاتا ہے۔ آپ لوگ تو بڑے خوش قسمت ہیں۔ جو اصل بات ہے وہ ہم نے آپ کو بتا دی ہے، ہمیں کسی نے مفت بتا دی تو ہمیں یہ بات مل گئی، اب آپ کو بھی مل گئی۔ اب اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ واصف صاحب ایسے ہی بات کر رہے ہیں، کیا خبر ایسا ہوتا بھی ہے کہ نہیں ہوتا۔ خبردار! یہ ضرور ہوتا

ہے! میں ایسے نہیں آیا ہوں۔ اور کسی آدمی کو حکم نہیں ہے کہ پبلک میں ایسی بات کرے اور وہ بھی اس انداز سے جس انداز کا اس کو پتہ نہ ہو۔ اور میں نے آپ کو پہلے ہی دن بتایا تھا کہ بغیر قوی دلیل کے بڑی بات نہ کرنا۔ یہ بات آپ کو یاد ہے ناں کہ کبھی بھی قوی دلیل کے بغیر بڑی بات نہ کرنا۔ اس لیے میں جو بات کر رہا ہوں اس کی میرے پاس دلیل بھی ہے اور آپ کے لیے وارننگ بھی ہے اور آپ سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جو یہاں نہیں ہیں کیونکہ یہ ضروری تو نہیں کہ ہم صرف آپس میں بات کرتے جائیں، اس دنیا میں اور بھی سوچنے والے لوگ ہیں۔ اس لئے آپ عزّت کرو، عزت کیے جاؤ اور عزت کراؤ۔ یہی دنیا ہے۔ دنیا کیا ہے؟ Exact Rebound ہے، گنبد کی صدا ہے، جو کچھ بولے گا وہ سنے گا، تنہائیوں کی بات محفلوں میں جائے گی، بند کمروں کی بات چھتوں پر جا کر اعلان کرے گی، چھپے ہوئے قتل کا اگر کوئی گواہ نہ ہو تو بھی کوا بول پڑتا ہے، کوا بتا دیتا ہے کہ یہ قتل ہوا پڑا ہے۔ تو بات چھپتی نہیں ہے، یہی تو دنیا کی حکمت ہے کہ بات چھپ نہیں سکتی ہے اور یہاں آج تک کوئی بات نہیں چھپی ہے۔ شیطان کے پاس تین کام ہیں۔ پہلے وہ آپ کے کان میں خواہشِ نفس پیدا کرے گا، یہ کان میں بات کرے گا، آہستہ سے بات کرے گا اور اس سے خواہشِ نفس تیز ہو گی۔ پھر آپ کو گناہ کی ترغیب دے گا کہ یہ گناہ کرو اور آپ کے اوپر ایک ایسی تاریک چادر ڈال دے گا کہ آپ یہ سمجھیں گے کہ آپ کا گناہ مخفی ہو گیا۔ یہ شیطان کے پاس جہالت اور گمراہی کا دوسرا تحفہ ہے۔ یعنی پہلا تحفہ ہے گناہ کا میلان پیدا کرنا اور پھر دوسرا تحفہ یہ ہے کہ اس گناہ کے اوپر تاریکی کا لبادہ دیتا ہے کہ یہ گناہ

Covered ہے' اس میں آپ کو کوئی نہیں دیکھے گا۔ اور تیسری چیز اس کے پاس ایک ڈھولک ہے' جب وہ گناہ ہو چکتا ہے تو پھر یہ ڈھول بجا دیتا ہے اور لوگوں میں اعلان کر دیتا ہے۔ پھر انسان کہتا ہے کہ تو نے مجھے برباد کرایا ہے' تو نے یہ میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ تو شیطان کہتا ہے کہ تو نے مجھے جنت سے نکلوایا ہے' کیا میں تجھے چھوڑ دوں گا۔ الا عباد اللہ المخلصین یعنی مخلصین کو شیطان کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مخلصین کون ہیں؟ جو بات سن کر بدل جائیں' ٹھوکر کے بعد جو بدلا وہ بھی کیا بدلا۔ اس سے پہلے کہ کوئی ٹھوکر راستے میں آ جائے بہتر یہ ہے کہ راستہ بدل دیا جائے۔ یہ وارننگ ہے۔ بات کو سن کر ٹھیک ہونے والے ہی اصل مومن ہیں۔ مومن کون ہوتا ہے؟ جو بات کو سن کر ٹھیک ہو جائے کیونکہ تجربے سے تو کتنی ہی دنیا مومن ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ پھر فائنل دن آ جائے گا جب میں تم سے کہوں گا کہ یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا' اب تم کیا مانگتے ہو؟ کافر اس وقت چیخے گا اور اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا' یا اللہ ایک بار پھر موقع دے! تو پھر اللہ فرمائے گا کہ یہ تو میرا دن ہے۔ اس لئے اصل بات یہ ہے کہ ٹھوکر سے پہلے پہلے اپنے آپ کو بدل لو۔ یہ اصل وظیفہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔ تو شیطان کا شکنجہ جو ہے وہ مخلصین کے لئے نہیں ہے اور مخلصین کون ہوتے ہیں؟ جو آسانی سے گناہ کو چھوڑ دیں اور آسانی سے نیک ہو جائیں کیونکہ نیک ہونے کے لئے کوئی بھی وقت ساز گار ہو سکتا ہے۔ دل سے دعا کرلی جائے اور دل سے توبہ کرلی جائے تو نیکی کا سفر آج ہی سے شروع ہو سکتا ہے اور آج کے بعد آپ کے تمام

لواحقین عافیت میں ہوں گے، اس کی میں آپ کو گارنٹی دیتا ہوں کہ آپ کے تمام لواحقین عافیت میں ہوں گے بشرطیکہ پہلے آپ عافیت پیدا کریں، قربانی آپ دیں پھر آپ کے بچے محفوظ رہیں گے بلکہ آپ کے بچے سات پشتوں تک محفوظ رہیں گے۔ تو اے صاحبانِ بصیرت! اپنے آپ کو توبہ کے دروازے پر کھڑا کرو۔ بزرگوں نے یہی بتایا ہے لیکن بڑے بڑے وظیفے کروا کر پھر بتایا ہے اور ہم نے آپ کو ایسے آسانی سے بتا دیا ہے اور آپ کے لیئے بات کو آسان کر دیا ہے۔ ہاں اور بات کرو ----- پوچھو، سوال پوچھو ------

سوال :۔

جب تک دماغ نہ ہو تو پھر دل بالکل ہی بے معنیٰ چیز ہے کیونکہ اس کے حوالے سے دنیا نظر آتی ہے، اچھائی نظر آتی ہے، برائی نظر آتی ہے۔ تو پھر دل کیسے قوی ہو؟

جواب :۔

دل اور عقل جو ہے یہ کہنے کے الفاظ ہیں۔ عمل کے وقت دونوں کام کر رہے ہوتے ہیں۔ تو دل بھی کام کر رہا ہوتا ہے اور عقل بھی کام کر رہی ہوتی ہے اور ذہن بھی کام کر رہا ہوتا ہے۔ اب اس کی Description، تفصیل دیکھو کہ کیا ہے؟ جہاں خواہش پیدا ہوتی ہے اور بے بس بھی کر دیتی ہے تو خواہش Generate کرنے والا شعبہ جو ہے یہ دل ہے۔ خواہش یہ ہوتی ہے کہ تمنّا یا محبت، کسی شے کو چاہنا یا کسی انسان کو چاہنا۔ اس کے لیئے جو طریقہ سوچنا ہے، یہ ذہن کا کام ہے۔

بادشاہ اصل میں دل ہی ہے۔ مثلاً" آپ نے بڑے ذہن کے ساتھ اور بڑی خوب صورتی سے ایک مکان بنایا لیکن آپ کا دل تنگ ہو گیا تو اب کچھ بھی ہو، آپ مکان چھوڑ دو گے۔ میں آپ کو ایک بات کا راستہ بتاتا ہوں اور آپ کے سوال کا جلد ہی جواب دیتا ہوں۔ بیباک سوال بعض اوقات کفر تک لے جاتے ہیں اور وہاں خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے آپ پہلے یہ فیصلہ کرلیں کہ آپ کا اللہ پر بھروسہ پکا ہے اور یہ کہیں کہ یا اللہ ہم نے تجھے چھوڑنا نہیں ہے اور نہ تو ہمیں چھوڑنا۔ آپ پہلے یہ پکا عہد کرلو، ہم سے تعلق بنالو، پھر بے شک بیباک سوال کرو۔ اگر آپ اللہ کو چھوڑنے تک سوچو گے تو سوچ گندی ہو جائے گی اور پھر آپ برباد ہو جائیں گے۔ آپ یہ کہیں کہ میں نے Finally اللہ کو قبول کرلیا ہے یعنی میں نے چاہا، میں نے طلب کرلیا اور میں نے مان لیا۔ پھر سوال کرو تو آپ کو اپنا رابطہ بتائے گا کہ وہ کس طرح ہے۔ لیکن آپ لوگ تو یہ سوچتے ہیں کہ وہ نہیں ہے اور جب وہ نہیں ہے تو آپ اپنے عمل مین آزاد ہیں۔ یہ تو کفر والی بات ہے اور پھروہ آپ کو بڑی دقت میں رکھے گا اور پریشان کرے گا کیونکہ واللہ خیر الماکرین مکر کرنے والے مشکل میں پڑ جاتے ہیں۔ خیر اس میں ہے کہ آپ کہہ دیں کہ میں نے اللہ کو مانا ہے اور جانا نہیں ہے اور مانا ایسا کہ پکا مان لیا ہے یعنی وہ نظر نہیں آتا، یہاں نہیں ہے، تب بھی مان لیا۔ جب اسے مان لیں تو پھر اس سے پوچھیں کہ وہ ہے کہ نہیں ہے؟ پھروہ آپ کو بتائے گا کہ آپ ہیں کہ نہیں ہیں! اس طرح ماننے والا اللہ سے مکالمہ کر سکتا ہے۔ اللہ پوچھے گا کہ ہونا کیسے ثابت کیا جاتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ میں ہوں! "یہ تو

Sufficient نہیں ہے"۔ تو آپ کہیں گے کہ میرا باپ بھی تھا۔ پھر اللہ کہے گا کہ مجھے تو کسی نے نہیں جنا مگر میں پھر بھی ہوں۔ انسان کہتا ہے کہ میری اولاد ہے اس لیئے میں ہوں۔ اللہ کہتا ہے کہ میری اولاد نہیں ہے لیکن میں پھر بھی ہوں۔ پھر انسان کہتا ہے کہ یا اللہ میں دیکھ سکتا ہوں تو اللہ کہتا ہے کہ تمہارے دیکھنے والے آلے کو، تمہاری آنکھ کو میں نے پیدا کیا ہے۔ تو آپ جو جو بات کریں گے، وہ آپ کو سمجھاتا جائے گا۔ اللہ انسان سے کہہ سکتا ہے کہ تم عالمِ ظہور میں کیسے آئے! انسان کہتا ہے کہ جی میں پیدا ہو گیا تھا، ماں باپ کے گھر پیدا ہو گیا تھا تو اللہ کہتا ہے کہ ماں باپ سے پوچھو کہ لڑکی کیسے پیدا ہوتی ہے اور لڑکا کیسے پیدا ہوتا ہے، بے شمار لوگ ہیں جن کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوتی۔ پھر انسان سوچ کر کہتا ہے کہ میں آپ ہی اپنا خالق ہوں۔ پھر اللہ کہتا ہے کہ اگر تم آپ ہی خالق ہو تو پھر تمہاری مرضی اور تمہاری رضا کے بغیر تمہارے قواء مفلوج کیوں ہو رہے ہیں۔ تب انسان کہتا ہے کہ میں یہاں بے بس ہو گیا ہوں اور پتہ نہیں ہے کہ کیا بات ہے۔ تو اللہ کہتا ہے کہ تیری آرزوئیں پوری نہیں ہو رہی ہیں، تیری دعائیں بھی پوری نہیں ہو رہیں اور جو تو چاہتا ہے وہ نہیں ہوتا، تو تُو بے بس ہے اور پھر تو کچھ بھی نہیں ہے، تو آخر کار مر جاتا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ یا اللہ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ میں مر بھی جاتا ہوں۔ اللہ فرماتا ہے کہ میں مرتا نہیں ہوں۔ تو انسان کہتا ہے کہ یا اللہ تو ہی شان والا ہے۔ تبارک اللہ احسن الخالقین۔ پھر اللہ فرماتا ہے کہ اپنا ذہن استعمال کرو اور سوچو کہ موسم کیسے بدلتے ہیں، سورج کا نظامِ شمسی ہوتا ہے، نظامِ گردش ہوتا ہے، پھر

اور نظام ہائے شمسی ہوتے ہیں' یہ بتاؤ کہ سورج روشن کیوں ہے' سورج کی روشنی زمین پر پڑتی ہے اور پھر موسم بدلتے ہیں' سورج کو کس نے بنایا' سورج کو روشن کیوں بنایا' رات تاریک کس نے بنائی' اتنے ستارے اور سیارے کس نے بنائے' اور پھر انسان کس نے بنائے' میں وہ اللہ ہوں' میں ایسا خالق ہوں کہ اگر مچھر کا ایک پر ٹوٹ جائے تو ساری دنیا کے سائنس دان مل کر ایسا پر نہیں بنا سکتے۔ سب سے کمزور ترین چیز مکھی ہوتی ہے' تم وہ مکھی بنا کر دکھاؤ' تو میں وہ خالق ہوں کہ ہر آغاز سے پہلے بھی تھا اور ہر انجام کے بعد بھی ہوں گا اور میری تخلیق جو ہے اس کو تم Artistic انداز سے دیکھو' اتنا حسن کہیں نہیں ہو گا۔ اگر تم کوئی بڑی چیز بناؤ گے تو دیوار پر پھول بناؤ گے لیکن میں نے اصلی پھول بنایا ہے۔ آپ لوگوں کا حسن یہ ہوتا ہے کہ پھول کی تصویر بنانا' کسی لباس پر پھول بنانا اور اللہ کہتا ہے کہ اصل پھول ہی میرا بنایا ہوا ہے' تم روشنی بنا لو گے لیکن میں تو روشنیوں کا خالق ہوں' میرے اس سورج کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ چراغ ہی لے آؤ گے۔ تو اللہ ہی وہ خالق ہے جو آپ کو اس کائنات کے مشاہدے کی دعوت دے گا۔ اگر عقل کی بات ہے اور آپ کائنات کو عقل کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر اللہ نے فرمایا ہے کہ تو آنکھ اٹھا کر میری کائنات کی طرف دیکھ' تجھے کہیں کوئی نقص نظر آیا؟ تیری آنکھ خیرہ ہو کر واپس لوٹ آئے گی' پھر آنکھ اٹھا کر دیکھ' Once again تو وہ پھر بھی خیرہ ہو کر واپس آئے گی۔ تو یہ میری کائنات ہے مگر تو ذہن کو استعمال نہیں کرتا۔ مجھے تو اس بات کا افسوس ہے کہ تجھے ذہن دیا ہے مگر تو ذہن کو استعمال نہیں کرتا۔ اللہ اتنی ورائٹی تخلیق کرنے والا

ہے، یہاں تک کہ درختوں کے پتوں کے رنگ الگ الگ ہیں، ایک درخت کا پتہ دوسرے درخت کے پتے سے نہیں ملتا اور ایک درخت کا پتہ اسی درخت کے دوسرے پتے سے نہیں ملتا۔ آپ لوگ غور کریں کہ جس درخت کا بیج ہے وہی درخت بنے گا۔ بیج میں درخت اور درخت میں بیج اور پھر بیج میں درخت اور درخت میں بیج، یعنی کہ درخت میں درخت اور بیج میں بیج! کبھی آپ دیکھو کہ یہ سب کیا ہے؟ ایک بیج میں کروڑہا بیج اور ایک درخت میں کروڑہا درخت ہیں یعنی ایک درخت کے اندر درختوں کی امت ہے۔ ہر درخت آنے والی امّت کا ایک پیامبر ہے۔ یعنی کہ ایک Seed کے اندر کیا کائنات مخفی ہے اور سار کچھ اس بیج کے اندر لکھا پڑا ہے۔ اتنا بڑا کمال ہے۔ ایک ایٹم کا راز کھلا تو کتنا بڑا ہنگامہ ہو گیا اور دھماکہ ہو گیا۔ صرف ایک ایٹم ہی تو تھا۔ ادھر آپ پوری کائنات کی وسعتیں دیکھو تو کیا سے کیا ہوا پڑا ہے۔ یہ سب کرنے والا کون ہے؟ اس کا نام اللہ ہے۔

اگر آپ اللہ کے ساتھ رابطہ رکھیں تو پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کے دلوں کے پرابلم کس طرح حل ہوتے ہیں، دل جو ہے وہ سکون میں آ جائے گا، لطف میں آ جائے گا، کائنات آباد ہو جائے گی اور پھر آپ کو زمین کا راز ملے گا کہ زمین کا راز کیا ہے، یہ زمین کیا چیز ہے۔ وہ خالق ایسا ہے کہ یہ پہاڑ ہے اور یہ ساتھ زمین شروع ہو گئی، یہ پہاڑ ہے اور ساتھ ہی دریا چل پڑتا ہے، یہ سمندر ہے اور یہ کچھ اور ہی شے ہے، اور یہ بادل آ گئے ہیں۔ رات کو بجلی چمکتی ہے اور آپ کو اس کے کڑکنے کی آواز آتی ہے۔ تو آپ دیکھو کہ یہ سب کیا ہے اور کائنات کیا ہے؟ اس

کے بعد آپ پھر اپنے آپ کے حوالے سے کائنات کو دریافت کرو' صرف اپنے طور پر دریافت کرو اور یہی بات اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ غور کرو' اور غور کرو۔ تو گویا کہ غور کرنے والوں کو ہی اللہ تعالیٰ تک رسائی ہو گی۔ آپ لوگ تو غور ہی نہیں کرتے تو پھر آپ کو اللہ کیسے سمجھ آئے گا۔ اللہ کہتا ہے کہ تم لوگ غور کرو تو پھر میں تمہیں بتاؤں کہ میں اللہ کہاں ہوں۔ اللہ کہتا ہے کہ بد قسمتی سے' Unfortunately تم نے غور کرنا ہی چھوڑ دیا ہے اس لئے تمہیں میں یعنی اللہ سمجھ نہیں آتا۔ آپ اپنے مسائل کو دیکھیں۔ کبھی آپ کو زندگی میں کوئی ضرورت ہو اور پھر ضرورت پورا ہونے کا سبب نہ بن رہا ہو تو پھر ایک صبح One fine morning کہیں سے اچانک سبب نازل ہو جائے اور مسئلہ حل ہو جائے تو وہ کون ہے جو اتفاقات پیدا کرنے والا ہے' یعنی کہ The great chances پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو اللہ کہتا ہے کہ چانسز پیدا کرنے والا میں ہوں اور میں Routine توڑتا ہوں' بندشیں توڑتا ہوں' میں تدبیر کو توڑتا ہوں اور میں تمہارے چلتے ہوئے سفر کو کاٹتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ میں اپنے آپ کی طرف تمہارا میلان کراتا ہوں۔ تو اللہ کا ثبوت کہاں سے آئے گا؟ یہ آپ اپنی عقل سے پوچھو کیونکہ اس کو ڈیلی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ جب انسان تمام چیزوں سے بے بس ہو جائے اور بے بسی میں آپ کی آنکھ میں آنسو آ جائیں تو پھر آپ سمجھیں کہ اللہ قریب آ گیا۔ بے بس کی آنکھوں میں آنسو کا آنا اللہ کا واحد ثبوت ہے! تو ثبوت یہ ہے کہ ہم بے بس ہو گئے ہیں تو پھر کیا کریں تو وہ کہتا ہے کہ یہ Cause اور Effect کا کھیل ہے' وجہ اور نتیجہ کی بات ہے کہ مٹی کا پیالہ ٹوٹ گیا

ہے تو اب کیا کیا جائے کیونکہ اس میں رونے کی کیا ضرورت ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ اس سے درد پیدا ہوا ہے کیونکہ یہ پیالہ دوست کا دیا ہوا تھا اور اب دوست یاد آ رہا ہے۔ تو یاد' درد' احساس' جدائی' فراق اور اس کی بات کی یاد جو ہے ان سب سے تو اللہ کا پتہ چلتا ہے۔ تو اس طرح اللہ کا اہلِ دل کو پتہ چلتا ہے۔ شروع میں اہلِ دل کو پتہ نہیں چلتا۔ تو بچہ بیمار ہو تو ماں بچے کے لیے تڑپتی ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ یہ بچہ خود ٹھیک ہو جائے گا' یہ بچہ تو اس کے حوالے کر اور درد سے نجات پا لیکن وہ کہتی ہے کہ بچے کے رونے کی آواز میرے دل کی کائنات میں درد بھر دیتی ہے۔ تو یہاں سے تو اللہ کا پتہ چلتا ہے۔ بس اللہ جو ہے وہ اہلِ دل کے ساتھ ہے' ان کا کاروبار' ان کی ڈیلنگ سب اللہ کے ساتھ ہے۔ عقل والے نے اللہ کو مانا تو کیا اور نہ مانا تو کیا! تو ماننے کے بعد آپ پھر تحقیق نہ کیا کریں کیونکہ ہر سوال کا جواب اللہ دے گا اور اللہ کو تیرا پتہ ہے اور آپ کے ہر سوال کا جواب جو ہے یہ کفر کے بغیر آپ کو ملے گا۔ کس کا کفر بے باک ہو جاتا ہے اور کون بے باک کافر ہو جاتا ہے؟ وہ جس نے مانا نہیں ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ہم ماننے والے بے باکی کریں گے تو ہم کافر نہیں ہوں گے۔ اللہ کو ہم نے مان لیا ہے اور ہزار بار ہی مان لیا ہے' ہمارا اور آپ کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر ماننے والا کوئی آخری انسان رہ گیا تو وہ ہم ہی ہوں گے۔ تو دنیا میں کوئی بھی خدا کو ماننے والا نہ ہو تو ہم موجود رہیں گے اور آخری ماننے والے ہم ہی ہوں گے۔ ماننے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ شاد رکھے تو ہم ماننے والے ہیں' ناشاد رکھے تب ماننے والے ہیں' غریب کر دے تب بھی ماننے والے ہیں' امیر کرے تب بھی ماننے

والے ہیں' ہم نے اللہ کی رضا کو اپنا Finally اصلی مقصد بنا لیا ہے۔ اور آج ہم نے یہ ایک نیا وعدہ کر لیا ہے۔ اب آپ کی نگاہ کے اندر پاکیزگی کا ہونا ضروری ہے تاکہ آپ امانتوں' خیانتوں' اعتبارات اور باقی ساری باتوں کو سمجھنا شروع کر دیں کہ اعتماد کیا ہوتا ہے؟ ریاضت کیا ہوتی ہے اور امانت کیا ہوتی ہے؟ پچھلا جو نرم دور تھا' وہ گزر چکا ہے' اب فوری عاقبت ہو سکتی ہے اور فوری سزا ہو سکتی ہے۔ اس لیئے اب بہت دھیان سے چلنے کا وقت ہے۔ اللہ کو بے شک عقل کے ساتھ ڈھونڈو اور اس بارے میں آپ سوال پوچھو اور ضرور پوچھو لیکن اگر ماننے میں فرق آجائے تو بہتر ہے کہ سوالات کو بند کر دو۔ اس کو سوال کی اجازت ہے جس نے اللہ کو مان لیا ہو۔ وہ سوال جو شرعی مسائل سے تعلق رکھتے ہیں ان کا جواب تو کتاب میں موجود ہے۔ ہم تو صرف ان لوگوں کے دل اور ذہن کے مسائل کو حل کرتے ہیں جن لوگوں نے دل سے بات مان لی ہے۔ تو ماننے والے کے سوالوں کا جواب ہوتا ہے' نہ ماننے والوں کو روٹین کا علم عطا ہو جاتا ہے۔ ہم لوگ اللہ کو ماننے والے ہیں مگر سمجھ نہیں آتی کہ اللہ کیا بات کرتا ہے؟ یعنی یہ سمجھ نہیں آتی کہ اللہ کیا کرتا رہتا ہے' اللہ کبھی کہتا ہے کہ میں پیسے لے رہا ہوں' کبھی کہتا ہے کہ میں پیسے دے رہا ہوں' پھر کبھی کہتا ہے کہ مجھے قرضہ دو۔ تو سمجھ نہیں آتی کہ وہ کیا کہتا ہے۔ ہم نے اس کو مانا ہے۔ اللہ کی شان دیکھو کہ وہ پیسہ اپنے لئے مانگتا ہے اور پھر بھی دلواتا غریب انسان کو ہے۔ آسمانوں پر انسان کا ذکر ہے۔ تو اللہ کے آسمان پر کیا ہو رہا ہے؟ آپ یہاں دنیا میں بڑا کام یہ کرو گے کہ اللہ کا ذکر کرنا شروع کر دو گے یعنی لا الہٰ الا اللہ' اور آسمان پر

انسان کا، ماننے والوں کا، انسانی قوتوں کا اور پیغمبروں کا ذکر ہو رہا ہے۔ اب آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ اللہ کا یہ فرمان کیوں ہے کہ تم میرا ذکر کرو تو میں تمہارا ذکر کرتا ہوں، وہ چاہتا ہے کہ زمین پر اس کا ذکر ہو کیونکہ آسمان پر وہ تمہارا ذکر کر رہا ہے۔ تمہارے تذکرے کچھ تمہاری دعاؤں کے حوالے سے اور کچھ تمہاری آزردگیوں کے حوالے سے ہو رہے ہیں اور قدم قدم پر وہ تمہارے ساتھ ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ آپ اس کی طرف نگاہ اٹھاؤ لیکن پھر آپ کی نگاہ غلط ہو جاتی ہے۔ آپ کی نگاہ کے اندر جو پرزے ہیں وہ درست نہیں ہوتے۔ میں کسی ایک آدمی کی بات نہیں کر رہا ہوں لیکن میں آپ سب سے یہ بات کہتا ہوں کہ نگاہ کے پرزے صاف رکھو، نہیں تو پھر کہیں سزا نہ ہو جائے۔ اس زندگی کے ساتھ شوخیاں اور دیر نہ کرو کیونکہ یہ زندگی نہیں ملتی ہے۔ اس کا آپ دھیان کرو اور احتیاط کرو۔

سوال:۔

سر! کائنات کے بارے میں جو سوالات ذہن میں آتے ہیں ان کا تو خدا نے جواب دیا ہوا ہے اگر وہ جواب نہ مانیں تو ہم خدا کو نہیں مانتے اور اگر وہ جواب تسلیم کر لیں تو نئے سوالات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ تو مذہب کے ہوتے ہوئے فلاسفی ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایسے میں ہم کیا کریں؟

جواب:۔

سوال بالکل واضح ہے۔ آپ کا سوال یہ ہے کہ آپ یہ کہہ رہے

ہیں کہ ماننا تو اس وقت ہے جب جاننا ہو جائے اور ماننے کے بعد جاننے کے سوال کا خدا تو Already پہلے سے جواب دے چکا ہے' کچھ قرآن پاک میں اور کچھ احادیث شریف میں جوابات آچکے ہیں۔ تو پھر یہ سلسلہ کیا ہے؟ جو آپ کے رائج فلاسفی کے اعتقادات ہیں یہ معاملہ ان کے بالکل برعکس ہے۔ یہ بات اصل میں یوں ہے کہ Cause اور Effect یعنی سبب اور نتیجہ کے تعلق کا نام فلسفہ ہے۔ مثلاً" ایک واقعہ اس نے کیا ہے' اس سے ہوا ہے' یہاں سے یہ ہوا' یعنی جواز اور اسباب ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہم سبب کو پیدا کرنے والے کے پاس چلے جاتے ہیں اور یہ ماننے کے بعد جاتے ہیں۔ ہر جگہ بات سبب در سبب چلی آرہی ہے یعنی مرغی پہلے ہے یا انڈہ پہلے ہے۔ اور یہ سب چلتا جائے گا۔ چلتے چلتے پھر ایک Prime cause آگیا' سب سے بڑا سبب آگیا جہاں ہم مانتے ہیں کہ پہلے Cause کو پیدا کرنے والے کا نام سبب ہے۔ ہم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن کتنے آدم جہان میں آئے اور چلے گئے ہوں گے۔ ہم کتنوں سے پہلے کو آدم علیہ السلام مان رہے ہیں جب کہ پہلی Human Form آئی ہے' انسانی صورت آئی ہے تو ہم اس کو آدم علیہ السلام کہہ رہے ہیں۔ اس لیے ہم فطرت کے Process کی بات نہیں کر رہے بلکہ ہم فاطر کے منشاء کی بات کر رہے ہیں اور مانا ہم نے یہ ہے کہ تو خالق ہے' مالک ہے اور جو تو نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ ماننے والے کا سوال تو اس کے بعد ہی پیدا ہوتا ہے۔ جن سوالوں کے جواب آچکے ہیں ان کے سوال کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور شریعت والے یہ سوال کرتے ہی نہیں مثلاً" یہ کہ پیغمبر اس نے کیوں بنایا ہے؟ کسی نے کہا

کہ لوگوں کو گمراہی سے دور کرنے کے لیئے۔ تو پھر اس نے پوچھا کہ لوگ گمراہ کیوں ہوئے؟ پیغمبروں سے لڑنے کے لیئے۔ یہ سب کیوں ہوا؟ شیطان کیوں گمراہ ہوا اور اس کو کس نے گمراہ کر دیا؟ آپ اللہ کی ذات کو مانیں گے تو پھر سارے سوال اس کی صفات کو سمجھنے کے لیئے ہوں گے۔ تو سوالات ذات کے بارے میں نہیں ہونے چاہئیں بلکہ سوالات صفات کے بارے میں ہونے چاہئیں۔ سوال یہ ہونا چاہیئے کہ یااللہ یہ بتا کہ تو رزق کیسے دیتا ہے؟ تو آپ نے اسے رازق تو مان لیا ہے اور اب جو Chain' جو سلسلہ آپ دریافت نہیں کر سکتے' اللہ آپ کو وہ Chain دکھائے گا کہ یہ دیکھو یہاں سے رزق چلا ہے' یہاں سے بیج چلا' یہاں سے درخت بنا' یہاں سے یہ ہوا آئی اور اس کے ساتھ ہم نے بارش بھیجی اور یہ درخت جنگل میں تھا اور پھر جنگل سے اس کو کاٹا گیا' پھر تراشا گیا اور پھر فرنیچر بنایا گیا۔ اس طرح رزق چلتا جا رہا ہے' یہ ساری Continuation سارا تسلسل رزق کا ہے' یعنی لکڑی لادنے والے' لے جانے والے' سارا رزق ہے' پھر فرنیچر رزق ہے' اس کے بعد ٹمبر ہے اور یہ رزق چلتا چلتا مارکیٹ تک پہنچتا ہے اور یہ رزق در رزق چلا آ رہا ہے۔ پھر اللہ آپ کو بتائے گا کہ گندم کا دانہ رزق کیسے ہوتا ہے بعض اوقات آپ کے ہاتھ سے کتنی غذائیں گر جاتی ہیں اور بے شمار نظر آنے والی اور نہ نظر آنے والی مخلوق کی غذا بنتی ہیں اور ان کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ تو ایک دانہ گندم کہاں کہاں جاتا ہے اور کتنی کتنی مخلوق اس پر پلتی ہے۔ اسی طرح مخلوقات پل رہی ہیں' کتنی ہی Visible ' نظر آنے والی طاقتیں آپ کے سامنے آتی ہیں اور کتنی ہی Invisible ' نہ نظر آنے

والی طاقتیں آپ کے پاس سے گزر جاتی ہیں جن کا Invisible وجود ہوتا ہے۔ تو گویا کہ یہ ساری چیزیں اللہ آپ کو دکھائے گا۔ اگر آپ نے ایک بار اللہ کی ذات کو مان لیا کہ تو وہی اللہ ہے جس نے انسانوں کو نبی بنایا' پیغمبر بنایا اور ہم تجھے ماننے والے ہیں اور تیری عبادت کرنے والے ہیں۔ تو اس کے ساتھ آپ کا سوال تو اب شروع ہوا ہے۔ اب آپ پوچھیں کہ حشر کسے کہتے ہیں؟ یومِ حشر کیا ہوتا ہے؟ انصاف کسے کہتے ہیں؟ تو اس طرح خود ہی سارے Statements' سارے مسئلے بیان ہو جاتے ہیں۔ آپ اللہ سے پوچھیں کہ یا رب العالمین تو ہمیں سمجھا کہ یہ ازل کیا ہے؟ یہ کیا واقعہ ہوا تھا کہ آپ نے الست بربکم کہا تھا۔ تو جو لوگ جانتے ہیں پھر وہ کہتے ہیں کہ "قالوا بلیٰ" کل کی بات ہے' ہم تو اللہ کو اس سے بھی پہلے جانتے تھے۔ آپ نے بزرگوں کی کتابوں میں پڑھا ہوگا۔ کہ "قالوا بلیٰ" کل کی بات ہے اور ہماری تو اس سے پہلے کی آشنائی تھی' یہ ازل تو کل کی بات ہے اور ازل سے پہلے بھی ہم اس کے حسنِ خیال میں تھے۔ تب ہم اس کے حسنِ خیال میں تھے اور اب ہم اس کے حسنِ تخلیق میں ہیں۔ یعنی حسنِ خیال سے نکل کے حسنِ تخلیق میں آگئے اور کل محشر میں ہم اس کے سامنے اس کے حسنِ سلوک کے انتظار میں ہوں گے اور پھر بات ختم ہو جائے گی۔

سوال:۔

جناب! وہ تکلیفیں کون سی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں؟

جواب :۔

وہ تکلیف جس میں اللہ کے ساتھ تعلّق نہ ٹوٹے وہ انعام ہے، وہ غریبی جو اللہ کے قریب کر دے اور جھکا دے، وہ انعام ہے اور وہ دولت جو باغی کر دے وہ بربادی ہے۔ یہ سب تعلق کی بات ہے۔ تو تعلق قائم رکھنے والا غم انعام ہوتا ہے اور تعلّق توڑنے والی خوشی سزا ہے اور گمراہی ہے۔ جس بات کے ذریعے اللہ سے تعلّق قائم ہو جائے تو وہ انعام ہی انعام ہے۔ لوگ یزید سے کتنی نفرت کرتے ہیں مگر کبھی آپ نے یہ سوچا ہے کہ امام عالی مقام علیہ السلام جن کو شہید کیا گیا انہوں نے کبھی کسی مقام پر یہ نہیں کہا کہ یااللہ ہمارے ساتھ یہ مت کر۔ بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ جہاں تو بلا رہا ہے وہاں ہم آ رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ Pity کرتے ہیں کہ کاش امام علیہ السلام کے ساتھ یہ واقعہ نہ ہوتا۔ جو آدمی کربلا کے بارے میں امام عالی مقام علیہ السلام کے مقام پر رو رہا ہے کہ ان پر بڑا ظلم ہوا ہے اور اگر مجھے دوبارہ موقع ملا تو میں کہوں گا کہ یہ ظلم نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی وہ یہ کہہ رہا ہے کہ عروج نہیں ہونا چاہئے! آپ دیکھو کہ جتنے بھی عروج ہوئے سارے کے سارے ظلم میں ہوئے مگر یہ ظلم نہیں ہے کیونکہ اللہ کا کام ہی ایسا ہے۔ تو کسی کی Pain سے، کسی کے درد، کسی کا جنم ہے۔ یہ جنم ہی ایسا ہے، یہ تخلیق ہی ایسی ہے کہ کہیں درد ہوگا تو پھر کچھ واقعہ ہوگا، آنسو نکلیں گے تو کہیں نہ کہیں عروج ہوگا۔ پتھر آنکھ میں کبھی عروج نہیں ہو سکتا، جب سینہ شق ہوگا تو پھر جاکر کچھ داستان آپ کو سمجھ آئے گی۔

پردۂ ہستی کو کیا چاک تو دیکھا
انسان کہاں مظہرِ یزداں ہوئے ہم

تو اب مظہر یزداں آپ ہی ہیں۔ تو آپ کیا ہیں؟ مظہرِ یزدان! کب؟ جب پردۂ ہستی کو چاک کریں گے۔ مگر آپ لوگ تو آرام سے بیٹھے ہیں، گپ شپ کرتے رہتے ہیں، ایسے کیسے کام چلے گا کیونکہ جو ہے وہ نہیں ہوگا اور پھر جو نہیں نظر آرہا ہے وہ عین ہوگا۔ ہر وہ تکلیف جو آپ کا اللہ کے ساتھ تعلّق قائم رکھے، وہ تکلیف انعام ہے اور ہر وہ آرام جو تجھے غافل کر دے وہ پھر آرام نہیں ہے بلکہ وہی گمراہی ہے۔ وہ میاں محمد صاحبؒ نے کہا ہے۔

جے دکھ دے کے راضی رہندے تے سکھ دکھاں توں وارے
دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

یعنی اگر وہ دکھ پر راضی ہے تو پھر ہمیں دکھ ہی قبول ہے اور اگر وہ اس پر راضی ہے تو ہم بھی راضی ہیں، پھر سکھ کو لے کر ہم نے کیا کرنا ہے۔ تو جب وہ نہیں دے سکتا تو ہم نہیں لے سکتے۔ اور اگر وہ سکھ دینا چاہے تو ہم نے دکھ کو کیا کرنا ہے۔ ہم دونوں طرح سے تیار ہیں کہ جو وہ قبول کرے۔ بس اسی کا نام لگن ہے اور اسی کا نام تعلّق ہے۔ میں آپ سے آسان آسان بات کر رہا ہوں کہ آپ راضی ہو جاؤ یعنی کہ آپ کچھ اور نہ کرو بلکہ صرف اس ذات پر راضی ہو جاؤ۔ اگر ایسا کر لو تو پھر آپ دیکھتے جاؤ گے کہ زندگی میں بہار لگ جائے گی۔ آپ لوگ یہ گِلہ چھوڑ دو کہ آج کیا ہے، یہ کیا ہو گیا اور وہ کیا ہو گیا۔ آپ لوگ یہ سب چھوڑ دو۔ صرف راضی رہو، اگر کچھ اور ہو گیا پھر بھی راضی! جو بھی ہو گیا تب

بھی راضی! اگر کچھ مرضی کے مطابق نہیں ہوا تب بھی راضی! جب آپ نے راضی رہنا سیکھ لیا تو پھر آپ کے اوپر علوم آشکار ہونا شروع ہو جائیں گے۔ تو آپ کی اتنی سی Investment ہے' اتنی کوشش کرنی ہے کہ اللہ جو کر رہا ہے اس کو ہونے دو۔ اگر پیسے گم ہو گئے' کاروبار خراب ہو گیا اور وہ کچھ لے گیا تو آپ کہو کہ وہ جو لینے آیا تھا وہی لے گیا ہے۔ یہ تو سب وہ خود آپ ہی کر رہا ہے۔ تم لوگ اپنی دانائیاں اور اپنی کاریگریاں بند کردو۔ یا تو اپنی دانائی سے آپ نے کوئی آسودگی ڈھونڈ لی ہوتی' مگر آپ کو دانائی سے کچھ نہیں ملا' دانائی آپ کو اور دور لے گئی' ایسی دانائی سے تو نادانی بہتر ہے۔ اگر دانائی انسان کو در در پھرائے تو وہ کیا دانائی ہے۔ لہٰذا آپ لوگ راضی رہو تو پھر ہر تکلیف اللہ کے نام کی ہے اور اس کے ذریعے آپ کا رابطہ اللہ سے قائم رہے گا۔

سوال :۔

اگر انسان راضی ہو جائے تو پھر تو دنیا کی ساری پرابلم ہی ختم ہو گئی۔

جواب :۔

اس طرح پرابلم ختم نہیں ہوتا بلکہ تب پرابلم شروع ہوتا ہے۔ آپ راضی ہوتے ہیں تو ناراضگی' گلہ اور پریشانی سے تو نکل جاتے ہیں مگر پھر اللہ کے سفر پر چل پڑتے ہیں۔ تو اب Real Problem' اصل پرابلم شروع ہو جاتا ہے۔ اب پرابلم یہ ہوتا ہے کہ فراق کیوں ہے؟ وصال کیسے

ہوگا؟ اب وہ کس حال میں ہے اور ہم کس حال میں ہیں۔ تو اصل میں تو اب پرابلم شروع ہوا۔ لیکن آپ کا پرابلم جو ہے وہ جمع کرنا ہے یعنی آپ Getting and counting، اکٹھا کرنا اور گننا چھوڑ دیں۔ آپ یہ دو کام اپنی زندگی سے نکال دیں اور پھر آپ نے تشویش نہیں کرنی۔ آپ Get کرتے جاؤ، حاصل کرتے جاؤ اور Spend کرتے جاؤ، اور اس طرح یہاں سے نکل جاؤ اور بحث نہیں کرنی۔ اب آپ کا کوئی پرابلم نہیں ہوگا۔

سوال :۔

کسی چیز کے کھونے کو ہم غم کا نام دیتے ہیں اور پانے کو خوشی کا نام دیتے ہیں۔

جواب :۔

آپ کی ساری خوشی Getting یعنی حاصل کرنے کا نام ہے اور آپ کی کوئی چیز ضائع ہو گئی تو یہ آپ کا غم ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا غم کوئی نہیں ہے۔ آپ تو غم سے آشنا ہی نہیں۔ آپ کا غم کوئی چیز کھو دینے سے ہے، آپ کا غم ذاتی حوالے سے ہے اور آپ کی خوشی بھی ذاتی حوالے سے ہے۔ اس سے باہر آپ کی زندگی ہے ہی نہیں!

سوال :۔

اگر بندہ ان چیزوں سے مبرّا ہو جائے تو پھر تو وہ انسان بن جاتا ہے؟ یا پھر صحیح انسان کیسے بن سکتے ہیں؟

جواب:۔

وہ شخص انسان تو بن گیا ہے لیکن آپ نے اس کو انسان نہیں بننے دینا۔ تو آپ انسان بنو، غلط باتوں کو چھوڑ دو۔ آپ یہ دیکھیں کہ Pain پر، درد پر شور مچانے سے Pain یعنی درد دور نہیں ہوتا۔ اگر درد آگیا ہے تو آپ اس کی دوائی کر لیں That's all ۔ بس آپ شور نہ کریں۔ اگر دو آدمیوں میں اختلاف ہے اور آپ کو سمجھ آگیا ہے کہ اختلاف ہے تو اسے ختم کرا دو۔ جب اختلاف رائے ہے تو پھر کیا جھگڑا ہے اور اس میں Disturbance کیوں ہے، اس میں کیا پریشانی ہے۔ آپ لوگ یہ وعدہ کریں کہ جھگڑے کی بات کو دوبارہ نہیں کرنا ہے۔ اسی طرح جس بات پر آپ غم کر چکے ہیں، اس بات پر اب دوبارہ غم نہیں کرنا اور جس نقصان پر آپ رو چکے ہیں اب دوبارہ نہیں رونا، تو ہو چکنے والے واقعات کو آپ End ہی کر دو ختم کردو۔ اب پرابلم کیا ہے؟ آپ کا پرابلم ہے Repeat کرنا یعنی جو کل بات کی تھی آج پھر وہی بات کر رہے ہیں اور جو بات آج ہو چکی ہے آپ اسے پھر بھی کریں گے۔ لہٰذا آپ دہرانا چھوڑ دو، Repeat کرنا چھوڑ دو۔ آپ لوگ کم از کم یہ تو کریں کہ حاصل اور محرومی سے نکل جائیں۔ ایمان والوں کے لئے یہ حکم ہے کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ پیسے کی وجہ سے اس کی عزت ہوگی تو سمجھو کہ اس کا ایمان کمزور ہے، اس کا ایمان بہت کمزور ہے، بلکہ اس شخص کے پاس ایمان رہ نہیں سکتا جس نے پیسے کے ساتھ ایمان کو مشروط کیا کیونکہ وہ کہتا ہے کہ غریب ایمان سے باہر ہیں حالانکہ غریبوں کے ہاں ہی تو زیادہ ایمان ہے۔ پیغمبری، رسالت اور بہت ساری چیزیں غریبوں کے

پاس رہی ہیں۔ تو آپ کے ایمان یا عزت کا پیسے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر کوئی انسان' محبت کرنے والا' ہو تو پھر محبوب کی محبت ہی زندگی کا مقصد ہے۔ محبوب کہتا ہے آپ نے یہ کام کیوں کیا؟ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے آپ نے کہا تھا اور میں نے یہ قبول کر لیا۔ اگر محبوب کہے کہ کان میں بالیاں ڈالو تو وہ کان چھدوا آئے گا۔ تو جو محبوب نے کہا ہے اس کی طرف سے ہر بات پھر قبول ہی قبول ہے۔ اگر آپ کو کوئی ذات محبوب ہو جائے تو پھر آپ کے لئے زندگی میں پرابلم ختم ہو جاتے ہیں اور آپ ہیں کہ پرابلم ختم نہیں ہونے دیتے۔ افسوس ہے کہ آپ پرابلم ختم نہیں ہونے دیتے۔ آپ بے شک کما لو خرچ کر لو یا جمع کر لو۔ لیکن بحث نہ کرو' زیادہ دِقّت میں نہ پڑو' اپنی نگاہ صاف رکھو' یہ Cause effect کی دنیا ہے' وجہ اور نتیجہ کی دنیا ہے' آپ اپنا دل صاف رکھو اپنا دل خراب نہ کرو۔ انسان بننے میں کوئی مشکل نہیں ہے اور یہ بہت آسان بات ہے۔ بس آپ راضی رہنا سیکھو تو یہ بڑی آسان بات ہے۔ زندگی صرف حاصل اور محرومی کا نام نہیں ہے بلکہ زندگی کسی کی چشمِ عنایت کا نام بھی ہے۔ تو زندگی آپ کی ہے اور نگاہ کسی اور کی ہے۔ چشمِ عنایت والا کوئی محبوب ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے اگر دوست ناراض ہو گیا تو اس کی زندگی ختم ہو گئی کیونکہ اس کی زندگی دوست کی رضا کا نام ہے۔ جس آدمی کی زندگی دوست کی رضا کے نام ہو جائے اس کا ایمان مکمل ہو سکتا ہے۔ تو کسی کی رضا کو اپنی زندگی کی تکمیل ماننے والے لوگ اس کائنات میں موجود ہیں۔

سوال :۔

ایک خیال آتا ہے کہ انسان کی زندگی ابتداء سے لے کر انتہا تک اللہ نے بنا دی ہے تو اب اس میں انسان کیا کر سکتا ہے؟

جواب :۔

یوں بات نہیں ہے۔ جو Preordained ہے' پہلے سے مقرر ہے وہ اور چیز ہے۔ آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے جانے کے بعد جو چیز مقرر ہے وہ اس طرح ہے کہ مثلاً" ایک سڑک جی ٹی روڈ بنی ہوئی ہے تو آپ نے اس پر اب گاڑی چلانی ہے۔ سڑک آپ نے نہیں بنائی اور یہ پہلے طے ہو چکا ہے کہ آپ اسی سڑک پر چلیں گے۔ اسی طرح انسان فنا کی راہ پر ہی چلے گا' یا تو انسان اقرار کرے گا یا پھر انکار کرے گا اور وہ فانی ہو گا۔ اگر وہ دن کو سوئے گا تو رات کو جاگے گا اور رات کو سوئے گا تب بھی جاگے گا۔ تو یہ آپ کی فٹنس Preordained ہے اور یہ مقرر ہے کہ جو آپ کے شب و روز ہیں یہ آپ نے طے کرنے ہیں۔ ہر آدمی جو خوش رہنے والا ہے چاہے امیر ہے تب بھی روئے گا ضرور اور یہ کمال کی بات ہے۔ آپ کو کوئی انسان ایسا نہیں ملے گا جس کی آنکھ میں آنسو نہ ہوں۔ مثلاً" ایک آدمی بہت اچھا آدمی ہے' امیر آدمی ہے اور اس کے پاس ایک اچھا دوست بھی ہے مگر پھر بھی روتا ہے اور آزردہ رہتا ہے ہر بندہ آزردہ ہے۔ کسی کے پاس بیٹھ کر اگر بات کر لی جائے مثلاً" کہا جائے کہ آج کل کے ماحول میں گھٹن ہے تو وہ کہے گا کہ آپ نے تو میرے دل کی بات کی ہے' اور ہر آدمی اسی طرح کہے گا۔ آپ جیسی بات کرو گے' ویسی ہی سنتے جاؤ گے۔ تو پھر مقرر شدہ

Preordained کیا ہوا؟ ایسی بہت ساری باتیں ہیں۔ مثلاً" موت Preordained ہے جہاں آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ آپ کے لیئے تو سکول بھی Preordained ہے کیونکہ سکول آپ نے نہیں بنایا ہے' آپ سکول میں بچپن میں ہی داخل ہو گئے اور پھر بہت اچھے استاد صاحب اور یہ سب Preordained ہے۔ یہاں تک یہ Preordained ہے کہ آپ کو سروس بھی مل گئی' اب سروس کی تنخواہ لے کر آپ کی مرضی ہے کہ آپ دال لو یا چاول لو' جو چیز مرضی لو' یہاں پر Preordained نہیں ہے۔ لیکن آپ کے لیئے Preordained یہ ہے کہ خوراک کے ساتھ آپ کا وہی عمل ہو گا جو انسان کے لیئے مقرر ہے' پھر نیند وہی ہو گی' پھر رونا وہی ہو گا' پھر جاگنا وہی ہو گا' پھر یہ ہو گا کہ آپ نے ماں باپ کی اطاعت نہیں کی ہے تو آپ کی اولاد باغی نکلے گی' پھر وہی بات ہو گی' پھر وہی پرانے غم اور پرانے قصے ہوں گے' وہی پرانے جلسے ہوں گے پہلے پہلے زندہ باد' پھر تھوڑی دیر کے بعد مردہ باد! جلسہ گاہوں میں ضرور بہار آئی ہے۔ ایک پارٹی نے ایک جلوس نکالا تو دوسری بھی نکالے گی۔ جو سٹیج بنانے والے ہیں ان کو ہر سٹیج کے بنانے پر لاکھوں روپے کی انکم ہوتی ہے۔ جلسوں پر خرچہ کئی کئی لاکھ کا ہوتا ہے چاہے گورنمنٹ کے جلسے ہوں یا کسی پارٹی کے ہوں۔ اس لیئے جو بے چارے غریب لوگ ہیں وہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ مدّت ہو گئی ہے کوئی طاقت ور جلسہ نہیں ہوا' اب جلسہ ہونا چاہیئے۔ اسی طرح چیونٹیاں دعا کرتی رہتی ہیں کہ کسی کی کوئی آٹے کی بوری ضائع کر' کچھ گندم ہمارے گھر بھی آنی چاہیئے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گدھ اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتے

ہیں کہ مدت ہوگئی ہے کہ انسانی گوشت نہیں کھایا ہے اور پھر کوئی سائیکلون آجاتا ہے اور گدھوں کو خوراک مل جاتی ہے۔ اور قبروں کے اندر کیا ہوتا ہے' وہاں بھی ایسا عمل ہوتا ہے۔ وہاں کیا ہوگا! یہی کچھ ہوگا کہ جسم تحلیل ہو جائے گا' گوشت ختم ہو جائے گا' ہڈیاں مٹی میں مل جائیں گی اور وہی ہونا ہے جو سب کے ساتھ ہونا ہے۔ یہ سب Preordained باتیں ہیں۔ پھر کچھ لوگوں کی قبر جو ہے وہ زندہ رہے گی اور وہ قبر میں زندہ رہیں گے جنھوں نے یہاں مردوں والا کام نہیں کیا۔ یہاں پر زندگی کے فرق کا پتہ چلے گا۔ ان کی قبر میں چراغ جلتے ہیں جنھوں نے یہاں بیٹھ کر کسی کے گھر میں چراغ جلایا ہے۔ تو اصل بات یہ ہے کہ آپ وہاں کے چراغ یہاں سے جلا کر جاؤ۔ یہاں کے چراغ یہ ہیں کہ کسی کو کچھ رقم دے دو' کسی کی ضرورت پوری کر دو' کسی کی غلطی معاف کر دو' کسی کے ساتھ سخاوت کر دو' کسی کے ساتھ رعایت کر دو اور جو شخص آپ کے شکار میں پھنس سکتا ہو اسے نہ پھنساؤ۔ تو پھر انسان کی اپنی قبر جو ہے وہ آسان ہو جاتی ہے۔ تو اگر آپ انسان کو دنیا میں تکلیف نہ پہنچاؤ تو آپ وہاں تکلیف سے بچ جاؤ گے' ورنہ Definitely ضرور وہی کچھ ہو گا جو کچھ ہوتا ہے اور اس سے آپ بچ نہیں سکتے۔ اس کو Destiny یعنی تقدیر بولتے ہیں۔ تو Destiny جو ہے وہ وہاں پر چانس ہے جہاں اختیار نہیں ہے اور جہاں آپ کو اختیار ہے وہاں آپ کو Choice ہے۔ یعنی یہ آپ کی مرضی ہے کہ دو طریقے کے کھانے پکے ہوئے ہیں' آپ چاہو تو ایک کھالو' دونوں کھالو' یا دونوں ہی نہ کھاؤ۔ تو یہ آپ کی مرضی کی بات ہے۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی چانس یہاں پر

Available نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ نے اس کا حق آپ کو نہیں دیا۔ مثلاً" یہ چار پانچ چہرے ہیں اور ان میں سے ایک کے ساتھ آپ شادی کر سکتے ہیں۔ جب ایک سے شادی ہو جائے گی تو ہم کہیں گے کہ یہی مقرر تھا اور یہ سب وہیں کی بات ہے حالانکہ یہ آپ ہی کا چانس ہے لیکن اس کا نام Preordained رکھ دیا گیا۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ میں نے خود چنا ہے، تو وہ جواب دیتا ہے کہ انسان اپنا مقدّر خود ہی تو چنتا ہے۔ یہ ہے آپ کا مقدّر لیکن چنا آپ نے ہے اور یہ فیصلہ بھی آپ کا ہے۔ تھا کیا؟ تو کتاب میں کیا لکھا ہوا تھا؟ وہی جو آپ نے چنا۔ اس لیے یہ بڑے حساب کی بات ہے۔ اگر آپ اور اللہ ایک ہی پارٹی بن جائیں تو پھر آپ کو بات سمجھ آسکتی ہے۔ آپ کا مقدّر جو آپ نے چنا ہے، اللہ کہتا ہے کہ میں نے یہ پہلے سے لکھا ہوا تھا، اب اگر آپ نے چُن لیا ہے تو اس میں کیا حرج ہے کیونکہ لکھا ہی یہی ہے۔ تو اس لئے اس میں کوئی جھگڑا نہیں ہے اور کہتے یہ ہیں کہ یا اللہ ہم اپنے ہاتھ سے اچھا مقدّر چنیں گے اور تو مہربانی فرما۔ اللہ تو لکھے ہوئے کو مٹانے پر قادر ہے اور اس نے کسی کو کوئی جواب نہیں دینا اس لئے آپ اپنا مقدّر اچھا اچھا لکھا کریں۔ آپ لوگ خود ہی کاتب تقدیر بن جائیں کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ اس کے کارندے ہیں۔ کائنات کے کچھ کام وہ آپ کے ذریعے کراتا ہے اور باقی اس کے دو چار کام آپ خود کر دیتے ہیں۔

سوال :۔

کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ سب کے لئے ماحول ایسا ہو کہ سب

روزے دار ہوں اور ہم دین اور دنیا کو ساتھ لے کر چلیں۔

جواب :۔

یہ بات نہیں ہے۔ آپ روزے رکھو یا نہ رکھو لیکن جھگڑا کرنے کا پروگرام نہ بناؤ۔ میں آپ سے یہ بات کر رہا ہوں کہ صرف آپ اور آپ کے اللہ کا تعلّق ہونا چاہئے۔ وہ تعلق جو آپ کا اور آپ کے اللہ کا ہے اس کی اصل ابتداء آپ کے مرنے کے بعد شروع ہوگی۔ یہاں تو ہم اس کا ابتدائیہ لکھ رہے ہیں اور آپ صرف یہ اصلاح کریں کہ دین اور دنیا کو ساتھ ساتھ رکھیں۔ اسی زندگی میں دین والے بھی چل رہے اور دنیا دار بھی ہیں۔

سوال :۔

فرض کریں کہ یہاں پر آپ کی یہ محفل ہو رہی ہے اور ساتھ والے کمرے میں میوزک کا پروگرام ہے تو ایسی صورتِ حال میں بندہ کیا کرے!

جواب :۔

یہاں منافقت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ یہاں اس محفل میں جو آیا ہے وہ چوائس کر کے آیا ہے اور اس نے آنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جب ہم یہاں بیٹھے ہیں تو ہمیں اس بات کا پتہ نہیں ہے کہ شہر میں کیا ہو رہا ہے حالانکہ شہر میں اس کے علاوہ بہت کچھ ہو رہا ہے لیکن کسی طرح ہم یہاں آ گئے۔ اس کو آپ چوائس سمجھ لیں یا چانس سمجھ لیں۔ اور ہم یہ بات نہیں کہتے کہ وہ کاروبار بند کر دیں بلکہ آپ ان کو چلنے دیں۔ وہ

لوگ اپنا کاروبار کریں اور ہم اپنا کام کریں گے۔ ایک راستہ ضروری ہے تاکہ منافقت پیدا نہ ہو۔

سوال:۔

مسئلہ یہ ہے کہ دونوں باتیں کرنے کو دل چاہتا ہے کہ میوزک بھی سنیں اور محفل میں بھی رہیں۔

جواب:۔

یہی تو منافقت ہے کہ آپ کی طبیعت یہاں بیٹھنے کو بھی چاہتی ہے اور وہاں جانے کو بھی طبیعت کہتی ہے یعنی آپ آدھے یہاں بیٹھے رہیں آدھے وہاں چلے جائیں۔ یا تو آپ یہاں بیٹھ جائیں یا وہاں چلے جائیں۔ اگر یہاں کیک پڑا ہو تو اسے کھالو یا رکھ لو۔ یہ نہ کرنا کہ کھا بھی لو اور رکھ بھی لو۔

سوال:۔

پھر ہم دین اور دنیا کیسے اکٹھے چلائیں۔

جواب:۔

اس کام کو آپ نے دنیا کہہ دیا' اس کو الگ کہہ دیا ہے اور اس محفل کو آپ نے دین کہہ دیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی دنیا کے اندر ہی دین ہے۔ وہاں بیٹھنے والا بھی نیک ہو سکتا ہے۔ آپ بیک وقت دونوں نہ سوچو۔ اسی دنیا کے اندر ہی تو دین ہے۔

سوال :۔

سر! اگر ہم ایک بات کو ذہن میں سوچتے رہیں تو کیا وہ دین اور دنیا ہو جائے گی؟

جواب :۔

آپ نے بات نہیں سوچنی بلکہ آپ تعلّق بنانا، صرف اور صرف تعلّق بنانا۔ میں نے آپ کو یہ بتایا تھا اور میں یہ بات ان لوگوں کو بتا رہا ہوں کہ جن کو ہمارے ساتھ نسبت ہے۔ مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے کہ یہ کام کرو، یہ فرائض ہیں، یہ کر لو اور یہ فرائض نہیں ہیں، انہیں آپ نہ کرو۔ ہم نے آپ کو یہ بتایا ہے کہ اس دنیا کے اندر، عین دنیا کے اندر، اسی دنیا میں جا کے بھی دین بن جاتا ہے۔ میوزک ہی کی محفلوں کے اندر جا کے اور راگ گاتے گاتے امیر خسرو جو تھے وہ رحمۃ اللہ علیہ بن گئے۔

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسروؔ
محمدؐ شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم

سوال :۔

تو اس طرح کتنے لوگ رحمۃ اللہ علیہ بنے!

جواب :۔

آپ کے علاوہ بہت سے لوگ بنے ہیں۔ لوگوں کی بات کرنے کی بجائے آپ بتائیں کہ آپ بنے کہ نہیں بنے۔ آپ کو اس بات سے

مطلب کہ کتنے بنے، آپ تو صرف یہ دیکھیں کہ آپ خود بننا چاہتے ہیں کہ نہیں چاہتے! آپ تو اسلام اور مسلمانوں کا محاسبہ کرنے لگے ہیں۔ کائنات میں اگر ایک آخری بندہ ایمان والا بچنا ہے تو وہ آپ کو ہونا چاہیئے۔ تو پھر آپ کے لیئے سب کائنات بچ گئی۔ آج بھی کئی لوگوں کا ایمان محفوظ ہے۔ آپ بھی اپنا ایمان بچالو، اگر سب مسلمانوں کا ایمان خطرے میں ہے تو تم ان میں سے نہ ہونا۔ اس لاہور شہر کے اندر کتنے لوگ داتا صاحبؒ کے پاس جاتے ہیں لیکن آپ یہ دیکھو کہ آپ جاتے ہیں کہ نہیں جاتے۔ اگر آپ وہاں جاتے ہیں تو پھر جانے والوں میں شامل ہو جاؤ۔ اگر جاننے والا جو ہے وہ نہ جاننے والوں کو چھوڑ کر آیا ہے تو وہ جاننے والا جو نہ جاننے والوں کو نہیں چھوڑ رہا، اس کے لئے سزا ہوگی۔ اگر آپ داتا صاحبؒ جانے والے ہو تو پھر خیر ہے۔ اس وقت آپ جو رعایت مانگ رہے ہیں، وہ آپ کو نہیں مل رہی ہے۔ اب تک وہ رعایت ملتی رہی ہے، مگر اب رعایت نہیں ملے گی۔ اب ماحول ہی ایسا ہے۔ آپ بچ کر گزر جائیں، بچت اسی میں ہے ورنہ بچت نہیں ہے یا پھر آپ اس طرف آئیں ہی ناں۔اب آپ کو یہ چوائس کرنا پڑے گا کہ آپ نے جان بچانی ہے کہ نہیں۔ اب یہ سب کرنا پڑے گا۔ تو اس دنیا کے اندر ہی دین ہے اور دنیا ترک نہیں کرنی ہے لیکن جہاں واضح طور پر اللہ کی مرضی کا حکم آگیا تو اگر آپ اس کے برعکس عمل کریں گے تو پھر گرفت ہو جائے گی۔ میں آپ کو یہ وارننگ نہیں بلکہ میں آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔ اب ہر منافق کے لیے سزا کے دور کا امکان شروع ہو گیا ہے۔

سوال :۔

تنہائی میں تو ہم اچھے ہوتے ہیں لیکن جب ان میلوں میں جاتے ہیں تو پھر گمراہ کیوں ہو جاتے ہیں؟

جواب :۔

آپ لوگ دعا کرو کہ یا اللہ ہمارے گمراہ کرنے والے میلے برباد ہو جائیں یعنی جو ہمیں گمراہ کرتا ہے وہ میلہ ہی برباد کر! ادھر سے ہی وہ بات ختم ہو جائے گی۔ یا اللہ! ہم تیرے راستے پر آنا چاہتے ہیں' اپنے راستے کی ہر رکاوٹ ختم کر اور مکمل طور پر ختم کر' ہم تو تیرے ماننے والے ہیں اور تیری طرف آنے والے ہیں اور ہم کسی قسم کی بات کا جھنجھٹ نہیں لیتے' اگر کوئی ہمیں تیرے راستے سے روکتا ہے اور مجبور کر دیتا ہے تو تُو ہماری مجبوری دور کر اور اس مجبوری کا خاتمہ کر۔ یہ سچی بات ہے' اب یہ نہیں ہے کہ اِس کی خیر اُس کی خیر' یعنی کافر کا بھلا اور مومن کا بھلا۔ اب وہ دور گیا۔ یا اللہ جو مسلمانوں کو برباد کرتا ہے' اسے برباد کر! اگر دانا انسانوں کو اسلام سمجھ نہیں آرہا ہے تو پھر بے وقوف انسانوں کو اسلام کیسے سمجھ آئے گا۔ اس سے پہلے کہ دشمن اسلام کو غلط ثابت کر دے کیوں نہ اسے راستے میں روکا جائے۔ اور یہ وقت آگیا ہے کہ وہ لوگ یہ کہنا شروع ہو جائیں گے کہ اسلام ہی غلط دین ہے۔ آپ جیسے لوگ جو ہیں وہ دونوں باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے جو آپ کا راستہ روکے اس کی فوری عاقبت ہونی چاہئے۔ تو راستے میں جو بھی رکاوٹ آئے اسے ہٹا دینا چاہیئے۔ ہم دعا کر رہے ہیں کہ ہمیں ٹھیک رہنا چاہیئے۔ جہاں آپ کے

پاس رُک جانے کا چانس ہے وہاں آپ رک جاؤ، جہاں رُک جانے کا Choice نہیں ہے، مجبوری ہے تو دعا کریں کہ یا اللہ وہ مجبوری دور فرما! جہاں آپ کو رُک جانا چاہیئے اور آپ اس محفل میں جاتے ہیں تو پھر سزا ہو جائے گی، Punishment ہو جائے گی۔ یہ واضح بات ہے' اس میں کوئی Ambiguity نہیں ہے، کوئی ابہام نہیں ہے۔ آپ سب کے لئے بہت دعا ہے۔ اصل میں اسلام کو مسلمانوں نے بدنام کر دیا ہے اور اب یہ بات جو رعایت کی تھی وہ اب ختم ہو گئی کیونکہ اب اور وقت آ گیا ہے۔ ورنہ آپ کے بعد یہ واقعہ ہوا تو آپ کو کیا فائدہ یعنی پچاس سال بعد ہوا تو کیا فائدہ۔ یہ واقعہ ہمارے دور میں پیدا ہونا چاہیئے اور یہ آپ کے دور میں ہی ہو گا۔ تو آج کی بات اب فائنل ہو گئی۔ یعنی آپ اپنی نگاہ کو صاف رکھو، تلخیاں نہ کرو، غلطیاں نہ کرو، تمہاری غلطی، تمہاری اولاد کے آگے آئے گی، لہٰذا اچھے انسان بن جاؤ، اب رعایت کا زمانہ نکل گیا ہے، تو جہاں مجبوری آپ کو روک رہی ہے تو پھر آپ کے ساتھ رعایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجبوری کو ہٹا دے۔ تو اللہ ان مجبوریوں کو راستے سے ہٹا دے بلکہ دنیا سے ہی اٹھا لے۔ تو آپ کو چانس ہے کہ آپ غلط محفل میں جائیں یا نہ جائیں You may or may not go اگر اب آپ گئے تو یہ آپ کے لئے بہتر نہیں ہو گا۔ تو جہاں نہ جا کر گزارہ ہوتا ہے، وہاں مت جاؤ۔ جب گزر نہیں ہو رہا اور راستے میں ہی بدی آ گئی ہے، پھر دعا کرو تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ مشکل ٹل جائے گی۔ اب آپ دعا کریں اور سب کے حق میں دعا کریں۔ یا اللہ ہمیں اپنے دین کے عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرما! یا رب العالمین ہم

تمہیں مانتے ہیں، تمہیں چاہتے ہیں اور تیرا حکم بجا لانا چاہتے ہیں اور ہمیں توفیق عطا فرما اور ہمیں اپنا بنا کر رکھ بلکہ تو ہمارا بن اور ہمیں اپنا بنا! ہم پر رحم فرما اور ہمیں اپنے راستے کی آسانیاں عطا فرما اور لوگوں کی نگاہ سے بچا! ہمارے ایمان کو فروغ عطا فرما اور تقویت عطا فرما۔ اپنی مہربانی سے نواز اور وہ لوگ جو تیری نوازشوں سے دوری محسوس کر رہے ہیں ان پر نوازشیں فرما! اور جو لوگ بیماری اور تکلیف میں ہیں' یا رب العالمین اپنی رحمت سے انہیں آرام عطا فرما اور صحت عطا فرما! یا اللہ تمام حاضرینِ مجلس کی ظاہری' باطنی بیماریاں دور فرما۔ یا رب العالمین رحم فرما! رحم فرما! رحم فرما! ہمیں نیک راستے عطا فرما اور آسان راستے عطا فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا و مولٰنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

...... ☆☆ .....

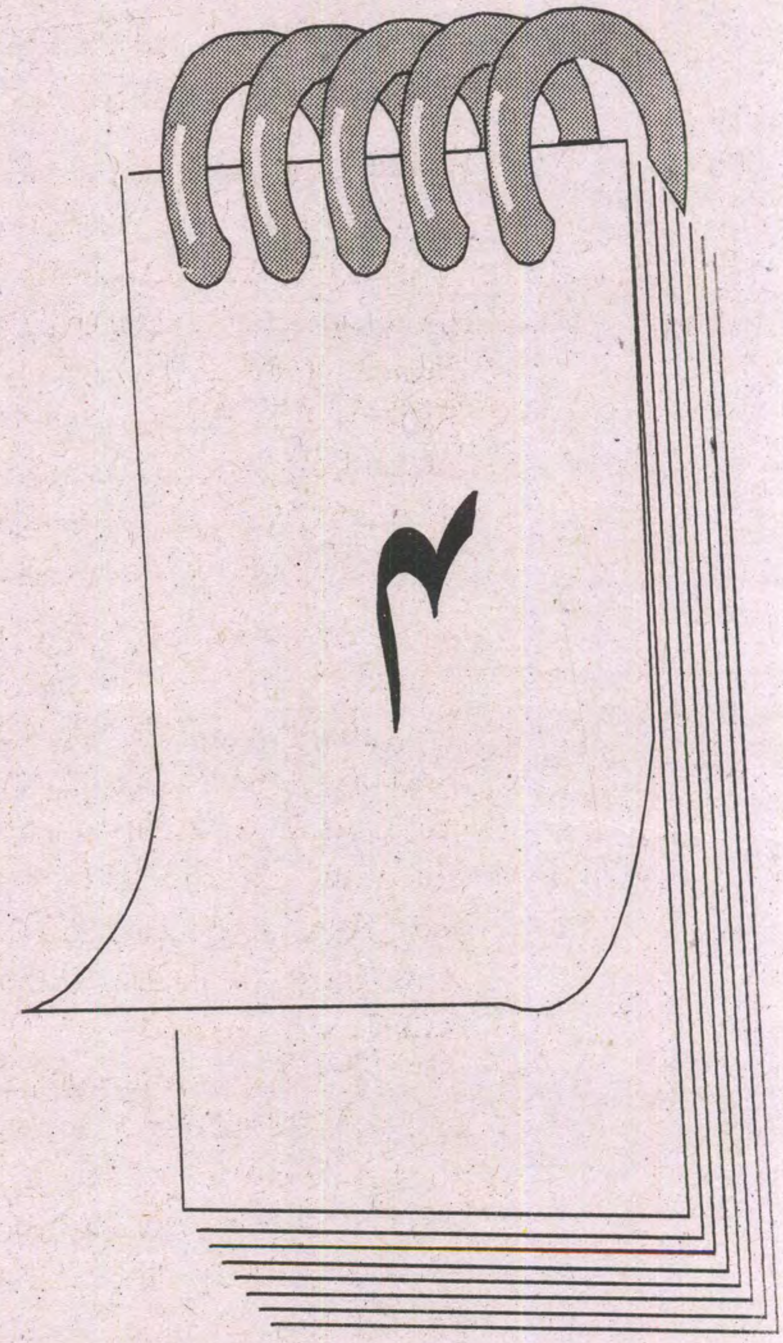
۴

۱ دعا کی کیا اہمیت ہے؟ فضل کا کیا مقام ہے؟ آج کا خود غرض انسان دوسرے کا حق کیسے دے؟

۲ صدقے کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں؟

۳ مشکل کو حل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال :۔

سر! انسان کی زندگی میں دعا کی کیا اہمیت ہے؟ انسان کی زندگی میں فضل کا کیا مقام ہے؟ آج کا انسان اتنا خود غرض ہے کہ وہ دوسرے کا لحاظ نہیں کرتا، حق نہیں پہچانتا اور دین کا بھی لحاظ نہیں کرتا۔ اس سے احساس رکھنے والے کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ ایسے میں وہ کیا کرے؟

جواب :۔

یہ تو تین سوال ہو گئے اور یہ سارے سوال آسان ہیں۔ پہلے آپ ایک جنرل سی بات کو سمجھیں کہ جب آپ لوگ کسی نیکی کو اختیار کرتے ہیں تو اصل میں آپ وہ نیکی رضائے الٰہی کے لیئے کرتے ہیں۔ پھر اس نیکی کو کرنے کے بعد اس نیکی کے نتائج دنیا میں تلاش کرتے ہیں۔ یہاں پر غلطی ہو جاتی ہے۔ آپ نے نیکی اللہ کے لیئے کی ہے اور سوچتے ہیں کہ اس کا معاوضہ آپ کو کچھ ہزار سال یعنی کچھ میلینیئم کے بعد ملے گا کہ نہیں ملے گا اور یہ بھی پتہ نہیں کہ کیا ملے گا۔ اگر آپ نے نیکی اللہ کے لیئے کی ہے اور یہ سوچتے ہیں کہ سماج میں نیکی کی قدر ہی نہیں رہ گئی تو یہ بات تو بذات خود Logical بات نہیں ہے۔ کیا آپ نے سماج کی خوشی کے لیئے نیکی اختیار کی ہے جب کہ سماج کی خوشی تو بدی میں تھی

اور اگر آپ نے وہ نیکی اللہ کی خوشی کے لیئے کی ہے تو پھر آپ کو اس کی سماج سے داد نہیں ملے گی۔ تو یہ سوال کا وہ حصّہ ہے جس کے اندر انسان کی اَنا پابندی میں ہے اور وہ بے چارہ پریشانی محسوس کرتا ہے۔ وہ بے چارہ پریشانی اس لیئے محسوس کرتا ہے کہ لوگوں کے اندر جو ذات کا پھیلاؤ ہے، جو ذات کا Aggressive ہونا ہے وہ اپنے تشخّص کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ تو ان لوگوں کو بات اس طرح سمجھ آ رہی ہے اور ان کے لیئے یہی نیکی کا اظہار ہے اور سوال کرنے والے نے اس چیز کو نیکی سمجھا ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ اپنی اَنا کو ذرا مدہم رکھے اور اَنا کی تلوار میان میں رہے تو اچھا ہے۔ ایسے شخص نے نیکی اپنی انا کے لیئے کی ہے اور وہ اس بُرے ماحول میں نیک ہوا ہے۔ تو آپ جس کی خاطر نیک ہوئے ہیں آپ کا معاوضہ اسی کے پاس ہے۔ نیک ہونے کے بعد اس بد ماحول سے معاوضہ طلبی جو ہے یہ نیکی کے خلاف ہے۔ آپ اس بات کو یوں دیکھیں کہ اگر رات تاریک ہو تو پھر جگنو کو تو خوش ہونا چاہیئے کیونکہ اس کے پاس روشنی ہے۔ آپ جھوٹے سے داد لینا چاہتے ہیں اور جھوٹے ماحول میں سچّا آدمی اذیت میں نہیں ہو گا تو پھر کیا ہو گا۔ سچّے آدمی کی تعریف ہی یہی ہے کہ جھوٹے ماحول میں اسے تکلیف ہونی چاہیئے، اسے پریشان ہونا چاہیئے، اول تو اسے شہید ہونا چاہیئے وگرنہ زندگی میں تو وہ تکلیف میں رہے گا، اذیّت میں رہے گا، اس کو Discouragement آئے گی، اس کو پریشان کیا جائے گا، اس کو نقصان پہنچایا جائے گا اور اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔ تو اس زمانے میں لوگوں کے اندر نیکی پیدا کرنے کی خواہش فی نفسہٖ اچھی خواہش ہے لیکن اس بات پر اصرار اور تقاضا کرنا کمزوری

ہے۔ جن لوگوں میں اصرار اور تقاضے کی صلاحیت ہے اور وہ یہ نقص دور کر دیتے ہیں' وہ گِلہ نہیں کرتے' تو وہ Rare لوگ ہوتے ہیں۔ زمانے میں بڑی برائی تھی اور وہ برائی سے مقابلہ کرتے رہے' وہ یہ ضد اور بحث نہیں کرتے رہے کہ زمانہ بڑا برا ہے' بہت بدی ہو گئی ہے' نیکی پریشان ہے۔ ہاں اگر آپ میں ہمّت ہے تو انقلاب پیدا کریں اور اگر ہمّت نہیں ہے تو اپنی عاقبت سنواریں یعنی کہ یہ خاموش نیکی ہے۔ آپ برے لوگوں کے ساتھ جھگڑا نہ کرو کیونکہ یہی تو وہ لوگ ہیں جو اصلاح کے قابل ہیں۔ لہٰذا آپ ان کی اصلاح کریں۔ آپ کے سوال میں جو نقص ہے وہ یہ ہے کہ سائل اپنی نیکی کا ارد گرد کی بدی کے مقابلے میں جائزہ لے رہا ہے لیکن بجائے اس کے کہ اپنی نیکی کی قدر کرے وہ ادھر سے یعنی بدی کے ماحول سے داد لینا چاہتا ہے۔ تو یہ جو غلط Quarter سے صحیح واقعے کی داد لینا چاہتا ہے تو یہ داد تو کبھی نہیں ملے گی۔ اس لیۓ ایسے شخص کی اذیّت اس کو مبارک ہو کیونکہ سماج سے اس کی داد نہیں ملے گی۔ اب یہاں ایک اور سوال آگیا ہے کہ سماج کیسے ٹھیک ہو گا؟ تو سماج صرف دو طریقوں سے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کمزور ہیں تو آپ کا تعلّق دعا کے ساتھ ہونا چاہئے۔ کمزور کا اختیار ہی کوئی نہیں ہے کیونکہ آپ کے پاس طاقت نہیں ہے اور جو چیز آپ کی تحویل میں نہ ہو اس کے لیۓ آپ کیا کر سکتے ہیں مثلاً" آپ یہ دیکھیں کہ آسمان پر ایک ستارہ ہے اور آج کل اس کی رفتار ٹھیک نہیں ہے اور آپ بڑے پریشان ہیں کہ اس ستارے کا کیا کریں؟ اس کے دو ہی طریقے ہیں کہ یا تو اس کی سمت ٹھیک کر دو یا پھر برداشت کرو۔ اگر اس کو Change کرنے کی صلاحیّت نہیں

ہے اور برداشت کرنے کا ظرف نہیں ہے تو پھر اذیت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ تو اس صورت میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب آپ کوئی کام نہ کر سکیں تو وہ کام اپنے سے بہتر کے سپرد کر کے خاموش ہو جائیں۔ تو آپ اپنے سے بہتر کوئی شخص دریافت کریں کیونکہ یہ اس کا کام ہے۔ جب کبھی کچھ لوگوں کے پاس ظاہری و باطنی اختیار آتا ہے تو ان کو پہلے یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ مشیّتِ الٰہی میں دخل نہ دینا۔ ایسے اختیار والے کو انفارمیشن کا سٹارٹ وہاں سے دیا جاتا ہے کہ آپ سماج کو Transform کر سکتے ہو، سماج کو درست کر سکتے ہو لیکن مشیّتِ الٰہی میں دخل نہ دینا۔ کیا اللہ تعالیٰ یہ طاقت و قدرت نہیں رکھتا کہ شیطان کو شیطان نہ بننے دیتا، مگر وہ اللہ ہے اور یہ اس کی مشیّت ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھ سکتے کہ اسلام کے جو عظیم لوگ شہید ہوئے ہیں، تو کیا وہ Powerless لوگ تھے۔ بلکہ مشکل کشا ہی ان کا نام ہے، وہ Powerless نہیں ہیں بلکہ پاور فل ہیں۔ تو پھر شہید ہونے کا واقعہ کیوں ہوا؟ یہ مشیّتِ ایزدی ہے کہ وہ شہید ہوئے اور وہ شہیدِ تسلیم و رضا ہیں کہ یہ اللہ کا امر ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کو سمجھنا ضروری ہے کہ اگر آپ کے پاس اختیار بھی ہے، صداقت بھی ہے، اسلام بھی ہے، اسلامی شعور بھی ہے، شریعت کے واقعات بھی ہیں اور پھر بھی رشوت چل رہی ہے، اس سے بڑی پریشانی ہو رہی ہے، جھوٹی انا کے مضامین چل رہے ہیں، نقلی زندگی ہے، Artificial زندگی ہے، بلکہ Superficiality چلتی جا رہی ہے، سطحی واقعات ہیں۔ جیسے آپ کہتے رہتے ہو اور لمبی لمبی Language بولتے ہو اور یہ سب چلا جا رہا ہے اور اسی زمانے میں دانا نے دانائی حاصل کرنی

ہے' کم دماغ نے کم دماغی حاصل کرنی ہے' برے نے برا ہونا ہے' نیک نے نیک ہونا ہے اور کبھی زمانہ ناساز گار نہیں ہوا۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے ناں بلکہ یہ بات آپ کو سمجھ لینی چاہیئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ زمانہ ایسا آگیا ہے کہ کوئی درویش نہیں ہو سکتا مگر درویش اس زمانے میں ہو سکتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اب زمانہ ایسا آگیا ہے کہ لوگ اللہ کا راستہ تلاش نہیں کر سکتے اور ایسا ناممکن ہے مگر گمراہ بھی ہو گا اور ہر زمانہ میں راہ والا بھی ہو گا کیونکہ ہر زمانہ اللہ کا زمانہ ہے اور یہ بھی ہے کہ ہر زمانہ اللہ کے مقابلے میں ہے بلکہ اللہ کے آمنے سامنے کھڑا ہے اور یہ بات اللہ کی طرف سے ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ ہی کہہ رہا ہے کہ زمانہ جو ہے یہ میرا غیر بھی رہے گا اور زمانہ ہم خود بھی ہیں۔ اس لیے زمانے کو برا نہ کہو کیونکہ یہ اللہ ہے اور زمانے سے محبت نہ کرنا کیونکہ یہ اللہ کا غیر ہے۔ تو یہ کائنات حقیقت کا حجاب ہے اور اس میں آپ کو حقیقت نہیں ملے گی' اور یہ کائنات حقیقت کا عکس ہے اور اسی سے تو حقیقت ملتی ہے' اس کے علاوہ حقیقت ملتی کہاں ہے! ایک آدمی مسجد کے باہر بیٹھا ہوا تھا اور ایک مسجد کے اندر بیٹھا ہوا تھا' باہر والے نے کہا کہ جلدی باہر آجاؤ اور اندر والے نے کہا کہ تو اندر آجا۔ باہر والے نے اندر والے سے پوچھا کہ کون تھا جو تمہیں باہر نہیں آنے دے رہا تھا تو اس نے کہا کہ وہی جو تجھے اندر نہیں آنے دے رہا تھا۔ اُصل میں بات تو اتنی ساری ہے۔ جس نیکی نے آپ کو اَنا سے محروم کیا اور آپ کو نیکی دی ہے اسی نے ان کو ویسا کر دیا ہے۔ ادھر فرعون بٹھا دیا گیا اور ادھر موسیٰ علیہ السلام بٹھا دیئے گئے' رونق اس

کی اپنی ہے، میلہ اس کا اپنا ہے، آپ کیوں فکر مند ہوتے ہیں۔ آپ اس کے ساتھ وہ جھگڑا نہ کرنا جس میں اَنا شامل ہے۔ ان والا شخص وہ ہے جو یہ جھگڑا کرتا ہے کہ یہ سارا کام میں نے کیا ہے، میں نے یہ بھی کیا اور میں نے وہ بھی کیا۔ کیونکہ آپ اس اَنا کے علاوہ آدمی ہیں لہٰذا آپ بات کو "تُو" سے شروع کریں کہ تم نے جو کیا ٹھیک کیا۔ آپ کسی کے ساتھ چالاکی نہ کریں بلکہ اس کو ذرا حوصلہ دیں، تسکین دیں۔ تو زمانہ جب Thankless ہو جائے، ناشکرا ہو جائے تو پھر "میں" کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ جو زمانہ محسنین کی داد نہ دے، اس زمانے میں لوگوں کو "میں" کا ذکر شروع کرنا پڑتا ہے۔ تو "میں" اس وقت تک ہوتا ہے جب "تُو" خاموش ہو جائے۔ جب "میں" نے دوست کے تحفے کا شکر نہیں کیا تو پھر "تُو" کو بولنا پڑ گیا کہ یہ تحفہ میں نے اس کو دیا تھا۔ تو یہ زمانہ جو ہے یہ "میں" کا ذکر کرنے والا ہے اور وہ آپ کو تکلیف دینے کے لئے ایسا نہیں کرتا بلکہ یہ اس کی مجبوری ہے کہ اس کے پاس اپنے آپ کو Preserve کرنے کا، بچانے کا کوئی شعبہ ہی نہیں ہے۔ آج کے انسان بے چارے کی زندگی پریشان ہے، اس کی انکم پریشان ہے، اس کا خرچ انکم کی چادر سے باہر نکل گیا ہے، زمانے میں اس کو اچھا دوست نہیں مل رہا، زمانہ پریشان، صحت پریشان ہے۔ اب صرف اس کے پاس اپنی زبان سے "میں" کا ذکر ہے۔ تو اس کو یہ ذکر کر لینے دو مگر یہ اذیّت ہے، جو "میں" کا ذکر کرتا ہے اس کے لئے اذیّت ہے۔ سب سے کمزور چیز اپنی تعریف سننا ہے اور سب سے بدبخت چیز کیا ہے؟ اپنی تعریف خود کرنا۔ ایسے آدمی کو کوئی تعریف کرنے والا بندہ نہیں ملتا اور وہ کوئی تعریف کرنے والا ڈھونڈ

ہی لیتا ہے۔ اگر آپ کسی کے ساتھ احسان کرو تو وہ تعریف کرنے والا بن جائے گا۔ تو دنیا کے یہ واقعات چلتے رہتے ہیں' لہٰذا اس کا کوئی علاج تلاش نہیں کرنا کیونکہ یہ زمانہ ایسے ہی چلے گا۔ آپ نے اپنے بچوں کو Acknowledge کرنا چھوڑ دیا' حوصلہ نہیں دیا تو پھر انہوں نے اپنا اظہار ضرور کرنا ہے۔ اگر کوئی شخص بالکل نیا لباس پہن کر اور آپ کو اپنا دوست سمجھ کر آپ کے پاس آئے' اگر آپ اس کے لباس کا ذکر نہ کریں' تعریف نہ کریں تو اس کی توقع کا کیا ہوگا کیونکہ وہ آپ کے پاس داد کے لیے آیا تھا۔ ایک اصلی' Actual واقعہ ہوا تھا کہ ایک لڑکی مس یونیورس بنی۔ ایک ریسٹورنٹ میں ایک رائٹر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ مس یونیورس اس ریسٹورنٹ میں داخل ہوئی تو اس کو لوگوں نے داد دینی شروع کردی اور بڑا شور مچ گیا مگر وہ رائٹر اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اور لکھتا رہا۔ اس مس نے بڑا احتجاج کیا' غصّہ کیا' پھر اس رائٹر کے پاس آئی اور اس کو بلایا۔ جب رائٹر نے توجہ نہیں دی تو مس نے اس کو تھپڑ لگا دیا کہ حسن کے باوجود اس نے مجھے Acknowledge نہیں کیا' اس سے بڑی میری توہین کیا ہو سکتی ہے کیونکہ میرا تو ورلڈ کے اندر Acknowledgement آیا ہے کہ ہم مس یونیورس ہیں۔ اور وہ رائٹر بیٹھا ہوا یہ لکھ رہا تھا کہ ابھی یہ آکر مجھ سے جھگڑا کرے گی کیونکہ میں نے اس کی وہ چیز Acknowledge نہیں کی جس کا اس کے پاس اظہار تھا۔ اگر کوئی شخص گانے والا ہو اور آپ اس کے دوست ہوں اور اس سے کہیں کہ گانا چھوڑ دو تو آپ یہ بتاؤ کہ آپ کا یہ سوال کیسا ہے۔ یہ اس کی توہین ہے۔ یعنی کہ جو صفت اس میں نہیں ہے آپ اس میں وہ

صفت ڈالنا چاہتے ہیں اور جس صفت کی وہ داد لینا چاہتا ہے آپ اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس لیے جو لوگ "میں" کا سہارا لیتے ہیں جو فوری داد سے محروم ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی نے کوئی پینٹنگ کی ہے اور آپ نے اس کی پرواہ ہی نہیں کی تو اس کو غصہ آجائے گا کیونکہ اس کی "میں" مجروح ہوئی ہے۔ اس زمانے میں "میں" کا اظہار اس لیے ہے کہ دراصل انسان صفات میں شکست کھا گیا ہے اور اب صرف اس کے پاس آخری صفت رہ گئی یعنی کہ "میں" اور اس طرح "اپنا" برملا اظہار کرنے لگ گیا ہے۔ ہر آدمی کی یہ خوبی ہوتی ہے یا خامی ہوتی ہے یا ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہونے کا Acknowledgement چاہتا ہے، تعریف چاہتا ہے کہ "میں" ہوں۔ اور جب اس کے ہونے کا کوئی اعتراف نہیں کرتا، تو وہ پھر غلط ہونے کی کوشش کرتا ہے، کسی کو پتھر مار دیتا ہے اور کبھی شور مچا دیتا ہے۔ اگر بچوں کو آپ دیکھیں تو وہ چلتے چلتے کچھ کرنا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ اس طرح ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح کئی لوگ سماج کے اندر اپنے ہونے کا ثبوت دینے کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں مثلاً" کوئی جلسہ جلوس ہو جائے تو یہ بھی ہونے کا ثبوت ہے۔ اگر انسان اپنے ہونے کا ثبوت اچھا نہ دے تو برا ضرور دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کو برائی سے بچانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ ان کو Acknowledge کریں اور ان لوگوں کو داد دیں۔ اگر سماج میں انقلاب کی ضرورت ہے اور آپ کی تحویل میں سماج نہیں ہے تو پھر آپ دعا کر سکتے ہیں۔ ستارے آپ کے اختیار سے باہر ہیں، اگر وہ آپ کے اختیار میں ہیں تو آپ خود Lead کریں یا پھر آپ اس واقعہ سے اگر

Agree کر جائیں' یا اس واقعہ کو نظر انداز کر دیں۔ ایسے لوگ دنیا میں آئے ہیں جو انقلاب والے لوگ تھے یعنی Reformer تھے' ان لوگوں نے دیکھا کہ سماج کے اندر فلاں برائی ہے تو انہوں نے اس برائی کا گِلہ نہیں کیا بلکہ اس کا تدارک کیا ہے۔ آپ لوگ صرف گِلہ کرتے ہیں کہ آج کل سارے لوگ رشوت لیتے ہیں۔ اب آپ مجھے یہ بات بتا رہے ہیں' بھلا میں اس سلسلے میں کیا کروں گا کہ ہم تو رشوت نہیں لیتے ہیں۔ اگر یہ بات ہے تو پھر آپ اپنی نیکی جتا رہے ہیں اور اگر آپ اس سسٹم کو توڑنا چاہتے ہیں تو پھر ایک انقلاب پیدا کرو اور لوگوں کو Lead کرو۔ کہتا ہے کہ میں انقلاب پیدا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اگر آپ اہلیت نہیں رکھتے ہیں تو پھر آپ نظر انداز کر دیں کیونکہ یہ آپ کے بس کی بات نہیں ہے۔ تو بات یہ ہے کہ اگر لوگوں کی اَنا کو توڑنا آپ کے بس کی بات نہیں ہے تو پھر یہ آپ اس اللہ کے سپرد کردو کہ یہ اس کا کام ہے اور ہمارا کام نہیں ہے یا جس کا بھی کام ہے وہی یہ کام کرے۔ تو آپ اپنے کو اپنے کام تک رکھو۔ آپ اپنی حد تک دوسرے بے چارے کی اَنا کا یا "میں" کا ذکر کرنے سے پہلے اسے Acknowledge کر دو' حوصلہ افزائی کر دو تاکہ وہ بے چارہ تکلیف سے بچ جائے۔ اصل میں تکلیف جو ہے یہ احساس کی بات ہے۔ ایک سائل ایک بزرگ کے پاس گیا۔ سائل نے سوال کیا۔ اس بزرگ کے پاس اس وقت دیناروں کی بھری ہوئی تھیلی تھی۔ آپ نے اس سائل کو وہ تھیلی دے دی تو سائل کا کام ہو گیا۔ مگر وہ بزرگ رونے لگ گئے۔ تو جو ساتھی ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ سرکار آپ نے اس سائل کا سوال تو پورا کر دیا' پھر آپ رو

کیوں رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میں غافل ہو گیا تھا' اگر میں غافل نہ ہوتا تو وہ بے چارہ سوال کی اذیت سے بچ جاتا اور یہ کہ میں نے اس کو بِن مانگے کیوں نہ دیا۔ یہ بزرگ حضرت امام حسن علیہ السلام تھے جنہوں نے یہ فرمایا کہ سائل کی زبان تک سوال کیوں آیا' اور یہ مجھ سے غفلت ہوگئی ہے۔ اس سے پہلے کہ کچھ لوگ "میں" کریں تو آپ انہیں "تُو" کر کے بچالیں۔ اس سے آپ خود پوچھ لیں کہ آپ کہاں سے آئے ہیں' بجائے اس کے کہ وہ خود ہی کہے کہ ادھر سے آیا ہوں۔ تو آپ اس کو یہ کہنے کا موقع کیوں دیتے ہیں۔ تو آپ ایسا انقلاب پیدا کریں۔ تو سماج کے اندر "میں" کے اذیّت ناک استعمال سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک دوسرے کا اعتراف کیا کرو اور احسان کرنے والوں کا شکر ادا کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے کہ جس نے انسان کا شُکر ادا نہ کیا اس نے میرا کیا شُکر ادا کرنا ہے۔ تو آپ لوگ انسانوں کا شُکر ادا کیا کریں' ایک دوسرے کی شخصیّت کا احترام کیا کریں اور وہی آدمی محترم ہوگا جو احترام کرنے والا ہوگا تاکہ دوسرے کو "مجبوراً" اپنا آپ جتانا ہی نہ پڑے' اس لئے آپ پہلے ہی اس کو Aknowledge کر دو۔ اس کا طریقہ اسلام نے پہلے ہی بتایا ہے کہ "السلام علیکم" کہا کرو یعنی تم پر سلامتی ہو۔ تو اس کا جواب کیا ملے گا "وعلیکم السلام" یعنی آپ پر بھی سلامتی ہو۔ یہ آسان سی بات ہے کہ وہ آپ کی سلامتی مانگے گا اور آگے سے آپ کے لئے بھی سلامتی ہے۔ تو یہ سلامتی ہے۔ تو یہ سلامتی کا جواب بھی ہے' تعریف بھی ہے اور تسلیم بھی ہے۔ دوسری بات جو آپ لوگوں نے پوچھی ہے کہ کیا انسان کی زندگی میں دعا کے حوالے سے کوئی

ایسا وقت آتا ہے کہ انسان دعا کے استحقاق سے محروم ہو جائے؟ کہتے یہ ہیں کہ زندگی میں کچھ ایسی خطا ہو جاتی ہے یا ایسا گناہ سرزد ہو جاتا ہے جس کی سزا یہ ہے کہ انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے اور جب آپ یہ دیکھیں کہ دعاؤں کا آسرا آپ سے چھن جائے تو آپ یہ سمجھو کہ اللہ کی ناراضگی زیادہ ہے۔ دعاؤں کا منظور نہ ہونا ایک الگ بات ہے' دعا منظور ہو یا نہ ہو لیکن دعا کی زنجیر کھٹکھٹاتے رہنا بھی اللہ کا قرب ہے لیکن جب دعا پر سے اعتماد اٹھ جائے تو پھر آپ یہ سمجھیں کہ عذاب شروع ہو گیا۔ اب آپ اس حالت کا کھوج لگائیں کہ وہ اوقات کون سے ہوتے ہیں جب انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔ جب انسان بزرگوں کی عظمت کو عظیم تسلیم کرنے سے گریزاں ہو جائے تو پھر اس سے دعا چھن جاتی ہے۔ یعنی کہ جب وہ اتنا بے باک ہو جائے کہ گستاخ ہی ہو جائے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس سے دعا چھن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ اے رب العالمین! ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ سیدھی راہ اللہ کی ہوتی ہے۔ اللہ نے اس کو پھر Elaborate کر دیا' واضح کر دیا کہ میری راہ دراصل ان لوگوں کی راہ ہے جن پر میرا انعام ہوا۔ اللہ سے تو ہم اللہ کی راہ مانگ رہے ہیں کہ یا رب العالمین ہمیں سیدھی راہ دکھا' اپنی طرف کی راہ دکھا' ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ درمیان میں کسی آدمی کا ذکر نہ آئے مگر یہاں اللہ نے خود ہی انسان کا ذکر کر دیا کہ "انعمت علیھم" کون سے ہیں؟ یعنی کچھ بندے ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اگر ایسے لوگ تھے تو پھر ہیں بھی ضرور۔ اور یہ "انعمت علیھم" میں سے ہیں۔ وہ آدمی جس پر اللہ کا انعام ہوا ہو اور آپ جانتے ہوں کہ

اس پر اللہ کا انعام ہوا ہے تو اگر اس آدمی کا آپ نے احترام نہ کیا تو پھر آپ دعا سے محروم ہو جائیں گے۔ اب آپ نے وہ طبقہ دریافت کرنا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ تو اللہ کے پیغمبروں پر اللہ کا انعام ہوا کیونکہ پیغمبری یا نبوت کسی عمل کا نتیجہ نہیں ہے۔ اگر کوئی اُمّتی یا کوئی اور آدمی پیغمبر جیسا سارا عمل بھی کر لے تو زیادہ سے زیادہ یہ نتیجہ نکلے گا کہ وہ امتی بن جائے گا۔ تو پیغمبر جیسا عمل کرنے والا پیغمبر نہیں بن سکتا' یہ پکی خبر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ عمل کا نام پیغمبر نہیں ہے' علم کا نام پیغمبر نہیں ہے بلکہ اللہ کی منشاء کا نام ہے۔ اب اللہ کی منشاء اس پیغمبر پر فضل کر رہی ہے اور اگر آپ نے اس کی عزّت کم کر دی تو آپ دعا سے محروم ہو جائیں گے۔ دراصل دعا سے محروم ہونے والا خدا سے محروم ہو جاتا ہے۔ دعا سے وہ آدمی محروم ہو جاتا ہے جس نے حضور پاک ﷺ کی شانِ مبارک میں ادب سے گریز کیا' تو اگر ادب نہ کیا یا شان میں کمی کی تو ایسا آدمی دعا سے محروم ہو جائے گا۔ کسی نے حضور پاک ﷺ کو اپنے جیسا آدمی سمجھا' Flesh and Blood' اپنی طرح گوشت اور خون سمجھا تو وہ دعا سے محروم ہو جائے گا اور اس کا دعا پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ جس کسی نے صحابہ کرامؓ کی شان میں کمی کی وہ دعا سے محروم ہو جائے گا۔ جس نے اولیاء کرامؒ کی شان میں کمی بیشی کی تو وہ دعا سے محروم ہو جائے گا۔ جس نے ماں باپ کی شان میں کمی بیشی کی تو وہ دعا سے محروم ہو جائے گا یعنی کہ وہ آدمی جو اپنے ماں باپ کی عزت میں کمی بیشی کرتا ہے تو اس سے دعا چھین لی جاتی ہے۔ جس نے اپنے اس محسن استاد کی عزّت نہیں کی جس نے اس کو علم سکھایا تو ایسا شخص

بھی دعا سے محروم ہو جائے گا۔ جس نے اللہ کی راہ میں، اللہ کے سفر میں، اللہ کی طرف جانے کے لیئے کوئی اپنا ہم سفر بنایا، ساتھی بنایا کہ ہم دونوں مل کر اللہ کی طرف چلتے ہیں جسے آپ لوگ رفیقِ طریقت کہتے ہیں تو اس آدمی کے ساتھ جس نے دھوکا کیا وہ دعا سے محروم ہو جائے گا۔ اللہ کی طرف جانے کے لیے جس نے کوئی ساتھی بنایا کہ ہم دونوں مل کر حج کو جائیں گے یا دونوں مل کر اللہ کے راستے پر چلیں گے اور پھر اس اللہ کے حوالے سے دوست بننے والے کے ساتھ دھوکا کیا یا اس کو چھوڑ دیا تو ایسا شخص دعا سے محروم ہو جائے گا۔ اللہ کی ذات کے لیئے آپ نے جو حلقہ مرتب کیا اس حلقے کے ساتھ وفا نہ کی تو پھر آپ دعا سے محروم ہو جائیں گے۔ اگر کسی کو زندگی میں بزرگ کہہ دیا اور اس کی خامیاں آپ کو معلوم نہیں تھیں اور کچھ عرصہ کے بعد اس کی خامیاں معلوم ہو گئیں، تو بزرگ کہنے کے بعد اسے اگر غیر بزرگ کہو گے تو آپ دعا سے محروم ہو جاؤ گے۔ تو ایک دفعہ جو زبان سے کہہ دیا پھر اس کی لاج نبھاؤ۔ جس کو ایک دفعہ دوست کہہ دیا اب خامی کے باوجود اس کے ساتھ دوستی نبھاؤ۔ آپ دوستی کرنے سے پہلے تحقیق کر لیا کریں۔ اب اگر دوستی نہیں نبھاؤ گے تو پھر دعا سے محروم ہو جاؤ گے۔ جس نے سائل کو جھڑکی دی وہ دعا سے محروم ہو جائے گا۔ جس نے یتیم کا مال کھایا وہ دعا سے محروم ہو جائے گا۔ جو کوئی رزقِ حرام کی طرف لپکا تو وہ دعا سے محروم ہو جائے گا۔ ایسے حرام رزق کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک تو اس رزق حرام کے استعمال سے اولاد گستاخ ہو جاتی ہے اور پھر انسان کا دعا سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اگر اولاد کو رزقِ حرام کھلاؤ گے تو اولاد گستاخ ہو جائے گی اور آپ کا اعتماد

دعا سے اٹھ جائے گا۔ بعض اوقات کسی کی بد دعا ہوتی ہے تو بد دعا بھی آپ کو دعا سے دور کر سکتی ہے' بھائی بہنوں میں ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک کی بد دعا لگ جاتی ہے کیونکہ آپ نے اس کے دل کو اذیّت پہنچائی ہے۔ تو ایسی بد دعا جو ہوتی ہے وہ انسان سے دعا چھین لیتی ہے۔ اس لیۓ کہتے یہ ہیں کہ سب کا بڑا احترام کرو اور ان کی آہ سے بچو۔ ایک وکیل صاحب نے بڑی شہرت حاصل کر لی' اس کا منشی ایک Client گھیر کر لے آیا کہ ہمارا وکیل بڑا قابل ہے اور آپ جیت جاؤ گے۔ مقدّمہ قتل کا تھا۔ تو وہ وکیل صاحب پیش ہوئے' کاروائی ہوئی اور وہ مقدّمہ ہار گیا' جج صاحب نے سزائے موت کا فیصلہ لکھ دیا تو سائل نے منشی سے کہا کہ تُو تو کہتا تھا کہ میں یہ مقدّمہ جیت جاؤں گا کیونکہ تمہارا وکیل اچھا ہے۔ منشی نے کہا اب تم جیت جاؤ گے کیونکہ جب ہمارے وکیل صاحب آہ نکالتے ہیں تو پھر انسان جیت جاتا ہے کیونکہ اس کی وکالت میں اتنی طاقت نہیں جتنی اس کی آہ میں طاقت ہے ------- اس لیۓ آپ اپنے خلاف آہ سے بچتے رہیں۔ سارے علوم ایک طرف اور یہ آہ جو ہے ایک طرف کیونکہ یہ انسان کو اڑا کر رکھ دیتی ہے۔ تو آپ اس بات سے بچنا کہ آپ کے خلاف کوئی آہ نہ نکالے۔ تو چھوٹے آدمی کی آہ جو ہے یہ بڑے واقعات کر جاتی ہے' یتیم کی فریاد بڑا اثر رکھتی ہے۔ اس جانور کی فریاد سے بچیں جو آپ نے پال رکھا ہے۔ مثلاً" اگر آپ کا کتا گھر کے اندر بھوک سے مر جائے تو پھر سارا خاندان برباد ہو جائے گا کیونکہ یہ آہ بن جاتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی جانور یا پرندہ آپ نے پنجرے میں رکھا ہوا ہے تو اس کے ساتھ بھی زیادتی یا ظلم نہیں ہونا چاہیۓ۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے

خلاف کوئی بھی فریاد نہ کرے۔ جب اس طرح کے واقعات ہوں تو آپ لوگ دعا سے الگ کر دیئے جاتے ہیں۔ جب آپ عبادت نمائش کے لئے کرتے ہیں تو آپ دعا سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ظالم اور قاتل کی دعا منظور نہیں ہوتی، جو شخص فاسق ہے، فاجر ہے، اس کی دعا منظور نہیں ہوتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک ایسا آدمی جس کا لباس حرام، طعام حرام، وجود ناپاک ہو، الجھا ہوا خیال ہو، اور اس نے گمراہ ہونے کا انتظام کیا ہوا ہے تو جب یہ آدمی دعا مانگے گا تو اس کی دعا کیسے منظور ہو گی۔ ایسے آدمی کو آپ ضرور Visualize کرو کہ جس کا طعام حرام ہے، قیام حرام ہے، واقعات حرام ہوں، الجھا ہوا ہو، غلط واقعات میں مبتلا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی Open Violation کرتا ہو، کھلی خلاف ورزی کرتا ہو، اب وہ دعا کس منہ سے مانگے گا۔ دعا کا استحقاق اس وقت ہے جب آپ خدا کو خدا مانیں۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ تم پہلے مجھے اللہ تو مانو، پھر دعا منظور کروانا۔ اور جب آپ نے اللہ کو اللہ مانا تو پھر اللہ نے کہا کہ یہ کام کرو اور یہ کام نہ کرو۔ اب اللہ نے جس کام کے لیے منع کیا تھا اگر آپ وہ کام کر گئے تو پھر معذرت بھی ہونی چاہیئے یعنی معافی مانگنی چاہیئے۔ اس لیئے اگر کبھی آپ کو یہ محسوس ہو کہ آپ کی دعا کی قبولیّت میں دیر لگ رہی ہے تو استغفار کرنا شروع کر دیا کرو کہ یا رب العالمین! ہمیں معافی عطا فرما، ہمارے کچھ ایسے گناہ ہیں جو کسی وجہ سے سرزد ہو گئے ہیں، حالانکہ تُو تو اللہ ہے اور تجھے کسی کے ساتھ Offend نہیں ہونا چاہیئے، غصّہ نہیں کرنا چاہیئے اور اگر ہم سے Offend کرنے والی بات سرزد ہو گئی ہے تو معاف فرما دے۔ اگر تیرا

کوئی نیک بندہ ہم سے Offended ہے تو تُو ہمیں معافی عطا فرما تاکہ ہماری دعا کو قبولیّت ملے اور ہمارا لطف و کرم قائم رہے۔ جب آپ کے گیٹ پر کوئی سائل آ جائے تو چاہے وہ حق والا ہو' چاہے حق والا نہ ہو' آپ لوگ اس کو ضرور کچھ نہ کچھ دینا۔ اس سے بڑا حق کیا ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کے در پر سوال کرنے آگیا۔ کبھی آپ سوال کر کے تو دیکھو۔ کیا آپ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کر سکتے ہیں؟ کبھی نہیں۔ اس لیے یہ اس سوالی کا استحقاق بن جاتا ہے اور وہ سائل آپ کو بری کیفیت سے نکال کر اچھی کیفیت دیتا ہے۔ ایک آدمی کے پاس ایک سائل آگیا کہ مجھے اللہ کے نام پر دو تو اس نے کہا کہ ہمیں معافی دو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ سائل نے کہا کہ یہاں معافی کی بات نہیں ہے' میں بڑی دور سے چل کر آیا ہوں' تم جیسے بخیلوں کو سخی بنانے کے لیئے آیا ہوں اور میں اس کام کے لیئے بھیجا گیا ہوں تاکہ تو سخاوت کر کے اللہ کے دوستوں میں شامل ہو جا۔ تو سخی حبیب اللہ ہوتا ہے۔ آپ لوگ اس لیئے اس کا خیال کرو۔ جو مزدور مزدوری کرنے والا ہے' محنت کر رہا ہے اور پسینے کی کمائی کر رہا ہے' اس کے ساتھ آپ کبھی بھی سخت بات نہ کرنا کیونکہ وہ اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ اس کا حق اتنا ہی ہوتا ہے کہ وہ محنت کرنے والا ہے اور حق والا ہے' اس کے ساتھ کبھی زیادتی نہ کرنا۔ محنتی ہاتھوں سے کام کرنے والا' پاؤں سے کام کرنے والا اور وجود سے کام کرنے والا عزّت کے قابل ہوتا ہے۔ تو ان سے زیادتی کی وجہ سے انسان دعاؤں سے محروم ہوتا ہے اور جب انسان ماں باپ کا خیال رکھنے والا بن جائے تو پھر اس کو دعا مل جاتی ہے۔ دعا کا ہونا یا دعا پر اعتقاد ہونا یہ اللہ کا فضل ہے۔

کسی نے یہ سوال پوچھا تھا کہ اللہ کا فضل کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اللہ کا فضل مانگنے والا دراصل اللہ سے کوئی چیز مانگ رہا ہے۔ ویسے تو اللہ کا فضل، فضل ہی ہے۔ بارش ہو جائے تو فضل ہے اور اگر بارش نہ ہو تب بھی اس کا فضل ہے۔ کچھ ایام ایسے ہیں کہ بارش نہیں ہونی چاہئے اور کچھ ایام ایسے ہیں کہ بارش ہونی چاہئے۔ لیکن جو شخص فضل مانگ رہا ہے تو سمجھو کہ کوئی واقعہ اس کے زیرِ غور ہے۔ اگر کوئی بیمار آدمی اللہ کو پکارتا ہے تو وہ کیا مانگ رہا ہے؟ وہ اللہ سے شفاء مانگ رہا ہے۔ اگر غریب آدمی کہتا ہے کہ "اللہ" تو وہ اپنی غریبی دور کرنا چاہتا ہے۔ جب آپ اللہ کے فضل کو پکارتے ہیں تو آپ کے زیرِ نگاہ ایک واقعہ ہے۔ اب اس واقعہ سے عہدہ براء ہونے کے لئے آپ اللہ کو پکار رہے ہیں۔ اس کو آپ فضل کہتے ہیں حالانکہ اس کے برعکس واقعات بھی فضل ہیں۔ آپ لوگ یہ جانتے ہیں کہ پیغمبروں کی ساری زندگی فضل کا نمونہ ہے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی پیغمبر بیمار ہوئے؟ ضرور بیمار ہوئے۔ کیا کسی پیغمبر پر ابتلاء کا وقت آیا؟ ضرور آیا۔ ان کے ساتھ سماج میں بھی عزت کے حوالے سے بظاہر کمزور واقعہ بھی ہو گیا' یوسف علیہ السلام کے واقعے میں نیک نامی میں بھی کچھ کمی آگئی اور "سجن" یعنی جیل کا واقعہ آگیا۔ مگر یہ سارے اللہ کے فضل ہیں۔ قیدی کے لواحقین جو ہیں وہ یہ فضل مانگ رہے ہیں کہ قیدی گھر آجائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی انسان فضل مانگ رہا ہے تو وہ دعا کر رہا ہے کہ یا رب العالمین یہ جو ہماری تکلیف ہے اس کو دور فرما۔ اس لئے ہم جب یہ کہتے ہیں کہ یا اللہ فضل فرما تو دراصل ہم اللہ کے ساتھ ایک راز

رکھتے ہیں کہ یا اللہ وہ واقعہ کر دے۔ تو Generally یعنی عام طور پر ہم کہتے ہیں کہ یا اللہ فضل فرما۔ آپ لوگ جتنے بھی بیٹھے ہیں اگر سب آدمی یہ کہیں کہ یا اللہ فضل فرما تو ہر آدمی کے فضل کا مفہوم الگ ہو گا کہ یا اللہ یہ فضل فرما۔ اگر آپ غور سے دیکھیں تو دو آدمی متضاد چیزیں فضل کے نام پر مانگ رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور ایک کہتا ہے کہ یا اللہ یہ فضل کر' تو دوسرا کہتا ہے کہ یا اللہ وہ فضل فرما۔ اب اگر قوم کہے کہ یا اللہ فضل کر' تو قوم کچھ اور مانگ رہی ہوتی ہے۔ اگر حکومت کہے کہ یا اللہ فضل کر تو حکومت کچھ اور مانگ رہی ہے اور اپوزیشن کچھ اور کہہ رہی ہے کیونکہ اس کے لئے اللہ کا فضل یہ ہے کہ حکومت کو زوال ہو۔ تو سب سے اچھا فضل کیا ہے؟ "یا اللہ! ہماری زندگی کو آسان فرما تاکہ ہم زندگی کی پیچیدگیوں میں نہ رہیں اور ہماری زندگی جو ہے یہ بے جان اشیاء کے تابع نہ رہے"۔ یہ بے جان چیزیں کیا ہوتی ہیں؟ مثلاً" اشیاء' واقعات' مال و دولت' ان سب بے جان اشیاء کے تابع زندگی ہے۔ آج آپ بڑے پریشان ہیں کیونکہ کچھ پیسے زیادہ چاہئیں مگر یہ بے جان شے ہے۔ آپ بہت پریشان ہیں کہ ایک مکان چاہیئے یعنی آپ کو بے جان شے چاہیئے۔ تو جان دار شے سے وابستگی ہونی چاہیئے۔ اگر آپ کسی جاندار کے لئے پریشان ہوں تو یہ پھر بھی بہتری کی بات ہے اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ اللہ ہی کی طرف رجوع ہو۔ آپ کہیں کہ یا اللہ تو بن مانگے دینے والا ہے' تو ہم تجھ سے سوال کیا کریں' جو کچھ عنایت فرما رہا ہے اس پر ہمیں راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ تو آسان دعا کیا ہے؟ یا رب العالمین جو تو نے دینا ہے

وہ بن مانگے دے دے اور جو نہیں دینا ہے اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ دے اور اس کے مانگنے کی ضرورت ہی نہ ہو۔ تو پھر سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ تو ہمیں اس طرح کی دعائیں چاہئیں کہ یا اللہ ہمارے بزرگ ہم سے راضی رہیں، ہم سے کم عمر لوگ، مثلاً" جو اولادوں کی شکل میں ہیں وہ ہمارے مؤدب ضرور رہیں، اور اس کے لئے اب آپ کو دعا مانگنی پڑے گی کیونکہ اب یہ آپ کا Right نہیں رہا، حق نہیں رہا کیونکہ سماج بدل گیا ہے اور اولاد صبح اٹھ کر سلام نہیں کرے گی۔ اب یہ کام بھی دعا کے ذریعے کرانا پڑے گا۔ پرانے زمانے میں یہ طریقہ تھا کہ لوگ اللہ کے لئے عبادت کیا کرتے تھے اور آج کل اولادوں کے مستقبل کے لئے دعائیں کرتے ہیں اب وہ زمانہ ہے کہ آپ کو اولادیں جگائیں گی اور اولاد ہی تہجد ادا کرائے گی اور اولاد ہی نماز پڑھائے گی۔ کیونکہ اس وقت یہ لوگ بڑی مشکل میں ہیں۔ اس لئے سب لوگ مل کر دعا کرو کہ یا رب العالمین ہمیں ہماری اولاد کی طرف سے تکلیف نہ آئے۔ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ تسبیح اس کی اپنی ہے، وہ عزیز الحکیم ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ یا عزیز یا حکیم کرتا ہے۔ یہ ایک مقام ہے۔ ہم آپ کے لئے دعا کرتے ہیں اور آپ لوگ بھی اپنے لئے دعا کیا کریں۔

سوال :۔

سر! صدقے کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب :۔

جس قسم کی تکلیف ہو ویسا صدقہ ہونا چاہیئے۔ بہترین صدقہ یہ

ہے کہ کسی زندہ چیز کا یا جانور کا اللہ کی راہ میں قربان کر دینا۔ آپ لوگ صدقے کا مفہوم سمجھ لیں کہ صدقہ کسے کہتے ہیں۔ صدقہ یہ ہے کہ آپ سے کچھ مال نکل کے ان کے پاس کسی شکل میں جائے جن کے پاس مال نہیں ہے۔ صدقے کا مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ تکلیف جو ہے وہ رفع ہو جاتی ہے کہ آپ کی طرف سے کوئی چیز جو ہے وہ Have-not's یا محروم لوگوں کے پاس جانی چاہیے۔ لباس کا صدقہ یہ ہے کہ آپ اگر کسی غریب کو دیکھو تو اسے لباس کا صدقہ عطا فرما دو یعنی وہ لباس جو آپ نے زیب تن کیا ہو۔ تو اس سے آپ کا تن آسان ہو جائے گا، وجود صحت مند ہو جائے گا۔ تو لباس دینا بھی صدقے کی ایک شکل ہے۔ کسی کو نقد پیسہ دینا بھی صدقے کی ایک قسم ہے۔ کوئی اپنا طالب علم جو تعلیم سے محروم ہو رہا ہو اور آپ کم از کم چار سال یا پانچ سال کے لیے اس کا وظیفہ لگا دو تا کہ وہ اپنی تعلیم پوری حاصل کر سکے تو یہ صدقہ ہے۔ آپ لوگ یہ چھوٹے چھوٹے کام کیا کرو۔ یہ صدقہ جاریہ ہیں۔ مثلاً آپ نے ایک آدمی کو کتابیں لے کر دے دیں تو یہ صدقہ جاریہ ہے۔ کسی کو بکرا یا مرغا ذبح کر کے کھانے کے لیئے دے دیا تو یہ بھی صدقہ ہے۔ غصے کی موجودگی میں کسی کو معاف کر دینا بھی صدقہ ہے۔ اپنا حق چھوڑ دینا بھی صدقہ ہے۔ اگر آپ یہ کام کریں تو پھر اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتا ہے۔ صدقے میں Amount کی، رقم کی بات نہیں بلکہ یہاں Attitude کی نیت کی بات ہو رہی ہے۔ Amount یا رقم تو پھر Mathematical ہے، حساب ہے۔ یہ باتیں ان کے لیئے ہیں جو اللہ کو مانتے ہیں۔ تو وہ اس وقت تک صدقہ دیتے رہتے ہیں جب تک ان کو یہ محسوس نہ ہو

؟ لائے جائے کہ اللہ راضی ہو گیا ہے اور وہ Amount کو طے نہیں کرتے۔
آپ کے دل پر جتنا بوجھ پڑ رہا ہے آپ اپنے اس بوجھ کے حوالے سے
بھی صدقہ دینا ہے جس میں Amount کو طے نہیں کرنا ہے۔ آپ یہ بات
یاد رکھیں کہ ایک بزرگ نے اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو دے دیے۔ پھر
بکرا ذبح کر کے دیکھا مگر کچھ نہ ہوا تو پھر
انہوں نے اپنے غصے کو ذبح کر دیا۔ تو صدقہ کا طریقہ یہ ہے کہ جیسے آپ
کو تکلیف محسوس ہو رہی ہو اپنے اس حوالے سے ہے اور اس میں نیت
اللہ کے قریب جانے کی خواہش ہے۔ صدقہ ضرور دیں مندی کو دیں۔ اگر
کوئی بکرا ذبح کرنے کے بعد کتنی قدر لے میں چلا جائے گا تو وہ اور ان کے
پیٹ نہیں بھی کھا جائیں گے۔ اس سے تو بہتر ہے کہ کسی غریب کے پاس
پانچ سو روپے چلے جائیں۔ تو یہ غریب کو ضرور ملے، مسکین کو ملنا چاہیے۔
مسکین کی تعریف یہ ہے کہ ایسے لوگ جو غریب ہیں اور وہ سوال نہیں
کرتے، آپ لوگ ایسے آدمی ضرور تلاش کیا کرو تو پھر آپ کو بے شمار
لوگ مل جائیں گے کہ غریب ہوتے ہیں لیکن سوال نہیں کرتے کیونکہ
وہ خاموش گونگے غریب ہوتے ہیں۔ ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کسی اچھے
طریقے سے ان کو دے دیا کرو۔ اس طرح آپ لوگ اپنی زندگی کو خوشگوار
بناؤ اور آپ کے پاس جو صفت سب سے بڑی ہے اس میں سے لوگوں کو
دو۔ لن تنالوا البر حتٰی تنفقوا مما تحبون۔ تو آپ وہ چیز قربان کرو
جو آپ کی محبت والی چیز ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو اپنے بیٹے سے بڑی محبت
تھی اور اللہ کی راہ میں اسے قربان کرنا پڑا تو جس چیز کی آپ محبت
رکھتے ہیں وہ چیز اللہ کی راہ میں نثار کر دیں۔ اگر آپ پیسے والے ہو تو

پیسے نثار کرو۔ صدقہ کا اطلاق غنی پر ہوتا ہے تو غریب کیسے صدقہ دے گا؟ پھر فرمانے والوں نے فرمایا کہ وہ غریب غنی ہے جو دوسرے کے مال کی تمنّا ہی چھوڑ دے۔ ہر صفت ہر آدمی میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے غریب بھی صدقہ دے گا اور اسے پتہ چل جائے گا کہ کتنا پیسہ دے گا۔ وہ اپنی کسمپرسی کی حالت میں یہ ایک واقعہ کر جائے تو یہ پھر ایک صدقہ ہے۔ صدقہ Amount کا نام نہیں ہے بلکہ میں پھر کہوں گا کہ صدقہ Attitude کا نام ہے' یہ آپ کی میلانِ طبع کا نام ہے اور صدقہ ضرور دینا چاہئے۔ کسی کو معاف کر دینا صدقہ ہے' کسی کو بخشش کر دی تو یہ صدقہ ہے۔ زندگی میں کبھی ایسا موقع آئے کہ آپ کو مجرم مل جائے تو حالانکہ مجرم کو ضرور سزا دینی چاہئے مگر مجرم کو سزا اس وقت دینی چاہئے جب آپ بھی اپنے جرم کی سزا لینے کے لئے تیار ہوں۔ تو کرنا یہ چاہئے کہ اللہ ہمارے بھی گناہ معاف کرے اور ان کے گناہ بھی معاف فرمائے۔ آپ زندگی میں ایک آدھ مجرم کو بغیر وجہ کے ضرور معاف کر دینا۔ یہ بھی صدقہ ہے اور ایسا صدقہ ضرور دیا کرو۔

سوال :۔

مشکل کو حل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب :۔

مشکل دو طریقوں سے حل ہوتی ہے۔ ایک تو وقت پر وہ کام ہو جائے تو پھر مشکل حل ہو گئی۔ دوسرا یہ طریقہ ہے کہ اگر اس کام سے تمنّا ہی ہٹ جائے تو پھر بھی مشکل حل ہو گئی۔ کبھی آپ غور سے دیکھیں

تو زندگی ایسے Adjust ہوتی رہتی ہے کہ کبھی وہ واقعہ پورا ہو گیا اور کبھی اس کی تمنّا ہی مٹ گئی۔ کبھی آپ اپنے ماضی پر ضرور نگاہ دوڑائیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ کتنی آرزوئیں تھیں جن کو آپ چھوڑ چکے ہیں اور آپ کو پتہ ہی نہیں چلا کہ آپ کے ہاتھ سے کتنے کبوتر اڑ گئے ہیں۔ پہلے بہت ساری آرزوئیں اور بہت ساری تمنّائیں آپ چھوڑ بیٹھے ہیں، لیکن اب جو آرزو موجود ہے آپ یہ نہیں چھوڑنا چاہتے حالانکہ دس دن کے بعد یہ بھی نہیں ہو گی۔ اس لیۓ آرزوئیں تو آپ کے ہاتھ سے نکلتی چلی جا رہی ہیں اور آپ کی عمر بھی ہاتھ سے نکلتی جا رہی ہے۔ تو آرزوئیں کیا چیز ہیں کیونکہ ان کو ہر طرف سے زندگی نگل جاتی ہے۔ اس لیۓ آپ اس بات پر کبھی اصرار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ آرزو پوری کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ مشکل کشائی کر دیتا ہے۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ آیت کریمہ کا ذکر کرو تو اس سے مشکل ضرور دور ہو جاتی ہے۔ آپ یہ بات یاد رکھ لینا کہ اللہ، اللہ ہے وہ کسی فارمولے میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے مزاج میں کام نہیں کرنا۔ اگر سارا شہر دعا کرے مگر جو کام اس نے نہیں کرنا ہے تو وہ نہیں کرے گا اور اگر چڑیا بھی فریاد کر دے تو کام بن جائے گا۔ تو وہ اللہ ہے اور اللہ کسی فارمولے میں نہیں آتا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ نماز سے راضی ہو جاتا ہے یا یہ کہ اپنا بنا کے تکلیف نہیں دے گا تو ایسا نہیں ہے، تکلیف بھی دے دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں یہ کام ضرور کرتا ہوں۔ ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال کہ میں خوف ضرور بھیجوں گا، مال میں نقص بھیجوں گا "نقص من الاموال" سے مراد یہ ہے کہ پھل ضائع ہو جائے گا اور دانے ضائع ہو

جائیں گے۔ اللہ فرماتا ہے کہ یہ میں کرتا رہتا ہوں۔ وہ اللہ یہی تو کرتا ہے کہ وہ پیدا کرتا ہے اور جب انسان زندگی پر حق دار ہو جاتا ہے تو فرماتا ہے کہ واپس آ جاؤ۔ پھر اقبالؒ کا یہ شعر بن جاتا ہے کہ ۔

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کار جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

اور اس نے کہا کہ تو بغیر انتظار کے فوراً" آ جا اور اقبالؒ چلا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ یا رب العالمین! فرعون کے ساتھ کیا کیا جائے۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ اس کو ہماری طرف Despatch کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پھر کیا جائے؟ انہوں نے فرمایا کہ پھر خود بھی آ جاؤ۔ That's all ۔ یہ کل کہانی ہے' پہلے فرعون کو Despatch کرو اور پھر خود روانہ ہو جاؤ اور باقی رہے گا اس دنیا میں اللہ کریم کا نام! اللہ تعالیٰ یہی کام کرتا رہتا ہے کہ پہلے بناتا ہے اور پھر بگاڑتا ہے اور یہ اس کے کام ہیں۔ اگر کبھی آپ اس کے کام میں لطف لینا شروع کر دو تو پھر آپ کو ساری بات سمجھ آجائے گی اور آپ کہیں گے کہ یا رب العالمین یہ تیرا ہی کام ہے' ہمارا ہونا تیرے فضل کی دلیل ہے اور نہ ہونا تیرے امر کی دلیل ہے' یہاں بھی ہم تیرے ساتھ ہیں اور وہاں بھی ہم تیرے ساتھ ہیں' ہمیں یہاں بھی اپنا بنا کے رکھ اور وہاں بھی اپنے پاس رکھ اور ہمارا مسئلہ ہی آسان فرما' ہمیں آسان زندگی عطا فرما کہ یہاں بھی آپ کے لیئے زندہ ہوں اور وہاں بھی آپ کے پاس ہوں۔ یہ آسان زندگی ہے۔ وما علینا الا البلاغ

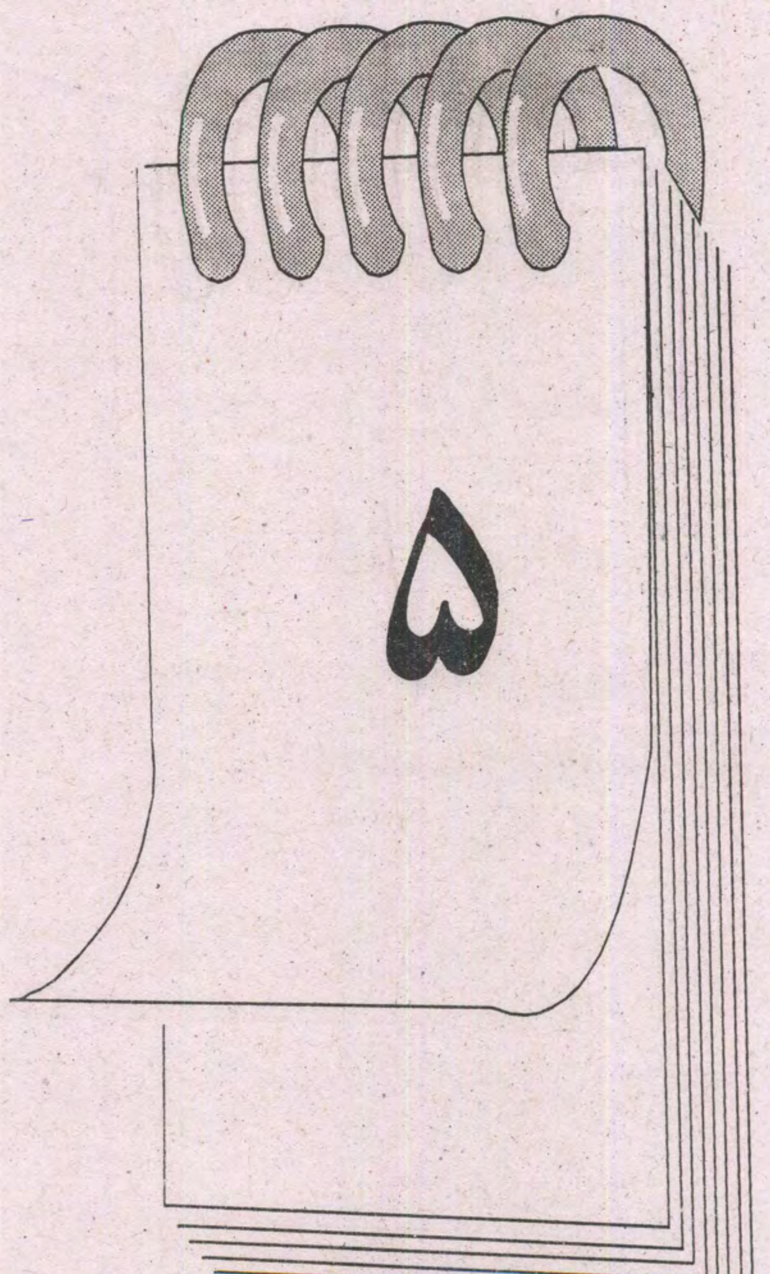
۵

۵

۱ کہتے ہیں کہ زندگی نیک لوگوں کے لیے نیک ہے اور بد لوگوں کے لیے بد ہے؟اس بارے میں رہنمائی فرمائیں۔

۲ تعلق باللہ حاصل کرنے کا کوئی فارمولا بتائیں؟

سوال:- سر! کہتے ہیں کہ زندگی نیک لوگوں کے لیئے نیک ہے اور بد لوگوں کے لیئے بد ہے۔ اس بارے میں رہنمائی فرمائیں۔

جواب:- پہلی Stage یہ ہے کہ جب انسان کے پاس علم نہ ہو تحقیق نہ ہو اور تجربہ بھی نہ ہو تو اس کے پاس صرف ظاہر ہوتا ہے اور وہ اندازہ کرتا ہے کیونکہ اس کے پاس علم ہی نہیں [illegible] خیال ہے زمین سے جو بخارات نکلتے ہیں ان سے بارش بنتی ہے؟ جیسے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بارش سمندر سے آتی ہے یا یہ کہتے ہیں کہ بارش پہاڑوں سے آتی ہے۔ جب تک کوئی سائنٹیفک تحقیق نہ ہو یہ اندازے ہیں اور جب ایک سائنسدان کہتا ہے کہ میں بتاتا ہوں کہ بادل کہاں سے آتے ہیں؟ یہ Evaporation ہوتی ہے بخارات ہوتے ہیں پھر ان کی Condensation ہوتی ہے جو پانی بنتے ہیں تو اس کے بعد بارش ہوتی ہے۔ اس کے مطابق خالص پانی Pure distilled water اور Purest water جو دنیا میں ملے گا وہ بارش کا پانی ہے۔

The best water ہے۔ سائنس دان کی بات اگر آپ کو سمجھ نہ آئے تو پھر اس سے الجھتے بھی نہیں کیونکہ وہ سائنس دان ہے اور وہ اس راز کو آپ سے بہتر جانتا ہے۔ اسی طرح جب یہ کہا جاتا ہے کہ نماز آپ کو برائی سے روکتی ہے۔ ان الصّلٰوۃ تنھٰی عن الفحشاءِ والمنکر لیکن بعض نمازیوں میں برائی نظر آتی ہے۔ یہ دیکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کس کو نماز کہا ہے، کس کو فحشا کہا ہے اور کن لوگوں کے لیئے یہ کہا ہے۔ تو یہ بات اس لائن میں ڈھلنے کے بعد سمجھ آئے گی۔ ظاہر کی دنیا کی نماز تو آپ نے دیکھی ہے لیکن جب آپ نماز میں ڈھل جائیں گے اور اس کے اندر سفر کریں گے تو پھر آپ کو اس مالک کی بات کی صداقت کا افہام ہو گا۔ وگرنہ اس سے پہلے تو اندازہ ہی ہے۔ اگر یہ کہیں کہ یہ کتاب آسمانوں سے نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل امینؑ لائے ہیں تو جبریل امینؑ کون ہوتے ہیں؟ تو وہ فرشتے ہیں اور یہ کتاب حضور اکرم ﷺ کے پاس آئی ہے۔ پھر یہ سوال کہ کیا یہ تاریخ کی شکل میں آئی ہے؟ یہ اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہوں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ زمین کا ایک ایک انچ تقسیم ہو چکا ہے، بِک چکا ہے۔ اللہ زمین کا مالک ہے اور اس کی مسجد چندے کے بغیر بنتی نہیں، تو وہ کس طرح مالک ہے۔ اب یہ سارے راز ہیں اور ان رازوں کو جاننے کے لیئے حوصلہ چاہیئے اور اس کو پہچاننے کے لیئے ایک عمر چاہیئے یا ادب کا ایک انداز چاہیئے، اس میں کبھی گستاخی نہیں کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ساری کائنات کو رزق دینے والا میں ہوں، کچھ جگہ مشاہدہ ملتا ہے

کہ رزق دے رہا ہے اور کہیں نہیں دے رہا۔ اللہ رازق ہے کیونکہ رزق دے رہا ہے اور اگر رزق نہیں دے رہا تو پھر بھی رازق ہے۔ اگر یہ ماننا شروع کر دیں تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ اللہ رزق دے کر بھی رازق رہتا ہے اور رزق نہ دے کر بھی رازق رہتا ہے۔ وہ شاہین کو رزق میں Pure کبوتر کا گوشت دیتا ہے' اب کبوتر کو رزق کہاں سے دیتا ہے؟ یہ الگ الگ کہانی ہے کہ کبوتر کو شاہین کا رزق بنایا ہوا ہے۔ کیا کبوتر پر شاہین ظلم کر رہا ہے؟ کیا بڑی مچھلی کا چھوٹی مچھلی کو کھانا ظلم ہے؟ کیا وہ اسے اپنا حق سمجھتی ہے یا وہ کوئی حرام کی کمائی کھا رہی ہے۔ یہ ساری باتیں سوچنی پڑیں گی۔ جیسا بھی رزق ہو دیتا وہ خود ہے' اس لئے اب آپ کے سوال کا جواب دینے سے پہلے ہم یہ پوچھیں گے کہ جب کسی وقت یہ بات کہی جائے کہ یہ بات آپ کے والد صاحب نے فرمائی ہے تو والد کی وہ بات سن لیں کیونکہ کچھ وقت کے بعد وہ سمجھ آ جائے گی' ان کا تجربہ اور علم آپ سے زیادہ ہے۔ یا اگر یہ کہا جائے کہ یہ بات سائنس دان نے کہی ہے تو پھر اس کا علم اور اس کا مرتبہ پہچان کے کوئی بات سوچنی چاہیے۔ [illegible] Discovr کرنے کے لئے' معلوم کرنے کے لئے آپ اچانک Suddenly یہ نہ کہا کریں کہ یہ کس طرح ہے اور کیسے ہے؟ اتنی بات یاد رکھیں کہ یہ اللہ کا فرمان ہے۔ اللہ کا فرمان ہے اور اللہ علم نازل کرنے والا ہے اور آپ سے زیادہ جانتا ہے۔ اس لئے آپ اس بات کا خیال رکھیں۔ میں آپ کو اللہ کی خوبی بتا رہا ہوں کہ اگر اللہ کی بات کو سمجھنا ہے تو پھر اس کو ماننے کا حوصلہ پیدا کرو تاکہ آپ کو سمجھ آنا شروع ہو جائے لیکن اگر مقابلے کے ساتھ آؤ

گے تو بات سمجھ نہیں آئے گی اور آپ الجھ جاؤ گے، پریشان ہو جاؤ گے۔ اگر آپ اللہ کی بات سمجھنا چاہتے ہیں تو پہلے یہ کہیں کہ یہ بات بالکل صحیح ہے۔ پھر ادب سے چلتے جائیں کیونکہ یہ سفر سائنس سنبھال کے کرنے والا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ بات عام آدمی کی کہی ہوئی ہے بلکہ یہ اس کی فرمائی ہوئی ہے جس نے زندگی کو پیدا کیا ہے اور جو چیز اللہ فرما دے تو اس کی صحت پر شک کرنے سے بندہ ایمان سے باہر ہو جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو ظاہری علم مل جائے اور ایمان ضائع ہو جائے۔ کرسٹوفر مارلو کے ایک ڈرامے میں ہے کہ ایک آدمی کو کسی ۔نے کہا کہ علم سب سے اچھی شے ہے۔ اس نے کہا کہ اگر علم اچھی شے ہے تو یہ علم حاصل کرنا چاہئے۔ تو وہ سارا ظاہری علم پڑھ گیا لیکن اسے لطف نہ آیا۔ اس نے کہا مجھے اور بھی علم چاہئے تو اس شخص نے کہا کہ ایک علم شیطان کے پاس بھی ہے اور وہ بہت کچھ جانتا ہے لیکن وہ تمہارا ایمان چھین لے گا۔ تو اس نے کہا مجھے علم چاہیئے، میں نے ایمان کا کیا کرنا ہے۔ تو وہ شیطان کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے علم چاہئے۔ اس نے کہا علم کو چھوڑو، کیا کرو گے، یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اس نے کہا مجھے چاہیئے۔ اس نے کہا پھر آپ اس علم پر گزارا کرو جو کتابوں کا ہے۔ جب اس نے ضد کی تو شیطان نے کہا کہ وہ علم حاصل کرنے کے لیئے تمہیں اپنی روح مجھے دینا پڑے گی تو اس نے کہا لے لو۔ خیر اس نے اپنی روح، Soul اس کے Handover کر دی، حوالے کر دی تو اس وقت کوئی وائٹ چیز اس شخص سے نکل گئی اور کوئی بلیک چیز اس کے اندر داخل ہو گئی۔ اس نے پوچھا کہ اب مجھے علم دو اور سب سے پہلے مجھے پرانے زمانے کی ایک کہانی ''ہیلن آف

ٹرائے" کی ہیلن دکھاؤ تو شیطان نے کہا وہ سامنے ہے۔ تو ہیلن سامنے تھی۔ یہ کئی ہزار سال پہلے، قبل مسیح، .B.C کا واقعہ تھا۔ تو اس نے ٹرائے شہر کی ہیلن کو دیکھا تو کہا

Is this the face that launched the thousand ships یعنی یہ ہے وہ چہرہ جس نے ہزارہا جہاز غرق کئے۔ ڈاکٹر اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ وہاں وہ کہتا ہے کہ اے کاش! میرے پاس ہزار روحیں ہوتیں تو میں اس پر نثار کر دیتا کیونکہ شیطان سے اتنا بڑا علم مجھے مل گیا ہے۔ پھر اس نے بہت مناظر دیکھے اور ان کو دیکھنے کے نتائج شروع ہو گئے اور جو اس سیاہ علم کا نتیجہ ہوتا ہے وہ رسوائی اور اذیّت شروع ہو گئی۔ وہ کراہتا رہا اور چیختا رہا کہ مجھ پر رحم کرو۔ شیطان نے کہا کہ میں اپنے ماننے والوں کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں لیکن رحم نہیں کر سکتا، خدا اور مجھ میں یہی ایک فرق ہے۔ میں سارا علم جانتا ہوں لیکن میں کسی پر رحم نہیں کر سکتا جب کہ اللہ رحم کرتا ہے۔ پھر شیطان نے کہا کہ میں اپنے ماننے والوں کو اذیّت میں مبتلا کر کے Enjoy کرتا ہوں، اس لئے میرا نام ہے شیطان، اگر تم اذیّت میں مبتلا ہو تو ہوتے رہو۔ مجھ سے تو صرف علم کی بات کرو۔ اس نے شیطان سے کہا کہ میری روح واپس دے دو۔ شیطان نے کہا کہ ہم نے یہ کبھی نہیں کیا۔ تو اس علم والے کی زندگی کا اذیّت ناک حشر ہوا۔ اگر آپ کو پڑھنے کا شوق ہو تو اس چیز کو آپ ضرور دیکھنا۔ آپ میں اگر علم کی تمنّا موجود ہے اور ادب کے ساتھ موجود ہے تو پھر وہ علم آپ کو صحیح راستے پہ لے جائے گا، ورنہ وہ علم حجاب بن جائے گا، رکاوٹ بن جائے گا اور پریشانی بن جائے گا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ علم

کے اس سفر پر کسی نہ کسی کو راہ نما بناؤ اور راہ نما وہ ہوتا ہے جس نے علم کے سوال، پگڈنڈیاں اور خیال کو دیکھا ہوا ہے۔ اس کی پہچان کیا ہے؟ جہاں پر وہ راہنما آپ کو روک دے تو آپ وہاں علم کو روک دینا۔ اگر بریک نہ ہو تو کار کا ایکسیلیٹر آپ کو تباہ کر دے گا اور یہ یاد رکھنا کہ جب تک بریک نہ ہو آپ ایکسیلیٹر کبھی نہ استعمال کرنا۔ جب روکنے والا کوئی نہ ہو تو پھر آپ معاملات میں دخل دیں گے۔ جو معاملات انسان کے بس کی بات نہیں ہوتے مثلاً" ماں باپ کہتے ہیں کہ تم ہمارے بیٹے ہو اور اگر آپ یہ کہو کہ پہلے ثبوت دو کہ میں تمہارا بیٹا ہوں تو پھر وہ آپ کو ثبوت نہیں دے سکتے۔ اب یہ ماننا ہی پڑے گا کیونکہ یہ جاننا ناممکن ہے کیونکہ آپ اس وقت نہیں تھے۔ اس لیئے یہ بات تحقیق سے باہر ہو جائے گی اور آپ ہر چیز کی تحقیق کرتے رہیں گے۔ اس لیئے تحقیق کی بجائے حکم مان لینا کافی ہے کہ آپ ان کے بیٹے ہیں ورنہ یہ ناممکن ہے کہ دنیا میں کوئی قانون آپ کو یہ بتا سکے کہ آپ کس کے بیٹے ہیں۔ تو یہاں کہیں نہ کہیں بات ماننی پڑتی ہے۔ ماں اس قول میں سند ہے کہ یہ کس کا بیٹا ہے۔ اسی طرح انسان کے والدین ہیں۔ تو یہ دیکھا جائے کہ فرمانے والا کون ہے۔ اعتماد کی بات یہ دیکھو کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ معراج شریف کا واقعہ ہوا ہے تو پھر کافر ماننے والوں کے پاس پہنچے اور انہیں کہا کہ تمہارے نبیؐ یہ فرماتے ہیں اور یہ کیسے ممکن ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ہے، کچھ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اگر آپؐ نے فرمایا ہے تو سچ ہے۔ تو سچ کی تعریف یہ ہے کہ اگر ایک سچے آدمی نے

کوئی ایسی بات فرمادی جس کا ثبوت بھی نہیں ہے تو وہ بھی سچ ہے۔ اس لیئے آپ اپنے علاوہ کسی اور کو سچّا ماننے کی کوشش کریں۔ اور اپنے اندر اتنی ہمت پیدا کریں کہ اطاعت کے ذریعے آپ اللہ کی بات کو سچ مان لیں۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہوگی لیکن ہم نے کسی مرنے والے کو قبر سے اٹھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر تو ثبوت کی بات ہوتی، پھر تو یہ مسئلہ ہی ختم ہو جاتا مگر یہاں وہ صداقت ہے جس کا ثبوت کوئی نہیں ہے۔ عام طور پر صداقت یہ ہے کہ یہ زندگی ہے، آپ مرجائیں گے اور اٹھائے جائیں گے مگر یہ دیکھا کسی نے نہیں ہے، پھر جو حساب کتاب ہوگا وہ کسی نے نہیں دیکھا۔ جنّت دوزخ کو بھی کسی نے نہیں دیکھا۔ اللہ کو بھی دیکھا کسی نے نہیں ہے اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کو اب دیکھا کسی نے نہیں ہے۔ پیغمبر کہاں بنتے ہیں؟ انسانوں کے ساتھ اور انسانوں کے اندر۔ ہیں وہ انسانوں میں سے لیکن انسانوں سے مختلف ہیں۔ اگر آپ کے ماں باپ آپ کو نادان لگیں پھر بھی ان کا ادب کرنا کیونکہ وہ مرتبے میں آپ سے بلند ہیں۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ آپ کا والد آپ سے کم پڑھا لکھا ہے تو آپ کی فوقیت ہے۔ یہ نہ کہنا کہ میں علم والا ہوں، Learned ہوں۔ اگر والد آ جائے تو اپنے مرتبے کو چھوڑ کر ادب کے ساتھ کھڑے ہو جانا کیونکہ ان کا مرتبہ بڑا ہے، اگر آپ کے والد کے پاس ڈگری نہیں ہے پھر بھی وہ آپ کا باپ ہے۔ اگر ماں ان پڑھ ہو اور پنجابی میں بات کرے تو اس کے ساتھ انگریزی نہ بولنا شروع کر دینا۔ اگر وہ انگریزی نہیں بول سکتی تو اسے Out of date، پرانا سمجھ کے چھوڑ نہ دینا۔ اگر آپ کو پتہ چلے کہ اللہ نے یہ بات فرمائی

ہے تو آپ کہیں کہ یہ صحیح ہے کیونکہ یہ میرے مالک کا قول ہے۔ اس نے جو کچھ فرمایا ہے ٹھیک فرمایا ہے۔ آپ کہیں کہ یہ بات سمجھ نہیں آ سکتی کیونکہ میرا افہام اتنا نہیں ہے، تفہیم اتنی نہیں ہے اور ادراک اتنا نہیں ہے مگر یہ میرا فیصلہ ہے کہ میں اللہ کی بات مانتا ہوں، وہ کہے کہ تم دوزخ میں جا رہے ہو یا یہ کہ جنّت میں جا رہے ہو تو آپ کہیں کہ اللہ نے ٹھیک فرمایا ہے۔ اللہ نے اپنے حبیبِ پاکؐ کے بارے میں جو فرمایا ہے وہ ٹھیک ہے، اس لیے آپ خود ہی اندازہ لگا لو کہ وہ انسان ہیں کہ کیا ہیں، حضور پاک ﷺ کا نامِ محمدؐ ہے اور تم لوگوں کا ایمان ہے۔ تو یہ بڑا فرق ہے، زمین آسمان کا فرق ہے کہ انؐ کا نام آپ کا ایمان ہے، آپ وہ نام لو تو آپ کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔ وہ نام ہے کہ صبح سے لے کے شام تک لیا جاتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ورفعنالک ذکرک اور ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کیا ہے۔ جب اذان آتی ہے تو حضور پاک ﷺ کا نامِ مبارک آتا ہے۔ جب اللہ کا نام آتا ہے تو ساتھ ہی حضور پاک ﷺ کا نامِ مبارک آتا ہے اور پھر ہر اُمّتی درود شریف پڑھتا ہے، چاہے وہ مسجد میں پڑھ رہا ہو، چاہے گھر میں پڑھ رہا ہو لیکن وہ پڑھ درود شریف رہا ہوتا ہے۔ جب قرآن شریف پڑھا جائے گا، چاہے اس کی عبارت کی سمجھ نہ آئے لیکن آپ باادب بیٹھے رہتے ہیں کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس لئے جب اللہ کے کلام کا پتہ چل جائے تو پھر تحقیق نہ کرنا بلکہ یہ کہنا کہ یہ صحیح ہے۔ کیا اللہ مردہ سے زندہ پیدا کر سکتا ہے؟ اس نے کہا مردہ میں سے زندہ پیدا کرتا ہوں اور زندگی سے موت پیدا کرتا ہوں، رات سے دن پیدا کرتا ہوں اور دن سے رات پیدا

کرتا ہوں۔ تولج اللیل فی النہار وتولج النہار فی اللیل و تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی و ترزق من تشاء بغیر حساب تو میں وہ ہوں جو رات سے دن اور دن سے رات پیدا کرتا ہے' مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے اور جس کو میں چاہتا ہوں بے حساب رزق دے دیتا ہوں۔ یہ کس نے کہا؟ اللہ نے کہا ہے۔ لیکن ہم نے کبھی دیکھا نہیں کہ کسی مردہ میں سے کوئی زندہ باہر آیا ہو۔ لیکن اب سائنس کے ذریعے دیکھو تو یہ ٹھیک ہی ہے لیکن ثابت نہ ہو تو بھی ہم مانتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ فرشتے ہیں اور فرشتے نازل ہوتے ہیں مگر ہم نے نہیں دیکھے' جن بھی ہم نے دیکھے نہیں ہیں لیکن ہم اس بات کو بھی مانتے ہیں جس کو دیکھا نہیں ہے۔ ایمان کی تعریف یہ ہے کہ کہنے والے کو ہم نے اتنا مانا کہ اس نے جو کچھ فرمایا ہم نے وہ مان لیا جب کہ وہ ہماری تحقیق میں نہیں ہے' وہ جو کہنے والی ذات ہے وہ تحقیق میں نہیں ہے بلکہ تسلیم میں ہے اور ہم اسے مان گئے۔ اس لئے جب کسی کو آپ دوست کہہ لیں تو پھر غلطی کے باوجود بھی اسے دوست سمجھیں Few friends are best چند دوست اچھے ہوتے ہیں۔ آپ چند دوست بنائیں اور بنانے سے پہلے ان کو Try کرلیں' پرکھ لیں' پھر ان کو دل کے ساتھ لگا کے رکھیں' غصہ پی جائیں' دوستی بنائے رکھیں' ان کا ساتھ دیں چاہے وہ دوست احمق ہوں یا برے ہوں' آپ ان کا ساتھ ضرور دیں۔ زندگی میں جب آپ کسی سے رشتہ بنا لیں تو پھر اسے نبھائیں۔ کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جو آپ کے مزاج اور آپ کے اختیار سے پہلے بنے پڑے ہوتے ہیں۔ ماں کا رشتہ آپ نے نہیں بنایا بلکہ

بنا بنایا ملا، باپ کا رشتہ بنا بنایا ملا، بھائی کا ملا، بہن کا ملا اور بزرگوں کا ملا۔ یہ بنے بنائے رشتے ملے ہیں۔ یہ خون کے رشتے ہیں۔ بیوی کا رشتہ آپ نے خود بنایا ہے اور یہ قول کا رشتہ ہے۔ اس لیے خون کے رشتوں کی افادیّت بھی یاد رکھنا اور بولے ہوئے کلمات کی افادیّت کا الگ خیال رکھنا اور ان کا آپس میں Confusion ، الجھاؤ نہ پیدا کرنا۔ یہاں آپ کے قول کی صداقت کی آزمائش ہے۔ یہ قول ہے کہ "اللہ کے نام پر ہم آپ کا ساتھ دیں گے"۔ اور خون کی عظمت کی صداقت بھی یاد رکھیں۔ اس لیے دونوں کو اپنے اپنے طریقے سے چلائیں تاکہ آپ کے لیے زندگی آسان ہو جائے۔ بس یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرما دیا وہ صحیح فرما دیا ہے۔ مثلاً" اس نے کہہ دیا کہ تم سرفراز کر دیے جاؤ گے لیکن ہم نے مسلمان کو سرفراز ہوتے دیکھا نہیں ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ ہم ضرور سرفراز ہوں گے۔ ہم نہیں تو ہماری آنے والی نسلیں ضرور سرفراز ہوں گی۔ سرفراز آپ نے ہونا ضرور ہے کیونکہ اللہ نے یہ فرمایا ہے۔ جو اللہ نے فرما دیا ہے وہ کیسے حق نہ ہو گا۔ وہ ہر صورت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے برحق ہو گا۔ بس اس کو آپ اپنے ایمان کی تقویّت کا باعث بناؤ۔ مگر آج وہی چیزیں آپ کے ایمان کی کمزوری کا باعث بن گئی ہیں۔ آپ اللہ پر ایمان رکھو اور کان کھول کر رکھو تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ اللہ بہت جلد وہ دن دکھائے گا۔ تو آپ کو صداقت کا ثبوت دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ کو صداقت کو تسلیم کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ کو یہ Responsibility، ذمّہ داری ملی ہے کہ You do which God has stated خدا نے کہا ہے کہ یہ کائنات میری

ہے' اب تم ثابت نہ کرتے جانا' ثبوت وہ خود ہی دیتا جائے گا۔ اس کے پاس کافروں کو کلمہ پڑھانے کے بڑے طریقے ہیں۔ اس کے پاس انسان کو سمجھانے کے بڑے طریقے ہیں۔ انسان بیچارے کو تھوڑی سی پن چبھ جائے تو وہ چیخ مارتا ہے۔ جب تک کسی کے سر میں درد نہیں ہوتا تو وہ سرفرازی کی بات کرتا ہے۔ جب پہلا درد ہوتا ہے تو وہ چیخ اٹھتا ہے۔ یہ تو انسان کا کل حوصلہ اور ہمت ہے۔ اگر آپ Scientifically دیکھیں کہ لائٹ کی کتنی سپیڈ ہے تو پتہ چلے گا کہ روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل طے کرتی ہے۔ یعنی لائٹ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک ٹریول کرنے میں ایک سیکنڈ میں اتنی تیزی سے چلتی ہے۔ اور کچھ Planet' سیارے ایسے ہیں کہ جن کا زمین سے کئی ملین لائٹ ایر کا فاصلہ ہے' Distance ہے۔ کتنا فاصلہ ہے؟ اتنا کہ سوچیں تو انسان پاگل ہو جائے۔ نہ سوچیں تو بہتر ہے۔ تو وہ ستارہ اتنا دور ہے کہ اگر وہاں سے روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کے حساب سے چلے تو دس لاکھ سال میں زمین پر آئے گی۔ تو اتنے فاصلے ہیں! انسان سوچ کر حیرت میں گم ہو جائے گا۔ اتنی Immensity of space ہے' اتنی وسعت ہے کائنات کی۔ اس وسیع کائنات کے اندر زمین کا وجود ایک قطرے کے برابر بھی نہیں ہے' ایک ذرے کے برابر بھی نہیں ہے۔ اگر آپ ریت کے ذرّے کو آسمانوں کی وسعت دے دیں' پھر اس کو توڑ کے چھوٹا ذرّہ بنا دیں' اتنی چھوٹی Dimension دے دیں' صورت دے دیں تو پھر شاید زمین کا مقام آتا ہے۔ اور اس زمین میں اتنے ممالک کے اندر پاکستان کتنا ہے' اس پاکستان میں لاہور کتنا ہے اور لاہور کا محلّہ گوجر سنگھ کتنا ہے اور

اس کی رام گلی کتنی ہے' اس گلی کا ایک مقام کتنا ہے' اس گلی میں ایک مکان کے کمرے میں ایک چھوٹا سا آدمی اور اس کا دماغ کتنا ہے اور اس دماغ سے کائنات کے بارے میں سوچے گا تو وہ کیا فیصلہ کرے گا۔ جب تک آپ کے پاس اتنی Immensity نہ ہو' وسعت نہ ہو تو آپ اس کائنات کے بارے میں کیا سوچیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ بات آپ مان لیں کیونکہ یہ مان لینے کا مقام ہے۔ آپ یہ کہیں کہ یا رب العالمین اپنی وسعتوں کو تو خود جان۔ ہم تو تیرے بندے ہیں' ہم پر مہربانی فرما۔ پھر تو تُو نے واپس بلا لینا ہے اور ہم واپس آ جائیں گے۔ ہمیں اذیّت والے علم سے بچا۔ یا رب العالمین! ہمیں آسانی والا علم دے۔ آپ اگر پڑھنے والے طالب علم ہیں تو آپ بہت زیادہ پڑھنے کے بعد نوکر ہو جائیں گے اور کوئی نکما منسٹر آپ پر حکم چلائے گا' وہ ایم پی اے بھی ہو گا یا ایم این اے بھی ہو گا۔ ان پڑھ لوگ آپ جیسے علم والوں کا حشر کر دیں گے۔ تو یہ شب و روز آپ دیکھتے جا رہے ہیں مثلاً" ایک ان پڑھ آدمی گورنر بن گیا اور ایک مرتبہ ایک شخص نے وزیر اعلیٰ ہونے کے بعد میٹرک کا امتحان دیا۔ کوئی پہلے کچھ تھا تو کیا بن گیا اور کوئی کچھ اور تھا تو کچھ اور بن گیا۔ یہ تو اس کے فضل کی کہانی ہے اور عجیب و غریب کہانی ہے' یہ وہ مالک جانے اور اس کا کام جانے۔ ابھی تو آپ کو یہ پتہ نہیں چلا کہ گائے کیسے گھاس کھاتی ہے اور کیسے دودھ دیتی ہے اور یہ گھاس دودھ کب بنا۔ اگر آپ یہ بتا دیں تو پھر آپ کے سوال کا جواب میں دوں گا۔ یا اللہ یہ کیا ہے کہ گائے نے کھایا گھاس اور اس نے دیا دودھ۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ گوبر اور خون کے درمیان سے پاکیزہ دودھ جو آپ پی رہے ہیں' اس کو

آپ لوگ پہچانو کہ یہ کون کر رہا ہے؟ اور درمیان میں لطیف سا ایک پردہ ہے۔ دودھ ایک نور ہے' پاکیزہ اور معطر صورت ہے۔ کیا آپ نے یہ نہیں دیکھا۔ آپ کا ذہن اگر یہ سوچتا ہے اور یہ کرتا ہے تو یہ اچھی بات ہے۔ آپ ادب کے ساتھ اس سفر میں بڑھتے جائیں تو آپ کو بڑا علم ملے گا۔ اس میں بحث بالکل نہ کرنا۔ یہ حکم ہے۔ جب یہ دیکھیں کہ بزرگوں کی محفل ہو رہی ہے تو دعا کرا لیا کرو کہ آپ کو بھی علم ملے۔ علم تو ادب کا نام ہے۔ جب آپ نے ادب کرنا سیکھ لیا تو بہت سارا علم مل جائے گا۔ اگر تم ہمیشہ کے لئے Rude 'گستاخ ہو جاؤ گے تو علم سے محروم ہو جاؤ گے۔ جس منبع' Source سے علم ملا کرتا ہے اسی Source سے علم Withdraw ہو سکتا ہے' واپس ہو سکتا ہے۔ اس لئے ادب سے آپ اپنا علم حاصل کرتے جائیں۔

If you are going on the journey of knowledge 'اگر آپ علم کے سفر پر نکلے ہیں تو پھر ادب سے چلیں' Respectfully چلیں۔ ایسا شخص علم حاصل کر جائے گا۔ اور اگر آپ گستاخ Rude ہوتے جا رہے ہوں تو محرومی ملے گی۔ گستاخ رہ جائے گا اور باادب سرفراز ہو جائے گا۔ اگر آپ میں ادب ہے' احترام ہے تو علم والے سے ہمیشہ کا تعلق رہ جائے گا اور وہ بتانے والا ایسی اچھی بات بتائے گا کہ آپ حیران رہ جاؤ گے اور گستاخی کرو گے تو محروم ہو جاؤ گے۔ کبھی کسی سے یہ نہ کہنا کہ آپ کا علم بہت زیادہ ہے۔ اگر آپ نے علم کے ذریعے کسی شخص کو زیر کر لیا تو بحث میں تو جیت جاؤ گے لیکن بندہ ہار جاؤ گے۔ تو ایسی بحث میں مبتلا نہ ہونا کہ پوائنٹس جیت جاؤ اور بندہ ہار جاؤ۔ تو آپ Points ہار

دو، بحث ہار دو لیکن بندہ جیت لو، اس کا دل جیت لو۔ بس یہ یاد رکھ لینا اور آج کے بعد یہ سبق یاد کر لینا۔ اس لئے آپ انسانوں کو جیتنے کی کوشش کرو۔ زندگی میں تو پوائنٹس چلتے رہیں گے۔ چیزیں بدلتی رہتی ہیں۔ کل تک آپ بچے تھے، روتے تھے اور آپ کے لئے کھلونا سب سے اچھی شے تھا لیکن اب کھلونا کوئی شے نہیں ہے۔ ابھی تک آپ کے بیٹ بال، فٹ بال اور کھلونے گھر میں ادھر ادھر پڑے ہوں گے۔ اب انسان بدل چکا ہے۔ آپ نے کچھ دیکھا اور کسی نے کچھ اور دیکھا۔ تقاضے بدل گئے ہیں۔ اب اور کہانیاں شروع ہو جائیں گی، کچھ عرصہ بعد بندہ رونا شروع ہو جائے گا یا پھر ہنسنا شروع ہو جائے گا، عمر بڑھے گی اور سائے ڈھلیں گے۔ اس لئے آنے والی عمر کے اور سوال ہوں گے، آنے والی عمر آپ کے لئے اور تقاضے لاتی ہے، اور ضرورت لاتی ہے۔ آنے والی عمر کے لئے بھی کچھ سوال رکھو اور جانے والے وقت کے لئے بھی کچھ رکھو۔ آپ ایسا ادب کر جائیں کہ پیچھے مڑ کے دیکھیں تو ادب ہی ادب نظر آئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بات کو ادب سے مانا ہے۔ اللہ کو بات کے ذریعے مانا ہے۔ اللہ نے ہم پر بڑی مہربانی کی ہے۔ سب بڑی ہستیاں آپ سے بہتر جاننے والی ہیں اور ان کو اللہ نظر نہیں آیا مگر سارے اس کو مانتے چلے آ رہے ہیں اور سرفراز ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ کے لئے اتنا سبق کافی ہے۔ تو آپ اللہ کی باتوں کو مانتے جائیں ورنہ اعتراض کرو گے تو محروم ہو جاؤ گے۔ اعتراض شیطان کا مقام ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ اللہ کا مزاج دیکھو، وہ بادشاہی مزاج ہے، بادشاہ پیدا کرنے والا ہے اور سلطان السلاطین ہے۔ اس نے سب فرشتوں

کو کہا کہ میرے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کرنا' پھر سب کو سجدہ کرایا۔ پھر اس کے من میں خیال آگیا تو آدم کو بنایا۔ شیطان کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ شیطان نے کہا کل تو آپ نے کہا تھا کہ میرے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کرنا' یہ تو بڑی مشکل بات ہے۔ محمود نے سب کو کہا کہ ہیرا توڑ دو مگر کسی نے نہیں توڑا۔ جب ایاز کو کہا کہ ہیرا توڑ دو تو اس نے فوراً" توڑ دیا۔ تو اگر ادب ہو' محبت ہو تو حکم ماننا آسان ہو جاتا ہے ورنہ حکم ماننا بہت مشکل ہے' پھر انسان کہتا ہے کہ ہم آپ کی نماز کیوں پڑھیں' اگر آپ سامنے ہوتے تو پڑھ بھی لیتے مگر اب نماز کیسے پڑھیں۔ مدّعا یہ ہے کہ آپ ادب کرتے جائیں اور نماز پڑھتے جائیں۔ پھر جو نتیجہ نکلے گا وہ انسان کی زندگی میں کوئی واقعہ کر دے گا۔ جب بھی قرآن کریم میں سے کوئی بات آ جائے تو اس کا بہت احترام کرو۔ اگر تحقیق کرنی ہے تو تحقیق ضرور کرو لیکن بہت ادب کے ساتھ۔ تو راز یہ ہے کہ جس کے لئے آپ کے دل میں محبّت ہے تو وہ یہ راز آپ کو سمجھا دے گا ورنہ سوال کے طور پر کوئی نہیں سمجھائے گا۔ یہ محبّت کے معاملے ہیں اور ادب کے معاملے ہیں۔ جس میں ادب موجود ہو وہ کہتا ہے کہ یہ سب حق ہے ورنہ اگر ادب نہ ہو تو آپ قرآن پڑھ پڑھ کے گمراہ ہو جاؤ گے۔ اللہ کہتا ہے کہ یہ ہم کرتے ہیں تو ادب والا کہتا ہے یہ حق ہے' آپ جو کرتے ہیں سچ ہے' آپ کا کلام سچ ہے' ہمیں نظر نہیں آتا تو بھی سچ ہے۔ایسا شخص گمراہی سے بچ جاتا ہے بلکہ ہدایت پا جاتا ہے۔ اور جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے چاہے وہ قرآن پاک میں ہو یا چاہے نبی پاکؐ فرمائیں' وہ سچ ہے۔ جیسے اللہ نے کہا ویسے ہو سکتا ہے چاہے آپ نے ہوتا دیکھا نہ ہو۔ قرآن کو

ادب سے پڑھنے والے ادب سے پڑھ گئے' ان کی نمازیں بھی ہو گئیں' تراویح بھی ہو گئی ان کی زندگی میں رونقیں بھی ہو گئیں' جنازے بھی اچھے ہو گئے اور وہ سلامتی سے پار بھی ہو گئے۔ انہوں نے اپنا سوال بھی چھوڑ دیا۔ بس آپ ان کا راستہ پکڑ لو۔ ان میں سے کسی کا بھی راستہ پکڑ لو چاہے وہ دلی کا ہو یا اجمیر شریف کا ہو۔ آپ کبھی تیزی میں اور جلدی میں سوال نہ کرنا۔ کچھ سوال عمر کی Settlement سے' حساب سے سمجھ آتے ہیں۔ اگر بڑھاپے میں سمجھ آنے والا سوال ہے اور جوانی ہے تو پھر آپ انتظار کریں۔ اگر آپ نو عمر ہیں' بچپن ہے تو آپ کے اندر کئی ایسے سوال پیدا ہوتے ہیں کہ خدا نے دنیا بنائی تو خدا کو کس نے بنایا؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جواب کا آپ خاموشی کے ساتھ انتظار کریں' Till such time' اس وقت تک کہ آپ پر خود بخود گرہ کھلنی شروع ہو جائے۔آپ پہلے انسانوں کی قدر کرنا سیکھو۔ انسانوں کی قدر میں آپ کو اپنا احترام سمجھ آئے گا۔ بحث کرنے میں کبھی بے باک نہ ہو جانا' بزرگوں کے ساتھ بحث نہ کرنا۔ اگر بحث کرنی ہے تو اپنے جیسوں کے ساتھ بحث کرنا اور دوسرے کا احترام کرنا۔ ایسے بحث کرنا کہ دوست ضائع نہ ہو۔ اس سے ایسے لہجے میں بات کرنا کہ وہ دوست ہی رہے۔ پھر وقت آنے پر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ورنہ تو ایک کتاب نے ایک مسئلہ لکھا ہے' پھر علم کے جواب میں اور علم لکھا گیا اور اس کا جواب شروع ہو گیا' وحدت الوجود کی بحث شروع ہو گئی' وحدت الشہود شروع ہو گیا۔ ایک دوست اسے کافر کہتا ہے اور دوسرا امام مانتا ہے۔ اس طرح تماشہ بن جاتا ہے۔ لہٰذا آپ بڑی احتیاط کیا کریں۔ قائد اعظم کو کچھ لوگ اپنے زمانے میں

کافرِ اعظم کہتے تھے اور کچھ لوگ قائد اعظم کہتے تھے۔ اس لیئے آپ بڑے آرام سے اور دھیرے دھیرے چلتے جائیں۔ جس اللہ نے سوال دیا ہے وہی اللہ جواب بھی دے دے گا۔ اگر سوال پیدا ہوا ہے اور خود بخود ہی پیدا ہو گیا ہے تو اللہ جواب بھی پیدا کرے گا۔ بس اس سوال کو عمر کے ساتھ Settle ہونے دو' اس کے اوپر Age ' عمر کا غبار چڑھے گا اور پھر ایک وقت آئے گا کہ جواب مل جائے گا۔

سوال :۔

سر! تعلّق باللہ حاصل کرنے کا کوئی فارمولا بتائیں۔

جواب :۔

اس کائنات میں کوئی آدمی ایسا مل جائے گا جس کو آپ اللہ کے قریب سمجھیں۔ اس آدمی کا ادب شروع کر دو' اس سے تعلق بناؤ اور اس کا حکم ماننا شروع کر دو۔ جس آدمی کا حوالہ اللہ ہو' جس کی پہچان اللہ ہو' جس کو اللہ کی وجہ سے آپ نے پہچانا ہو تو اس آدمی کے ساتھ ایسا تعلّق پیدا کریں کہ آپ اس کا حکم ماننا شروع کر دیں۔ یہ تعلّق باللہ کی ایک قسم ہے۔ تعلّق باللہ تعلّق بالانسان سے بنتا ہے اگر پیغمبروں کے زمانے میں ہم ہوتے تو پیغمبر کا تقرّب ہی تعلّق باللہ تھا۔ اب زمانہ اور ہے۔ اس لیئے جس آدمی کو آپ اپنی دانست میں اللہ کے زیادہ قریب پاتے ہیں' آپ اس آدمی کے زیادہ قریب ہو جائیں۔ تعلّق باللہ کا یہ فارمولا ہے۔ تو تعلّق باللہ کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کو آپ اپنے خیال میں اور اپنے اعتبار میں اللہ کے زیادہ قریب پاؤ' اس آدمی کے زیادہ

قریب ہونے کی کوشش کر لو تو پھر آپ کا تعلق باللہ ہو جائے گا۔ یہ آسان فارمولا ہے۔ اس طرح کی ایک ایک بات جو ہے وہ یاد رکھنے والی ہے۔ آپ اپنے دل کو کبھی اتنا بند نہ کر دینا کہ اس پر وہ رموز آشکار نہ ہوں۔ اپنے آپ کو ہمیشہ سکون میں رکھنا اور ادب سے انتظار کرنا۔ پھر خدا کی طرف سے خود بخود واقعات نازل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ آپ صرف انتظار کرنا۔ اگر آپ لکھنے والے ہیں تو رات کو جاگنا، رائٹر بن کے جاگنا، اپنے پاس قلم پنسل، کاغذ رکھ کے بیٹھنا اور انتظار کرنا کہ آپ کو کوئی بات مل جائے۔ عبادت کرو تو خود بخود آپ کو راستہ مل جائے گا۔ آپ نے یہاں سے رخصت ضرور ہونا ہے۔ اور زندگی میں آپ جو کچھ کر رہے ہیں یہی آپ کا علم ہے یہی عمل ہے اور اسی پر آپ نے جنّت میں جانا ہے۔ تو جو آپ سوچ رہے ہیں، جو کر رہے ہیں، جو دیکھ رہے ہیں، جو سمجھ رہے ہیں، جو سن رہے ہیں، اس سے آپ کی زندگی ساتھ ساتھ کٹتی جارہی ہے بلکہ زندگی گزرتی جارہی ہے اور اس کا ریکارڈ محفوظ ہوتا جا رہا ہے۔ اسی ریکارڈ سے رزلٹ نکل آئے گا اور بالکل اس طرح ہی ہو گا۔ آپ بظاہر بڑی مشکل میں ہوتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں پیسہ دے دے۔ پھر پتہ چلتا ہے کہ پیسہ قارون کے پاس بھی تھا، شداد کے پاس بھی تھا۔ پھر آپ دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ آسانی دے دے۔ ایک بات یاد رکھنا کہ زندگی میں کبھی اپنے مقدّر کا مقابلہ کسی سے نہ کرنا۔ یہ نہ سوچنا کہ اس کے پاس کیا ہے اور ہمارے پاس کیا ہے۔ جو آپ کے پاس ہے بس وہی آپ کے پاس ہے۔ آپ نے زندگی میں کیا کرنا ہے؟ اپنے مقدّر کا اور اپنے حالات کا مقابلہ کسی سے نہیں کرنا بلکہ اپنے حالات

پر مطمئن رہنا۔ دوسرا میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کسی انسان کا گلہ نہیں کرنا، زندگی میں تقاضا نہیں کرنا۔ آپ کی بات کو اللہ بہتر جانتا ہے آپ شکر ادا کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ جہاں شبہات پیدا ہو جائیں، وہاں صبر کرو تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ دور ہو جائیں گے۔ آپ کی کل اوقات نیند سے پہلے تک ہے، آپ کا غم نیند سے پہلے تک ہے اور پریشان انسان کو بھی نیند آجاتی ہے۔ نیند آجائے تو غم بھی ختم ہو جاتا ہے اور خوشی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ تعلیم حاصل کرنے والا بھی آخر سو جاتا ہے۔ ایک لڑکا مقابلے کا، Competition کا امتحان دے رہا تھا۔ اس کا باپ بڑا نیک تھا، اللہ اور اس کے رسول پاکؐ سے محبت کرنے والا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کو کہتا تھا کہ جاگ کر پڑھتے رہا کرو۔ ایک رات لڑکے کو بڑی نیند آئی ہوئی تھی۔ اس نے کہا باپ سے کیسے جان چھڑاؤں تو اس نے کہا "میں سو جاؤں یا مصطفیٰؐ کہتے کہتے"۔ اس نے سوچا باپ مجھے کچھ نہیں کہے گا اور سو گیا۔ مگر باپ نے ایک تھپڑ لگایا اور کہا "کھلے آنکھ صلِّ علیٰ کہتے کہتے"۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ آپ جس رفتار سے چلیں گے، اس رفتار سے سفر تو ہوتا رہے گا۔ تو آپ اپنے آپ کو بہت احتیاط میں رکھیں، گلہ نہ کریں اور شکوہ نہ کریں۔ محنت ہو یا کوئی اور چیز ہو، سب کچھ شام تک ہے۔ ساری زندگی موت کی شام تک ہے۔ اس کے بعد جو سفر ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔ ایک آدمی مکان بنانے لگا تو اس نے اپنے پیر صاحب سے پوچھا کہ یا شیخ مکان بنانے لگا ہوں۔ شیخ نے کہا کہ مبارک ہو، اچھا مکان بنانا، اتنا اچھا بنانا کہ اسے چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو۔ آپ بس ایسی زندگی بناؤ کہ اسے چھوڑتے ہوئے کبھی

تکلیف نہ ہو۔ سب کچھ بنالو لیکن چھوڑنا ضرور ہے۔ کل کو یہ نہ کہنا کہ یہ اچانک بات ہو گئی ہے۔ سانس نے آخر کہنا ہے کہ مجھے چھوڑ دو' اس نے اچانک کسی وقت ہاتھ سے نکل جانا ہے۔ جس طرح آپ چلو میں پانی لے آئیں تو وہ آخر بہہ جائے گا اور ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح آپ کے ہاتھ میں جو برف ہے اس نے پگھل جانا ہے۔ یہ سب رہتا نہیں ہے مرضی آپ اسے چھپا کے رکھیں۔ یہ زندگی ایک آری ہے۔ اسے آپ سانس کی آری سمجھیں اور یہ اندر سے کاٹتی جارہی ہے۔ سانس کی آری چلتی جارہی ہے اور زندگی کا درخت کٹتا جارہا ہے اور آخر یہ کٹ کے ختم ہو جائے گا۔ تو یہ چار دن کا میلہ ہے' اس لیے کسی کے ساتھ نیکی کر جاؤ' اگر کسی نے آپ کے ساتھ برائی کی ہے تو اسے معاف کر جاؤ اور شکر کرو کہ آپ کو معافی کا موقعہ ملا ہے اور اس نے آپ کو مہربان بنا دیا ہے اور مہربانی کرنے والا بنا دیا ہے۔ اگر ایک آدمی نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے تو اب آپ کو موقعہ ہے اس کے ساتھ مہربانی کرنے کا' اور اس پر رحم کرنے کا۔ ورنہ آپ کو سزا دینے کا حق ہے لیکن آپ اسے معاف کر دیں' پھر جب آپ کو سزا ملنے والی ہو گی تو وہ بھی حق ہو گا لیکن اللہ آپ کو معاف کر دے گا۔ اور اگر سزا دینا ہی آپ کا فیصلہ ہے تو سزا لینے کا بھی آپ فیصلہ کر لو۔ کیا آپ کو یہ بات منظور ہے؟ جس نے کہا کہ ہم سزا دیں گے تو پھر وہ سزا کے لیے تیار ہو جائے۔ پیر مہر علی شاہؒ کا واقعہ ہے کہ کہیں آپ کو ایک مرید ملا۔ اس نے کہا کہ میرے ہاں کھانا کھائیں۔ وہ آپ کی محفلوں میں بھی آتا تھا۔ آپ نے اس کا کھانا قبول کر لیا۔ اس شخص کے حالات زیادہ اچھے نہیں تھے پھر بھی اس نے کھانا

تیار کرایا۔ پیر صاحب کو کہیں جنازے پہ جانا پڑ گیا اس لیۓ وہ اس مرید کے گھر نہیں جاسکے۔ دوسرے دن انہوں نے مرید سے کہا کہ ہم کھانا تو نہیں کھا سکے، پھر کسی دن آئیں گے۔ In the meantime، اسی دوران آپ حج پر چلے گئے۔ اس غریب کے دل کو بڑا صدمہ ہوا۔ جب آپ حج پر گئے تو آواز آئی کہ آپ کا حج قبول نہیں ہے، پہلے آپ اس غریب کے ساتھ معاملہ طے کر کے آؤ۔ تو جس کو آپ نے Offend کیا ہے، ناراض کیا ہے پہلے اسے راضی کرو۔ اگر دل توڑ کے جاؤ گے تو حج قبول نہیں ہوگا۔ تو سارا حج ہی اتنا ہے کہ انسان کو راضی رکھنا۔ اس کو راضی رکھو جس کو راضی کرنے کو آپ کا دل نہیں چاہتا کیونکہ جس کو دل چاہتا ہے اسے تو آپ راضی کرتے رہتے ہیں۔ اگر آپ کی طبیعت چاہے اور راضی رکھو تو یہ تو آپ کی انا ہے اور آپ کا نفس ہے۔ اور اگر طبیعت نہ چاہے اور اس کے برعکس راضی رکھنے کی کوشش کرو تو پھر یہ نیکی ہے۔ جو آدمی آپ کو اچھا لگتا ہے اسے تو آپ پیار کرتے ہیں، سلام کرتے ہیں کیونکہ وہ آپ کی چاہت کی بات ہے اور جب چاہت نہ ہو، نفرت کا مقام ہو، غصے کا مقام ہو تو راضی تو اس وقت رکھنا ہے۔ کسی پر مہربانی کب ہوتی ہے؟ جب اس کا حق نہ ہو۔ وہ وقت ہے نیکی بڑھانے کا۔ ایک دفعہ ایک سائل کسی کے پاس آیا۔ وہ آدمی لیت ولعل کرنے لگا تو فقیر نے کہا کہ بات سن، کچھ اللہ کے نام پہ دے اور ہمارا شکریہ ادا کر کہ تم جیسے تنگ دلوں کو ہم سخی بنانے کے لیۓ آئے ہیں۔ تو اس لیۓ اپنی سنگ دلی کو چھوڑو اور زندگی میں سخی بننے کا موقعہ تلاش کر لو۔ سنگ دلی کے اندر سخی بننے کا مطلب کیا ہے؟ جس آدمی کا حق نہیں ہے اس کو

معاف کرنا سیکھو۔ تو اپنے سنگ دل، اپنے پتھر دل کے اندر نرمی کا لہجہ اختیار کرنا آپ کے اپنے حق میں بہتر ہے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے آپ کی سنگ دل زندگی کو نرم دلی میں بدل دیا۔ اور یہ حکم اس لئے ہوتا ہے کہ آپ رحم کرو۔ اس لئے انصاف کی بجائے رحم مانگو۔ ورنہ انصاف کرو گے تو پھر آپ کے ساتھ بھی انصاف ہو گا۔ اگر آپ کا فیصلہ یہ ہے کہ غلطی کی Punishment، سزا ہونی چاہیئے تو آپ لوگ غلطی نہ کرنا۔ اس طرح آپ کو Punishment ہو جائے گی، سزا ہو جائے گی۔ آپ اسے معاف کر دیں اور کہیں کہ خدا کے لئے تجھے معاف کیا کیونکہ میں غلطی کروں گا تو میری Punishment ہوجائے گی۔ اس لئے آپ ان باتوں کو چھوٹی باتیں نہ سمجھیں بلکہ ان کو بڑی باتیں سمجھا کرو۔ تو آپ کا باطن جو ہے وہ آپ کے چہرے سے نمایاں ہو جاتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اور مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے"۔

اسی لئے جن کا دل نیک ہوتا ہے ان کے چہرے کی پیشانیاں روشن ہو جاتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے انتظامات ہیں۔ اس لئے جب کسی انسان کے خلاف آپ کے دل میں کرودھ ہو تو آپ اس کے خلاف اس کرودھ کو نکالو، لوبھ کو نکالو، لالچ کو نکالو، نفرت کو نکالو، حسرت کو نکالو اور اپنے چور کو خود نکالو۔ چور نکل جائیں گے تو صحیح شے آجائے گی۔ لالچ کا معنی ہے اپنی موجودہ حالت سے زیادہ امیر ہونے کی خواہش۔ غریب ہونے کا ڈر بھی لالچ ہے۔ غریب ہونے کے ڈر کی بجائے آپ اللہ تعالیٰ سے فضل مانگو۔ اللہ تعالیٰ کو گنتی کا اکاؤنٹ پیش نہیں کرتے یعنی کہ یا اللہ

یہ میری تنخواہ ہے اور یہ میرا خرچہ ہے بلکہ اس سے کہو کہ بس تو آپ ہی مہربانی فرما۔ اللہ تعالیٰ جب مہربانی فرماتا ہے تو یہ حساب کتاب بھول جاتے ہیں۔ اور اگر آپ گنتی میں رہنا شروع کریں گے تو پھر بڑے Unfair ہو جائیں گے، گنتی کبھی خوشگوار سرفرازی حاصل نہیں کر سکتی۔ آپ میری یہ بات یاد رکھیں۔ دعا یہ کریں کہ یا اللہ ہمیں گنتی سے بچا، زندگی چار دن کا میلہ ہے، جو تو نے دینا ہے آسانی سے دے، ہم کب تک گنتے چلے جائیں گے، ہم پرایا مال گنتے جا رہے ہیں۔ کوئی بندہ پیسے ساتھ نہیں لے جاسکتا۔ لے جائے گا تو قبرستان میں چیخیں ہوں گی۔ اگر وہاں لے بھی جائے گا تو کیا کرے گا۔ وہاں کھانے کا شوق بھی نہیں رہ جاتا۔ تو دوسروں سے تعلّقات کا نام کردار ہے۔ کردار کیا ہے؟ Human Relation یعنی انسانوں سے تعلّقات۔ آپ یہ غور کیا کریں کہ:

Are you going to punish people ,

Are you going to reprimand people ,

Are you doing justice to the people ,

And as you do, so will be done to you!

یعنی کیا آپ لوگوں کو سزا دیتے ہیں، کیا آپ لوگوں کو تنگ کرتے ہیں، کیا آپ لوگوں سے انصاف کرتے ہیں، اور جیسے کرو گے ویسے آپ کے ساتھ ہو جائے گا۔ اس لیئے اگر آپ رحم مانگ رہے ہیں تو رحم کرو۔ جس سائل نے آپ کو سخی بنایا اس سائل کا شکریہ ادا کرو کہ تیری مہربانی ہے، تو ہمیں اچھا انسان بنا گیا۔ اس لیئے ان بندوں سے بڑے دھیان سے

بات کیا کرو۔ آپ ان باتوں کو سمجھا کرو۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ بچوں کو ماں باپ کا ادب سکھائے اور ماں باپ کو بچوں کے ساتھ محبت سکھائے' اللہ تعالیٰ آپ کے کردار کو آسان فرمائے اور کردار بہتر بنائے' آپ انسانوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کے عادی بھی ہو جائیں اور اس قابل بھی ہو جائیں۔ یا اللہ ہمارے ہاتھ سے کسی کے لئے نیکی ہو جائے۔ یہ یاد رکھنا کہ جتنے بھی لوگ ہمارے گردو پیش ہیں یہ سارے ہماری آزمائش ہیں اور سارے ہمارا انعام بھی ہیں۔ آپ اگر عمل کی بجائے صرف سوچنے لگ جائیں گے تو بڑی مشکل میں پڑ جائیں گے اور بات بہت مشکل ہو جائے گی۔ بات ماننے کا مطلب یہ ہے کہ مزاج کو مانو۔ میرا مزاج یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو ہر جھگڑے' ہر Involvement سے دور کرو اور اپنا کام کرو' آزاد ہو جاؤ تاکہ آپ کا من شانتی میں آجائے' من شانت ہو جائے' آپ سب کو معاف کردیں' محبت پیدا کریں اور راضی رہیں' کم سٹینڈرڈ والے سے بھی راضی رہیں' چھوٹے آدمی کو بھی راضی رکھیں۔ چھوٹے آدمی کو راضی رکھنے والا بڑا آدمی ہوتا ہے بلکہ بہت بڑا آدمی ہوتا ہے۔ بڑے لوگوں کی آپ بے شک پرواہ نہ کرنا لیکن جتنا چھوٹا آدمی ہو اس کے ساتھ غور اور توجہ سے Deal کرنا۔ یہ بڑی خوبی ہے۔ ورنہ پتہ نہیں چلتا کہ کیا کرنا ہے اور کیا ہونا ہے۔ ایک آدمی بڑا اداس تھا وہ دفتر کے کیشیئر کے پاس پیسے مانگنے گیا۔ کیشیئر نے کہا ابھی تو پچھلا ایڈوانس بھی رہتا ہے۔ اس کو یہ بات بری لگی۔ اس کے پاس ایک گھڑی تھی' وہ اس نے بیچ دی۔ پھر وہ ایک شراب خانے میں پہنچا۔ وہ لہر میں آیا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ دو آدمی زور آزمائی کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ

تم بھی زور آزمائی کرو۔ اس نے زور آزمائی کی اور شکست کھا گیا۔ اس کی پیاس اور بڑھ گئی۔ جب اس نے شراب کا پیالہ منگایا تو اس کا ایک مہمان وہاں آگیا اور شراب پی گیا اور وہ بے چارہ اسی طرح پریشان کا پریشان رہا۔ یہ اس لیئے ہوا کہ وہ کسی کا کہا نہیں مانتا تھا۔ جب کوئی بزرگ آپ کو کوئی کام کہہ دے اور آپ نے نہ کیا تو وہ ناراض ہو سکتا ہے کیونکہ اس بزرگ کی حساس طبیعت ہوتی ہے' حساس ہی تو بزرگ ہوتا ہے۔ بزرگوں کے ساتھ ایک مقام پر لاڈ پیار کی بات ہوتی ہے لیکن جب آرڈر کا مقام آجائے تو آرڈر کو Obey کرتے ہیں' تعمیل کرتے ہیں۔ ہم محفل اس لیئے کرتے ہیں کہ ناممکن کو ممکن ہی تو بنانا ہے۔ باقی تو علم سارا ہی آپ کے پاس موجود ہے' نماز بھی پوری موجود ہے۔ بلکہ ہر چیز موجود ہے۔ کوئی چیز تو ہو جسے کرکے انسان کے اندر تبدیلی آجائے۔ وہی تو ہم کرنے لگے ہیں۔ اس لیئے میرے ساتھ آپ لوگ کبھی Careless نہ چلنا' بے دھیان نہیں چلنا۔ یہ ہو کہ آپ نے اشارہ پایا اور ہاتھ اوپر کر دیے۔ اپنے آپ کو Neat and clean' پاک صاف کرکے دکھاؤ۔ اس لیئے آج دعا کرو اللہ تعالیٰ پچھلی کوتاہیاں معاف فرمائے' آئندہ ایسا موقعہ نہ ہو کہ میں آپ کو اس طرح کی بات پھر کہوں۔ آپ اپنے گھروں کے اندر جتنی خوشگوار زندگی بناؤ گے اتنا ہی آپ کے لیئے آسانی ہے۔ آپ زندگی سے گلہ ضرور نکال دینا۔ اگر آپ کہیں گے کہ مجھے اس شخص نے خود بخود ہی ناراض کیا ہے تو گِلہ پیدا ہو جاتا ہے مگر یہ تو ہمارے سبق کا ابتدائی حِصّہ ہے کہ گلہ اور شکوہ نکال کر یہاں آؤ۔ اپنے پروگرام بند کرکے آؤ' پھر ایک مرتبہ آپ کو بتایا تھا کہ دعا کی ضرورت کوئی نہیں ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ہی مہربانی کر رہا ہے۔ لہٰذا آپ کسی انسان کے ساتھ جائز گلہ بھی نہیں کرنا اور جہاں گلہ پیدا ہوتا ہے وہاں آپ احسان کرو۔ تو آپ اس کا گلہ نکالو اور اس کے اوپر مہربانی بھی کرو۔ یہ آپ کو میں نے احسان کا طریقہ بتایا تھا۔ اس لیئے جس نے گِلہ آپ کے اندر پیدا کیا آپ اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے آپ کو محسن بنا دیا۔ آپ کا حق تو نہیں ہے لیکن احسان کا موقع مل گیا۔ اس طرح وہ آدمی بدل جائے گا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے کتاب چوری کی اور اس سے کتاب گر پڑی۔ وہ پکڑا گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کا رنگ زرد اور بُرا حال ہو گیا ہے۔ پتہ چلا کہ اس کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ وہ کتابیں بیچتا ہے۔ میں نے کہا یہ کتاب اگر تمہیں چاہیئے تو لے لو اور اگر پیسے چاہیئں تو پیسے لے لو۔ پھر اس کو پیسے بھی دیے۔ تب وہ رونے لگا اور روتے روتے اپنی زندگی کی حالت بتائی۔ اس معمولی واقعے سے اسے بُری عادت سے چھٹکارا مل گیا وگرنہ میں اسے کسی کے حوالے کرتا تو پتہ نہیں اس کے ساتھ کیا ہوتا۔ وہ کھاتا پیتا تھا مگر مجبوری کی وجہ سے چوری تک آ گیا۔ اس لیئے آپ اللہ تعالیٰ سے رحم مانگو کیونکہ انسان غلطی سے بڑی دور تک جا سکتا ہے۔ جذبات پر قابو پاؤ' گِلہ کسی صورت بھی دل میں نہ رہے' نفرت کسی صورت بھی دل میں نہ رہے کیونکہ نفرت معرفت کو گندہ کر دیتی ہے۔ جس دل میں بغض آ گیا اس دل میں عرفان نازل نہیں ہو گا۔ آپ معاف کر دیا کرو۔ جس نے آپ کو جیل میں ناجائز طور پر ڈال دیا۔ جیل میں جا کے اسی آدمی کے حق میں سجدہ کر کے دعا کرنے کا نام عرفان ہے۔ بس اتنی سی بات اگر آپ کو سمجھ آ گئی تو پھر سارا سفر آسان ہو جائے گا۔ تو جس نے ناجائز طور پر ظلم

کے ساتھ آپ کو جیل میں ڈالا' جیل میں پہنچ کر سجدے میں اللہ کے حضور' اللہ کے رُوبرُو' اس آدمی کے حق میں دعا کر دینا عرفان کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی ہے۔ آپ اتنی ہمّت ضرور پیدا کریں۔ آج اتنی بات آپ کے لیئے کافی ہے آپ اس پر غور کریں اور نئی ابتداء کریں۔

اچھا السلام علیکم ------

☆ ..... ☆ .....

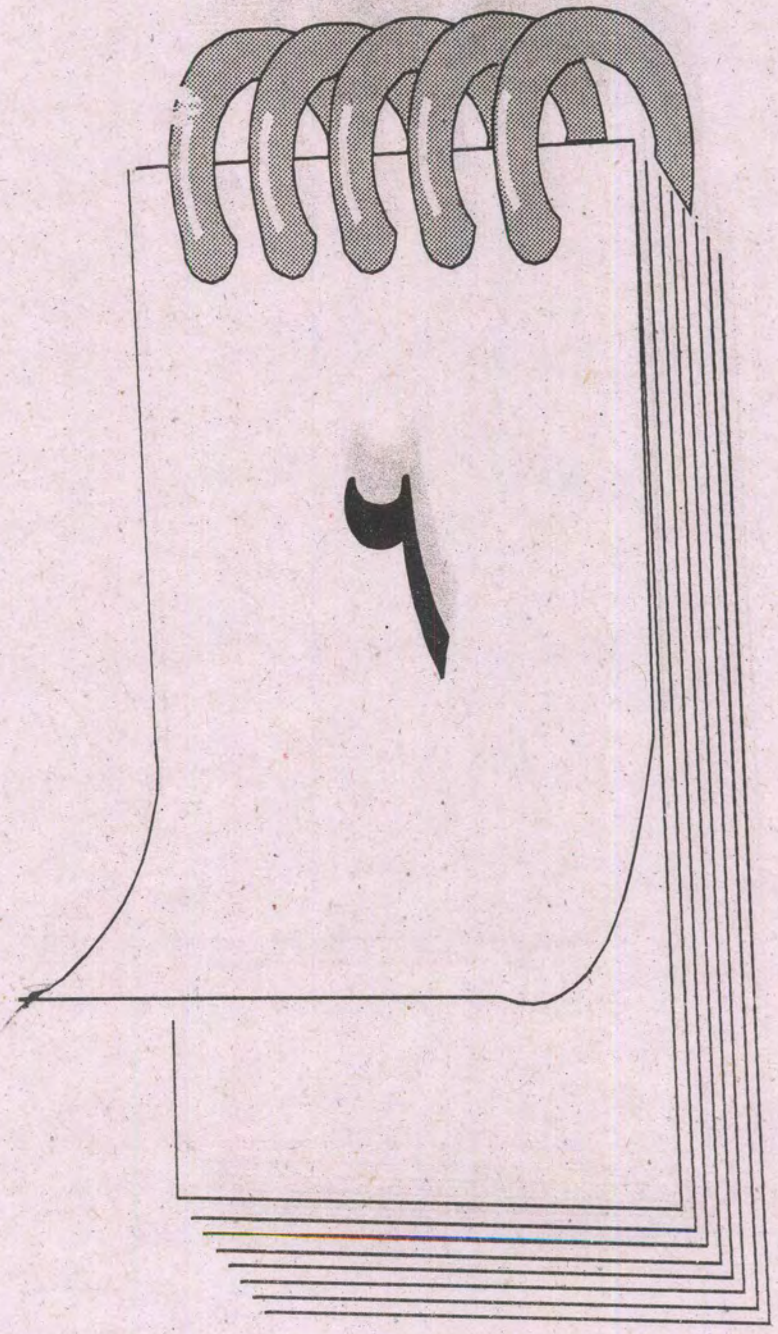
٦

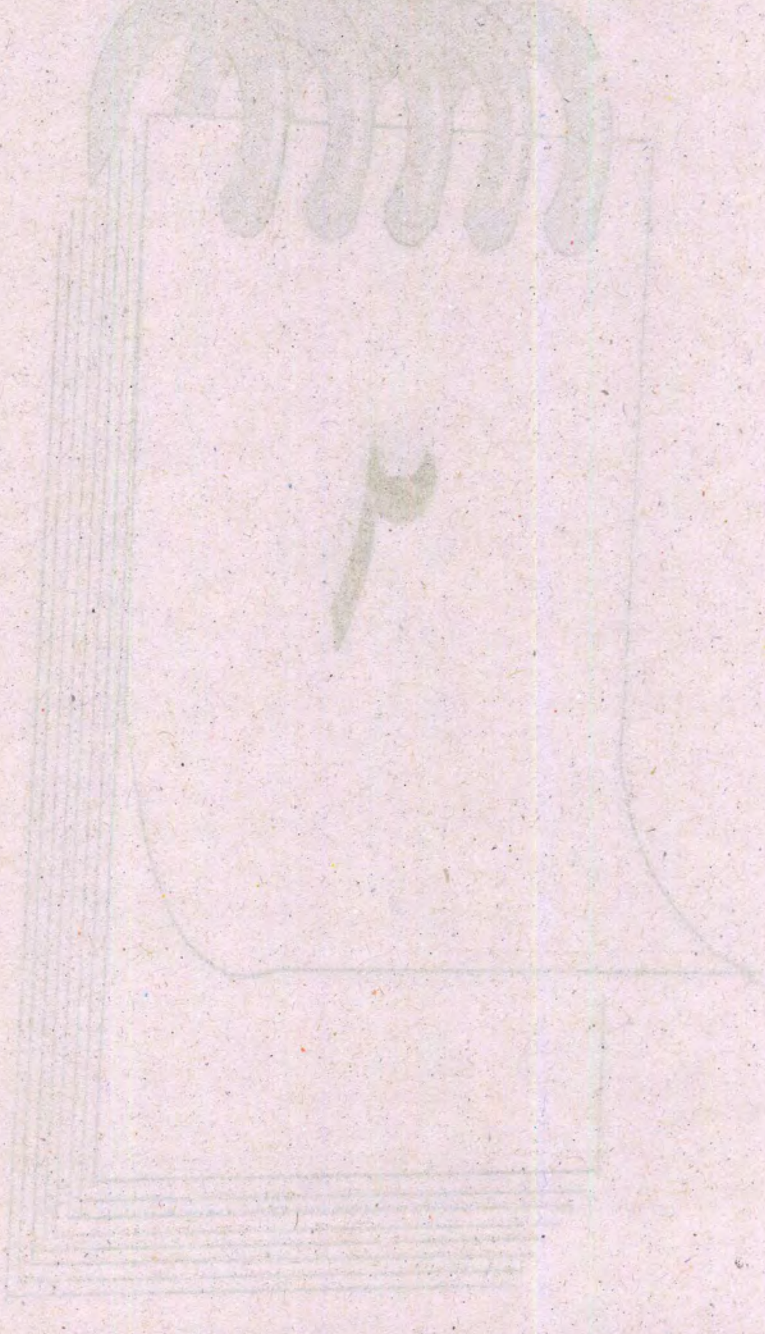
٢

۱ بعض اوقات قرآن شریف پڑھنے میں غلطی ہو جاتی ہے تو کیا
کریں۔ " ہر چیز فانی ہے اور تیرے رب کا چہرہ باقی ہے" کا کیا
مطلب ہے؟

۲ آپ جو کہتے ہیں یا جو قرآن میں ہے اس کا اثر اور ہوتا ہے
اور پھر ہمارے اندر کچھ اور رہ جاتا ہے۔

۳ یہ جو ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں اس طرح کے بزرگ آج
کل نظر کیوں نہیں آتے؟

سوال :۔

بعض اوقات قرآن شریف پڑھنے میں غلطی ہو جاتی ہے تو کیا کریں۔ "ہر چیز فانی ہے اور صرف تیرے رب کا چہرہ باقی ہے" کا کیا مطلب ہے؟

جواب :۔

بعض اوقات قرآن مجید پڑھنے میں بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں کیونکہ انسانی یادداشت میں' ذرا خیال دوسری طرف ہو جائے تو لفظ غلط نکل جاتا ہے۔ لیکن اکثر پڑھی جانے والی سورتوں میں' مثلاً سورہ رحمٰن میں تو غلطی نہیں ہونی چاہیے۔ اگر غلطی ہو جائے تو ٹھیک کر لو اور مان بھی لو کہ غلطی ہو گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ہوا کیوں؟ یہ الگ کہانی ہے' یہ الگ سوال ہے۔ آپ کبھی یہ دعویٰ نہ رکھنا کہ آپ قرآن کے حافظ ہو گئے ہیں۔ اگر اللہ کا فضل ہو تو انسان حافظ ہوتا ہے وگرنہ ہم نے ایسی بات بھی دیکھی ہے کہ انسان کا خیال بدل جائے تو سینے سے قرآن نکل جاتا ہے' آپ اپنے کسی بزرگ کی شان کے خلاف بول جائیں تو سب سے پہلے یہ ہو گا کہ سینہ قرآن سے صاف ہو جائے گا۔ اسی طرح

غلط مال اندر جائے تو قرآن بدل جاتا ہے۔ یہ سب بتانے کا مدعا یہ ہے کہ So that you may be known تاکہ آپ جان لیں اور اپنی نگاہ میں جانے جائیں۔ اللہ تو سب جانتا ہی ہے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کیا اہمیت رکھتے ہیں اور آپ کو اپنے بارے میں علم ہو جائے۔ تو عرفان اتنی سی چیز ہے کہ آپ کو آپ کے بارے میں علم ہو جائے' آپ کو اپنی Position کے بارے میں علم ہو جائے' Status کے بارے میں علم ہو جائے' مقام کے بارے میں علم ہو جائے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فانی ہونے کے بارے میں علم ہو جائے۔ آپ کو تو پتہ ہے ہی کہ آپ فانی ہیں۔ کل من علیھا فان ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کہ ہر چیز جو یہاں ہے فنا ہو جائے گی لیکن تیرے رب کی ذات ہمیشہ باقی رہے گی۔' تو ؂

لکھنے والے نے لکھا ہستی کی قسمت میں زوال
ہاں مگر باقی رہے گی ذات رب ذوالجلال

یہ کیسے معلوم ہو گا کہ ہر چیز فانی ہے اور اس کی ذات ہمیشہ باقی کیسے ہے؟ یہ ان لوگوں کی بات ہے جو امید زیادہ رکھتے ہیں' یقین زیادہ رکھتے ہیں' اللہ پر بھروسہ زیادہ رکھتے ہیں' اور دنیاوی علم نہیں رکھتے۔ تو ایسے ہوتے ہیں' مجذوب قسم کے لوگ۔ میں آپ کو ان کی بات بتا رہا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر شے فانی ہے مگر اللہ تو سب سے الگ ہے۔ تو اللہ فانی کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ دیکھو کہ آپ کے دنیا میں آنے' آنکھیں کھولنے' ہوش میں آنے کی بات ہے ----- جب آپ دنیا میں آئے' جب آپ ہوش میں آئے ہو تو آپ کو وہ چیزیں نظر آئیں جو فنا ہوتی جا رہی

ہیں حتیٰ کہ آخر میں آپ خود بھی چلے جائیں گے لیکن کچھ چیزیں ایسی ہوں گی جو آپ کے پیدا ہوتے وقت جیسی تھیں وہ آج بھی ویسی ہی ہیں۔ چاند، ستارے، پہاڑ اور بادل وغیرہ تو غیر انسانی چیزیں ہیں مگر آپ کی نسبت فانی نہیں۔ جس کو اللہ کا تقرّب حاصل ہو جائے تو اللہ اس فنا کو بقا میں داخل کرتا ہے، جیسے پوری بستی مرجائے اور قبرستان بن جائے مگر ایک بزرگ کا آستانہ ایسا ہوتا ہے جو کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ اسی طرح مسجد کل بھی تھی اور آج بھی ہے۔ تو یہ جو مقامات ہیں، یہاں پر خدا کا آنا جانا ہوتا ہے۔ پیدائش کے وقت بھی دیکھا تو قبرستان وہی تھا، آج بھی ویسی ہی رونق ہے مگر آپ کے محلّے اور گلیوں کی رونقیں ختم ہو گئیں، شہروں کے بازار ویران ہو گئے مگر قبرستان کی رونقیں قائم ہیں۔ آپ داتا صاحبؒ کی بات دیکھیں، یہ خانقاہ ہر سال جوان ہی ہوتی جا رہی ہے، ہے تو خانقاہ مگر کمال کی بات ہے کہ یہ آباد ہوتی جا رہی ہے، بلند ہوتی جا رہی ہے، پھیلتی جا رہی ہے اور آستانہ فروغ پا رہا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کی زندگی کا کاروبار ختم ہوتا جا رہا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے کہ کل من علیھا فان ہر چیز زوال پذیر ہے اور فانی ہے۔ جو چیز زوال پذیر نہیں ہے وہ تقربِ الٰہی ہے۔ جو چیز بقا میں ہے اور جس چیز میں عروج ہے تو آپ سمجھنا کہ وہ تقرّبِ الٰہی میں ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ کون کون سی چیزیں ہیں جو زوال میں نہیں آتی ہیں، مثلاً" یہ کہ ایک بزرگ پیغمبر تھے، ان کا نام لوگ بھول گئے۔ اسی طرح ایک اور پیغمبر تھے ان کا نام بھی یاد نہیں رہا مگر حضور اکرم ﷺ سب کو یاد ہیں۔ آج بھی ان کی یاد ہے بلکہ ہر آنے والا دور جو ہے اس

یاد کو عروج میں دیکھتا جائے گا۔ ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اور تیرے رب کا چہرہ باقی ہے۔ تو یہ "وجہ ربک" کی بات ہے۔ تو یہ ساری باتیں "وجہ ربک" میں شامل ہیں۔ آپ میں سے کتنے لوگوں نے حضرت علیؓ کو دیکھا ہے۔ ایسے لوگ بہت تھوڑے ہوں گے۔ مگر نعرۂ حیدری کا سب کو پتہ ہے کہ "یا علیؓ"۔ بعض اوقات مفہوم کا پتہ نہیں ہوتا اور مدعا کا پتہ نہیں ہوتا مگر محبت فروغ پاتی جا رہی ہے۔ کربلا جو ہے اس کے اندر ایک واقعہ ہے جو اب تک بھول جانا چاہیئے تھا مگر ہر سال یہ عروج بڑھتا جا رہا ہے اور کتنے ہی نام نہاد اہلِ عقیدت اس کی نذر ہوتے جا رہے ہیں۔ تو وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو اللہ کے حوالے سے ہو اور فنا نہ ہو اس کے اندر آپ کو راز کی بات ملے گی۔

یہی چہرہ نشانِ وجہ اللہ
ورنہ رکھتا ہے کیا خدا چہرہ

خدا کا تو چہرہ نہیں ہے۔ جو چیز فراموش ہو جائے' بھول جائے' اس میں فنا ہوتی ہے مثلاً" کئی لوگوں کا نام بھول جاتا ہے لیکن جو چیز دین کے حوالے سے ہو اور بھولی نہ جا سکے اس کو وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کی نسبت ضرور ہوتی ہے۔ ایسی چیز اللہ کے چہرے کے قرب و جوار میں رہنے والی شے ہوتی ہے اور وہ دین کے حوالے سے ہوتی ہے۔ تو جو چیز آپ نے بچپن میں دیکھی اور آپ نے اس کو ایسے پایا اور جاتے ہوئے ویسے ہی پایا تو وہ چیز قرب والی ہو گی۔ مثلاً" آپ بچپن میں کسی مزار پر جاتے تھے' مزار اس وقت اتنا ہی رونق والا تھا' پھر آپ بڑے ہو

گئے تو مزار ویسے کا ویسا ہی ہے۔ تو آپ تو فنا ہو گئے مگر مزار پھر بھی قائم ہے۔ تو اس مزار کے اندر کوئی نہ کوئی اللہ کا پرتو ہے۔ تو جس کے اندر وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کا پرتو آ جائے تو اس کے اندر سے فنا نکل جاتی ہے اور اس کی یاد کسی نہ کسی طور پر زندہ رکھی جاتی ہے۔ تو ہر وہ چیز جو دینی حوالے سے ہمیشہ کے لیے یاد رہ گئی ہو' آپ اس کا اس لیے ادب کریں کہ اس میں پرتوِ جمالِ کبریا ہے۔ یہ بتانے والی بات نہیں بلکہ خود سمجھنے والی بات ہے کہ اللہ کا نور ان اشیاء میں ضرور ہو گا' ان افراد میں ضرور ہو گا' جن کی یاد ہمیشہ ہے یا جن کی Appraisal 'تعریف ہمیشہ ہے۔ پہاڑوں میں بھی اللہ کا جلوہ ہو گا' دریا میں جلوہ ہو گا اور آسمان میں جلوہ ہو گا کیونکہ یہ آپ کی نسبت ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اگرچہ یہ سب فنا ہو جائیں گے مگر آپ کی زندگی کی نسبت کے حوالے سے یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں کیونکہ آپ کی زندگی جو ہے ساٹھ سال' ستر سال ہو گی اور پہاڑ کی عمر' آسمان کی عمر اور دریاؤں کی عمر آپ سے زیادہ ہے' ستاروں کی عمر بھی آپ سے زیادہ ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ مر جائیں کیونکہ کروڑہا سال کے بعد ان کی روشنی زمین تک آتی ہے۔ تو ایک ستارے کی عمر کتنی ہو گی؟ لا محدود۔ تو وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے لامحدود عمر عطا کی ہے وہ صرف اپنے "وجہ" کی نسبت سے عطا کی ہے۔ وہ عشق جو ہمیشہ رہتا ہے وہ بھی اس کے پاس درج ہے حتیٰ کہ دنیا داروں کا بھی عشق جو ہے وہ مستقل کر دیا گیا مثلاً" ہیر رانجھا کا عشق مستقل کر دیا گیا ہے۔ تو آپ یہ سمجھیں کہ ان پر اللہ کی عنایت ہے اور قبولیت ہے۔ وارث شاہؒ نے یہ بات بتائی ہے کہ ہر وہ چیز جو نسبت سے قبول ہو اور احترام

کے ساتھ قبول ہو وہ باقی ہو جاتی ہے۔ اگر دین کا حوالہ ہو' احترام ہو اور وہ چیز رہنے والی ہو تو اس چیز کے اندر پرتوِ جمالِ کبریا ہوتا ہے۔ شیطان کی بات اور ہے کیونکہ یہ احترام کی بات نہیں ہے بلکہ یہ ضد کی بات ہے۔ شیطان کا نام دین کے حوالے سے نہیں ہے بلکہ اعوذ باللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے۔ فرعون بھی دین کے حوالے سے ہے لیکن وہ باغی طاقت ہے۔ تو اللہ کا فرمان ہے کہ کل من علیہا فان یعنی ہر چیز فنا ہو جائے گی سوائے وہ چیز جو اللہ کا چہرہ ہے۔ چونکہ اللہ کا چہرہ نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ کا چہرہ ہم اس کو کہیں گے جس کو دینی حوالے سے ہمیشگی عطا ہو اور آنے والے زمانوں میں اس کے لیے احترام پیدا ہو جائے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے والی ہے۔ اب آپ اور سوال کریں۔

سوال :۔

آپ جو کہتے ہیں یا قرآن میں جو ہم پڑھتے ہیں اس کا اور اثر ہوتا ہے اور پھر ہمارے اندر کچھ اور رہ جاتا ہے۔ آپ فرمائیں ہم کیا کریں؟

جواب :۔

علم جاننے کا نام نہیں ہے کہ آپ نے کچھ جان لیا۔ بلکہ جو چیز آپ کے عمل میں داخل ہو گئی' وہ علم ہے۔ مثلاً" آپ یہ کہتے ہیں کہ صبح کی سیر علم ہے اور سیر پر مضمون لکھو تو یہ پورا مضمون لکھنا ایک علم ہے۔ تو اس علم کا عمل کیا ہے؟ صبح اٹھ کے سیر کرو۔ تو آپ جتنی سیر کرتے ہیں یہ آپ کا اصل علم ہوتا ہے۔ تو آپ اتنے علم کو علم کہیں جو آپ کے عمل میں داخل ہو گیا ہو۔ قرآن پاک سارے کا سارا علم ہے

لیکن اس میں سے جو چیز آپ نے عمل میں اختیار کر لی ہے وہ آپ کا صحیح علم ہے۔ آپ کو قرآن کریم کی ساری تفسیر تو یاد نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کی تعلیم اور حالات اس طرح کے ہیں۔ اپنی محدود زندگی کا جائزہ لیں کہ آپ کتنے آدمیوں کے نام جانتے ہیں اور کتنے آدمیوں کو نام لے کے پکار سکتے ہیں۔ میرے خیال میں تو اس وقت یہاں جتنے بندے بیٹھے ہیں وہ ایک دوسرے کا نام نہیں جانتے اور پھر آپ پورے رشتے داروں کے نام نہیں جانتے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم جاننا نہیں چاہتے بلکہ انسان کی یادداشت' اس کی Memory کی گنجائش بہت محدود اور کمزور ہے۔ محلّے داروں اور مسجد کے نمازیوں کے پورے نام یاد نہیں رہتے۔ تو آپ کی یادداشت کی گنجائش بہت محدود ہے۔ اس میں سارا قرآن پاک محفوظ نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ قرآن مع تفسیر محفوظ کر بھی لیں تو پھر زندگی محفوظ نہیں رہتی کیونکہ زندگی میں آپ نے دفتر جانا ہے' کام کرنا ہے' بچوں کے اور گھر کے دوسرے معاملات ہیں۔ تو آپ سارے قرآن حکیم میں سے وہ بات اختیار کریں جو آپ کی زندگی میں داخل ہو مثلاً" فرعون کو دریا میں غرق کر دیا گیا تو کیا یہ بات آپ کی زندگی سے تعلق رکھتی ہے؟ آپ قرآن کا یہ علم اختیار کریں کہ والدین کے سامنے اف تک نہ کریں اور زمین پر اترا کر نہ چلیں ولا تمش فی الارض مرحا زمین پہ اکڑ کے نہ چلو بلکہ ٹھہر ٹھہر کے چلا کرو' خیرات دیا کرو' تم ہرگز ہرگز فلاح نہ پاؤ گے جب تک تم خرچ نہ کرو گے وہ چیز جو تمہیں سب سے پیاری ہے۔ لن تنالوا البر حتٰی تنفقوا مما تحبون تو آپ وہ چیز خرچ کریں جو چیز آپ کو پیاری ہے کیونکہ مال آپ کی زندگی کو عذاب

بنائے گا اور مرتے وقت بڑا افسوس ہو گا۔ موت ہوتی کیا ہے؟ پسندیدہ چیز سے جدائی موت ہے اور اگر پسندیدہ چیز ساتھ جائے تو مرنا آسان ہے۔ تو پسندیدہ شے اگر دریا کے پار ہو تو پار جانا آسان ہے اور اگر پسندیدہ شے ادھر رہ جائے تو پھر آگے جانا مشکل ہے۔ جن کی پسندیدہ چیزیں موت کے بعد ملنی ہیں ان کے لیئے موت آسان ہے اور جن کی پسندیدہ چیز یہاں رہ جائے گی ان کے لیئے موت مشکل ہے ورنہ تو موت نہ مشکل ہے اور نہ آسان ہے بلکہ موت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کی پسندیدہ چیزیں کہاں ہیں، وہ یہاں ہیں یا آگے چلی گئی ہیں۔ مثلاً" آپ کو پیسہ پسند ہے تو آپ خیرات کر کے اسے دریا کے پار بھیج دیں اور اگر پیسہ یہاں رہ گیا تو پھر آپ روتے رہیں گے اور مرنا مشکل ہو جائے گا۔ تو آپ کے لیے بہتر یہ ہے کہ اپنی پسند کی چیزیں آپ آگے پھینکتے جائیں اور پھر چپکے سے خود بھی چلے جائیں۔ تو یہ علم ہے۔ لہٰذا قرآن پاک میں سے اتنی بات کو آپ علم بنائیں جو آپ کے عمل میں آئے۔ قرآن مجید کے جو Operative احکامات ہیں مثلاً" یہ کرو اور یہ نہ کرو Do and don't ان کو آپ اپنے عمل میں لائیں۔ نماز کے بارے میں قرآن مجید میں بار بار آیا ہے مگر آپ کا علم تب بنے گا جب آپ اس پر عمل کر کے نماز پڑھیں گے۔ باقی تو صرف علم ہے اور جب اللہ کا حکم آپ پر نازل ہو گیا تو آپ نماز پڑھنا شروع کر دیں گے۔ لہٰذا آپ قرآن کریم کی روشنی میں زندگی کا مکمل زائچہ بنائیں ورنہ تو اسلام کے بارے میں دیسی رائٹرز اور بین الاقوامی رائٹرز نے اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کتابوں کے نام لکھنے لگ جائے تو اس کی پوری زندگی ضائع ہو جائے۔ تو Islam

Books on کی تعداد اتنی ہے کہ کتاب اور مصنّف کا نام کاپی پہ لکھتے لکھتے آپ کی عمر تمام ہو جائے بلکہ ناتمام ہی ہو جائے۔ اب یہ تو اسلام کا مدعا نہیں ہے۔ پھر اسلام کیا ہو گا؟ آپ اپنا ایک زائچہ بنائیں کہ یہ جو آپ کی ایک دن کی زندگی ہے اس میں چوبیس گھنٹے ہیں۔ چوبیس گھنٹے میں آپ کئی گھنٹے سو جاتے ہیں، پھر ضروریاتِ زندگی میں کمائی بھی کرنی ہے، جس ماحول میں آپ رہتے ہیں اس ماحول کے مطابق آپ کو چلنا ہے، اگر انگریزی بولنے کا ماحول ہے تو وہاں آپ انگریزی بولیں گے۔ اب یہاں اسلام نے آپ کو کچھ نہیں کہنا۔ اگر آپ کا رزق Figure work میں ہے، حساب میں ہے، تو آپ یہ لکھیں گے کہ یہ آمدن ہے، یہ خرچ ہے اور یہ بیلنس ہے۔ کمپیوٹر یہ کام کرے گا اور آپ کمپیوٹر چلائیں گے۔ اب اس میں کیا اسلام ہے؟ اسلام نے آپ کو یہ بتایا ہے کہ اپنے ماحول میں ادب سے رزقِ حلال کماؤ، عبادت کرو، نماز پڑھو، زکوۃ دو ---- غریب آدمی پر تو اسلام پہلے ہی آسان ہے۔ اس نے زکوٰۃ کیا دینی ہے اور حج کیا کرنا ہے۔ اس کو تو پاس ہونے کے نمبر پہلے ہی مل گئے ہیں۔ تو دِقّت امیر آدمی کو ہے۔ غریب زکوٰۃ لے تو سکتا ہے مگر دے نہیں سکتا۔ بس وہ کلمہ پڑھے گا اور اس کا کام آسان ہو جائے گا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو باقی سب مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں، زکوٰۃ خود نہ بھی دیں تو بینک کاٹ لیتا ہے، روزہ بھی رکھتے ہیں۔ روزے میں بھی یہ گنجائش ہے کہ جو بیمار نہ رکھ سکے وہ غریب اور مسکین کو کھانا کھلا دے۔ آج کل ویسے بھی روزہ رکھنا پڑ جاتا ہے کیونکہ ہوٹل بند ہوتے ہیں اور کھانے پینے کو کچھ نہیں ملتا۔ تو باقی نماز رہ گئی؟ اگر ایک

شخص نماز کا انکاری نہ ہو تو وہ اعلیٰ قسم کا مسلمان ہے۔ فرض کرو اگر کسی سے نماز Miss ہو گئی تو آپ یہ نہ کہنا کہ تیرا اسلام ہی Miss ہو گیا کیونکہ اگر کسی وجہ سے نماز رہ گئی ہے تو وہ کافر نہیں ہوا۔ نماز پڑھنی ضرور چاہیئے آپ اس کے ساتھ رعایت کرو۔ اپنی زندگی کو اسلام اور قرآن کے سانچے میں ڈھالنے کے لیئے یہ بہت ضروری بات ہے کہ لوگوں کے ساتھ مہربانی کرو۔ جہاد کا زمانہ اب اس طرح آتا نہیں ہے کیونکہ جہاد کا ذمہ حکومت نے لے لیا ہے، فوج بنالی ہے، اب ہر آدمی کو اس سے دو چار ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ فوج کا آئٹم ہے۔ آپ کے ذِمّے سب سے مشکل کام یہ ہے کہ آپ کمائی کیسے کرتے ہیں اور اس کو خرچ کیسے کرتے ہیں۔ اب اس میں حرام حلال کی بات میں نے پہلے آپ کو بتا دی ہے کہ آپ کمائی ایسے کریں کہ جہاں سے آرہا ہے وہاں تکلیف نہ جائے اور جہاں آپ خرچ کر رہے ہیں وہاں بھی تکلیف نہ پہنچے۔ جس بات کا آپ کو خود یقین ہے کہ آپ نے ظلم سے کمایا ہے تو پھر ایک مہربانی کرنا کہ وہ پیسہ بچوں کو نہ کھلانا، اپنے معصوم اور مسکین بچوں پہ ظلم نہ کرنا۔ کم از کم اپنے بچوں کو تو حلال کی کمائی کھلانا۔ آپ نے حرام کھانا ہے۔ تو اگر بچوں کو حرام نہ کھلایا تو آپ نے کیا کھانا ہے۔ یہ بہت ظلم کی بات ہے کہ آپ حرام کی کمائی لا کے میز پر رکھتے ہیں اور بچوں سے کہتے ہیں کہ بسم اللہ کرو! آپ ضبط کرو، گلہ نہ کرو، اللہ کا شکر ادا کرو، قرآن پڑھو، نماز پڑھو، دین میں بحث نہ کرو اور تبلیغ سے بچو۔ تبلیغ کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان کو اسلام شناسی کرانا یا مسلمان کو زیادہ اسلام شناسی کرانا۔ اب یہاں پر آپ کی قوم میں دِقّت ہوئی پڑی ہے۔

کون سا مسلمان یہ حق رکھتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو اسلام Preach کرے؟ تو سوال کیا ہے؟ کونسا مسلمان کتنا حق رکھتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو اسلام سکھائے۔ اس کا جواب جب تک نہ ملے آپ کو تبلیغ کا حکم نہیں۔ عین ممکن ہے کہ آپ کا سیکھنے کا زمانہ ہو اور آپ سکھانے لگ جائیں، عین ممکن ہے کہ آپ کا ناآشنائی کا دور ہو اور آپ آشنا بنانے لگ جائیں، عین ممکن ہے کہ آپ کی اپنی فلاح مخدوش ہو اور آپ فلاح کے داعی بن جائیں۔ تو فلاح کون کرا سکتا ہے؟ جس بندے کو اپنی فلاح کا یقین ہو جائے، وہ دوسرے کو فلاح کی دعوت دے۔ اور جو ابھی خود راہ گزر میں ہے وہ راہبر نہ بنے۔ اگر مسلمان اتنی بات پہ عمل کرے تو مسلمانوں کی زندگی خوف سے آزاد ہو جائے گی۔ تو جو خود سفر میں ہے وہ رہبر نہ بنے۔ اب تو یہ حال ہے کہ سارے سب کو بیک وقت اسلام سکھا رہے ہیں۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ سنا ہے تم نے 'قرآن نے یہ کہا ہے۔ تو دوسرے نے سوچا کہ یہ تو میرے اوپر بوجھ ڈال گیا ہے، اب کیا کیا جائے؟ اس نے تیسرے کو پکڑ لیا اور اسے بات سنا دی، اس طرح بات چلتے چلتے کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ تو کرنے والا کام تبلیغ نہیں ہے بلکہ خدمت ہے۔ جب آپ تبلیغ کرنے لگیں تو پہلے آپ کو یہ Define کرنا پڑے گا کہ اگلا آدمی چھوٹا مسلمان ہے یا بڑا مسلمان ہے۔ یہ ضرور ثابت کرنا پڑے گا۔ مگر یہ تقسیم تو کبھی ہوئی نہیں۔ جس کو آپ تبلیغ کر رہے ہیں اُسے زیادہ سے زیادہ اپنے جیسا بنا لیں گے اور آپ جانتے ہیں کہ آپ کیا ہیں اور وہ چھوٹا مسلمان ہے، یہ تو ہوا ہی نہیں کبھی، یہ تقسیم نہیں ہے۔ تو بات یہ ہے کہ جس کو اپنی

زندگی آسان نہ لگے وہ دوسرے کو آسانی کی دعوت کیوں دے گا؟ اگر آپ مخلص ہیں اور بھائی کو جنّت میں پہنچانا چاہتے ہیں اور اس لیے تبلیغ کر رہے ہیں' یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب آپ کو اپنی جنت کی بشارت ہو گئی ہو۔ اگر آپ اپنے بھائی کو جنّت میں شریک کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اسے اپنے مال میں تو شریک کریں۔ تو وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں جنّت میں تو شریک کرتا ہوں لیکن مال میں شریک نہیں کرتا۔ اگر ایک آدمی تکلیف میں ہے یا ڈوب رہا ہے تو آپ اسے کہتے ہیں کہ پہلے کلمہ پڑھو لیکن آپ اسے ڈوبنے سے نہیں بچاتے۔ اگر اس کے مکان میں آگ لگی ہے تو آپ کہتے ہیں کہ پہلے کلمہ پڑھو اور اللہ اللہ کرو مگر وہ آگ نہیں بجھاتے۔ تو تبلیغ وہ کر سکتا ہے جس کو صحیح ہونے کی سند مل جائے اور وہ اس آدمی کو تبلیغ کرے جس کے غلط ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہو۔ ورنہ تو تھوڑے تھوڑے اسلام والوں نے بڑا پاکستان بنا دیا اور بڑے اسلام والوں نے اسے توڑ کے رکھ دیا۔ تو آپ کو کتنا اسلام چاہیئے ؟ جس سے آپ کی بخشش ہو جائے اور دوسروں کی بخشش ہو جائے۔ اگر دوسروں کے ساتھ آپ کو بہت محبت ہے تو اس کو اپنا مال دے دو اور علم نہ دو۔ کیا کہا؟ علم نہ دو بلکہ دولت دو۔ اگر آپ اسے مال نہیں دے سکتے تو اسے تبلیغ نہ کرو۔ اگر آپ یہ کہو گے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو نیک کام کا حکم دے اور بُے کام سے منع کرے' لیکن اللہ نے یہ تو نہیں کہا کہ تم میں سے بہت سی جماعتیں ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ساری جماعتیں' تبلیغی' اسلامی اور سیاسی' سارے مل کے ایک جماعت بن جائیں تو پھر فیصلہ ہو جائے گا۔ جو

مسلمان دوسرے مسلمان سے ملنا نہیں چاہتا وہ جھوٹا ہے۔ تو یہ سارے لوگ کیسے ہیں جو مسلمان ہیں اور ان میں اجتماع نہیں ہوتا ورنہ جو سچا ہے Really' وہ تو جھوٹے کو بھی ساتھ لے لیتا ہے کہ آؤ بھائی ہم مل کے چلیں۔ تب اس پر اسلام آشکار ہو جائے گا اور وہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ اب ساری سیاسی جماعتوں والے اسلام کے نام پر آپس میں مل کر نہیں بیٹھتے، تبلیغی جماعتوں والے اسلام کے نام پر مل کے نہیں بیٹھتے' یہ مسجد اس مسجد سے الگ ہے' ایک کہتا ہے کہ اے اللہ اور رسولؐ کے منکرین! اللہ کے حبیب ﷺ ' حضور پاک ﷺ غیب کو جانتے ہیں۔ تو اللہ کا مقام اور اللہ کے حبیبؐ کا مقام بیان کرنے والے یہ کون ہیں۔ کیا یہ مقام کافی نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے حضور پاک ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں' اس سے بڑا اور کیا مقام ہو سکتا ہے اور یہ ساری کائنات کا ایک واضح مقام ہے کہ آج تک حضور ﷺ پر نعت کہی جا رہی ہے۔ تو یہ کتنا بڑا مقام ہے! اور آپ یہ بحث کر رہے ہیں کہ وہ غیب کے جاننے والے ہیں کہ نہیں ہیں۔ تو وہ جاننے والے ہی ہیں۔ حال کو جاننے والے ہیں' غیب کو جاننے والے ہیں اور مستقبل کو جاننے والے ہیں۔ لیکن یہ کہنے والا کون ہے؟ یہ بد نیتی سے کہہ رہا ہے۔ آپؐ صحیح جاننے والے ہیں۔ لیکن یہ جس طرح کہہ رہے ہیں تو یہ جھگڑے کے لیے کہہ رہے ہیں' حقیقت میں آپؐ جاننے والے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بحثوں نے اسلام کو اور ملّت کو کمزور کر دیا ہے اور نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آپ اس مقام پر آ گئے ہیں جس مقام پر بھائی بھائی سے برسرِ پیکار ہے اور دوست دوست سے لڑ رہا ہے۔ اگر یہ

کہا جائے کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے نام پر جو لوگ اعتقاد رکھتے ہیں وہ مسلمان ہیں تو کیا آپ انہیں مسلمان سمجھتے ہیں۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا یعنی بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر قائم ہو گئے۔ تو مسلمان کون ہے؟ جو اللہ کو اپنا رب مانتا ہے' جو اللہ کے حبیبؐ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں اور آخری رسول مانتے ہیں' کیا آپ اس کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ جس کا اس بات پر ایمان ہو' اس کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں اور وضاحت کیا چاہیئے۔ اس کے بعد اخلاق ہے' لین دین ہے اور عقیدہ ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ یہاں ملاوٹ ہو رہی ہے' چوری ہو رہی ہے' ڈاکہ ہو رہا ہے اور دوسرے سارے غیر اسلامی عمل ہو رہے ہیں۔ اب یہاں ہندو تو نہیں ہے بلکہ آج کا مسلمان یہ کام کر رہا ہے اور اس کا سارا عمل ہی غیر اسلامی ہے۔ تو صرف عقیدے کی اصلاح نہیں بلکہ عمل کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ آپ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ وہ سلوک کر رہے ہیں جو غیر مسلم بھی نہیں کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اسلام کے ماننے والے آپس میں الگ الگ نظر آ رہے ہیں اور یہ ہے آپ کی ملّت کی دراڑ۔ کہیں قوم' قوم کے ساتھ لڑ رہی ہے' کہیں مسلمان ملک' مسلمان ملک کے ساتھ لڑ رہا ہے' کسی جگہ لڑائی ہو رہی ہے' کہیں جھگڑا ہو رہا ہے یا پھر ہونے والا ہے' بس اللہ رحم کرے اور جھگڑا نہ ہی ہو تو بہتر ہے۔ تو آپ کے ہاں یہ واقعات ہو رہے ہیں۔ اس لیئے یہ تبلیغ کا وقت نہیں ہے بلکہ توبہ کا وقت ہے' اللہ تعالیٰ رحم فرمائے تاکہ مسلمان کو مسلمان کے ساتھ عقیدت ہو جائے۔ اتنا اسلام کافی ہے کہ جس نے مسلمانوں جیسا نام رکھا ہے آپ

اسے مسلمان ہی مان لیں۔ یہی کافی ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے انگریزی پڑھی تھی، وہ عربی یا فقہ تو اتنی نہیں جانتے تھے۔ لیکن قائد اعظم کے پاس اسلامی سپرٹ تھی جس کی وجہ سے انہوں نے ایک Country بنا دی تاکہ آپ لوگ ایک اچھی سپرٹ سے اپنا اسلامی فلاحی معاشرہ بنا دیں۔ مگر آپ نے قوم کو عبادت اور صرف عبادت میں لگا دیا ہے۔ اگر صرف عبادت کا مقصد ہوتا تو زندگی وہاں سے یہاں لانے کی ضرورت کیا تھی یعنی وہ چودہ سو سال والی زندگی۔ آپ کو یہاں کی زندگی ملی ہے، نیا دور ملا ہے، اب اس دور کے تقاضے بھی دیکھیں، سائنس بھی دیکھیں، عروج بھی دیکھیں اور پھر اپنا دل اور اپنا ایمان اپنے مذہب میں قائم رکھیں، اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت قائم رکھیں، ان سے محبت کریں جو ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اور صرف تیرے رب کا چہرہ باقی ہے، باقی ہر شے آنی جانی ہے۔ جب تک آپ یہ نہیں کریں گے، آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شعور عطا فرمائے تاکہ آپ دوسرے کو مسلمان سمجھیں۔ تبلیغ کو Mechanical نہ بناؤ۔ مکینیکل کیا ہوتا ہے؟ یعنی دوسرے کا نام بھی نہیں جانتے اور اسے شریعت سکھانا شروع کر دیتے ہیں۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے مسلمان، مسلمان کا احترام کرے، پھر اس کو تبلیغ کرے۔ اس آدمی کو تبلیغ کرو جس کے ساتھ آپ کے تعلقات ہوں۔ اتنے تعلقات ہوں کہ اس کی زندگی میں مدد کرنا آپ کا فرض ہو۔ آپ مدد کرتے نہیں اور کلمہ پڑھاتے جاتے ہیں۔ آپ دوسروں کی مدد کریں، احساس کریں اور خیال کریں تو یہ قوم بن جائے گی

ورنہ تبلیغ اور صرف تبلیغ سے بات نہیں بنے گی۔ اسی لیئے تو سیاست جو ہے وہ سیاست نہیں بن رہی ہے اور علم جو ہے وہ علم نہیں بن رہا۔ جو شخص علم حاصل کر رہا ہے وہ صرف علم حاصل کرتا جا رہا ہے کتاب لکھتا جا رہا ہے اور آپ پڑھتے جا رہے ہیں۔ اس طرح تو بات بیکار ہو جائے گی۔ جو سیاست کرتا جارہا ہے، وہ سیاست ہی کرتا جا رہا ہے، جھوٹ اور سچ ملا کے بولتا جارہا ہے، بیان اور صرف بیان دیتا جا رہا ہے، اور جو تبلیغ کرتا جا رہا ہے وہ صرف تبلیغ کرتا جا رہا ہے۔ آپ سارے حالات دیکھ کر، دوسروں کے احترام کے ساتھ اور اللہ کے فضل کے ساتھ چلیں تو پھر بات بنتی ہے۔ اگر ایک انسان کو حال کے زمانے کی تکلیف آ جاتی ہے، بچوں کا کوئی مسئلہ آ گیا یعنی حالات کسی رخ میں کمزور ہو گئے، کوئی تکلیف آ گئی تو پھر انسان دعا یہ کرتا ہے کاش میرے ساتھ بھائی ہوتے۔ اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ نے فرمایا کہ سارے مسلمان بھائی ہوتے ہیں۔ آج کا انسان کہتا ہے کہ اگر یہ مسلمان بھائی ہیں تو تکلیف دینے والے بھی تو یہی ہیں۔ اس لیئے وہ واقعہ یہاں آ کے ضائع ہو گیا کیونکہ بھائی ہی تو تھا تکلیف دینے والا۔ جس نے چوری کی وہ بھی تو مسلمان تھا۔ اگر تو کوئی ہندو ہوتا تو ہم اس کے ساتھ لڑائی کرتے لیکن تکلیف پہنچانے والے مسلمان ہیں۔ یہ ہے آج کے مسلمان کا مسئلہ ۔

ستم ہے، جور ہے یعنی غضب ہے
میرے قاتل کا رب میرا بھی رب ہے

قاتل اور مقتول دونوں ایک ہی رب کے ماننے والے ہیں۔ مسلمان مل کے بیٹھتے نہیں ہیں، اور ہنگامہ یہاں سے پیدا ہو رہا ہے۔ ان کا آپس

میں فیصلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ دونوں مسلمان ہیں۔ کاش وہ اصل دونوں مسلمان ہوتے اور پھر اسلام کے حوالے سے وہ خود ہی فیصلہ کرتے۔ مگر وہ دونوں کمزور مسلمان ہیں۔ سب کے اپنے اپنے مفادات ہیں۔ جب مفاد ختم ہو جائے تو جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً" یہاں مکان کا جھگڑا تھا مگر وہاں آخرت میں مکان کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ اس لیئے انسان اگر اللہ کے قریب ہو جائے تو مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ مسائل اس وقت تک ہیں جب تک آپ اللہ سے دور ہیں۔ مثلاً" پیسے کا حاصل کرنا اور پیسے کا خرچ کرنا اور عطا کرنا یا ایثار کرنا ہے تو پیسہ ایثار کرنا جو ہے وہ پیسہ حاصل کرنے سے زیادہ قیمتی ہے۔ جب آپ کو یہ بات سمجھ آجائے گی تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہت بلند ہوتا ہے۔ اگر آپ دوسروں کی مسائل حل کرنا شروع کر دیں تو پھر آپ کا کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔ آپ دوسروں کی مدد کرنا شروع کر دیں تو خدا خود آپ کی مدد کرے گا۔ آپ دوسروں کو سکون پہنچانا شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو سکون عطا فرمائے گا۔ جو چیز آپ چاہتے ہیں وہ دینا شروع کر دیں تو پھر آپ دیکھیں گے کہ کیا بنتا ہے۔ اگر رزق کمزور ہو گیا ہو تو مہمانوں کو گھر میں بلاؤ' کھانا کھلاؤ' انشاء اللہ تعالیٰ رزق کشادہ ہو جائے گا۔ جس کے گھر میں دستر خوان کھل گیا' اس کا رزق کھل گیا۔ اللہ تعالیٰ بہت برکت دیتا ہے۔ آپ بیمار پرسی کریں گے تو کبھی بیمار نہیں ہوں گے۔ لوگوں کی مدد کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔ آپ یہ نسخے ضرور آزمائیں۔ پھر بات ٹھیک ہو جاتی ہے۔

سوال :۔

یہ جو ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں اس طرح کے بزرگ آج کل نظر نہیں آتے۔

جواب :۔

بات یہ ہے کہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ ۔

نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

تو نہ دیکھنے والی وہ آنکھ رہ گئی اور نہ نظر آنے والا وہ چہرہ رہ گیا۔ اب آپ سمجھ رہے ہیں کہ وہ آدمی نہیں رہے مگر آپ یہ دوسری بات کیوں نہیں سمجھ رہے کہ دیکھنے والی وہ نظر نہیں رہی۔ آپ اس آدمی کو دیکھیں جس نے پیر کی تلاش کی۔ فرض کرو وہ گھر سے نکلا اور سولہ سال بعد پیر ملا۔ کسی کو بیس سال بعد ملا۔ اور آج کل آپ دفتر سے ٹیلی فون کرتے ہو کہ کیا پیر صاحب موجود ہیں۔ تو آگے سے وہ کہتا ہے کہ پیر صاحب ابھی نہیں آئے۔ ایسا پیر تو پھر ایسا ہی ہو گا' جو تمہیں دفتر کے اوقات میں ملے کوئی کہتا ہے کہ پیر صاحب کو فلاں فلائٹ پہ بھیج دو۔ تو اصل پیر صاحب آپ کو کیسے ملیں گے جب تک آپ ویسے مرید نہ ہوں۔ ایسا واقعہ ہوا ہے کہ ایک آدمی پیر کی خدمت میں بارہ سال بیٹھا رہا' خاموش اور ادب میں بیٹھا رہا۔ بارہ سال کے بعد اسے خود ہی پتہ چلا کہ پیر کیسے ہوتے ہیں اور مرید کیسے ہوتے ہیں۔ پھر آپ یہ بھی تو دیکھیں کہ وہ تلاش کرنے والا' وہ نہ رہا۔ اس لئے کہتے ہیں کہ اگر تلاش صادق ہے تو دو صورتیں واضح ہوں گی' پکی اور مستند ہوں گی' یا تو سچا پیر اللہ کے حکم سے فوراً" مل جائے گا یا پھر آپ کو راستے سے آشنا کرا دیا جائے گا۔ یہ دوسرا سلسلہ ہے

اور یہ اویسی سلسلہ ہے۔ سچا طالب کبھی راستے میں نہیں چھوڑا جاتا۔ پیر سے پوچھا گیا کہ تو کیسے پیر بنا۔ کہتا ہے میں پیر نہیں تھا' میں بیٹھا ہوا تھا' میرے پاس ایک آدمی آیا' کہتا ہے لو یہ چیز پڑھو' میں نے پڑھا تو میرے اندر روشنی آگئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بات کیا ہے تو بزرگ نے کہا کہ ایک سچا طالب بیٹھا ہوا ہے' اس کو ہم نے فوری طور پر پیر دینا ہے' تم یہ روشنی لے لو اور اس کو جا کے یہ دے دو' عطا کر دو۔ تو سچے مرید نے پیر پیدا کر دیا۔ اور آپ کے اندر ابھی شک موجود ہوتا ہے' اس لئے جو سچے پیر ہوتے ہیں وہ بات کو چھپا جاتے ہیں۔ اگر تو پروانہ روشن ہے تو پھر روشنی مل جائے گی اور اگر وہ یہ Smell کرنے والا ہے کہ یہ کیا ہے اور کیا نہیں ہے تو روشنی سے دور ہی رہے گا۔ ایک دفعہ ایک آدمی لکھنؤ گیا یہ دیکھنے کے لئے کہ یہاں بڑے جیب کترے ہوتے ہیں' ہم دیکھیں کہ کیسے ہوتے ہیں۔ اس نے جیب میں چند کھوٹے سکے ڈال لئے اور دن بھر وہاں پھرتا رہا۔ شام کو ایک ہوٹل میں بیٹھا چائے پی رہا تھا اور کہنے لگا کہ بڑا سنا تھا ہم نے کہ لکھنؤ میں جیب کترے ہوتے ہیں مگر ہمیں تو کوئی ایک بھی نہ ملا۔ ایک بوڑھا بابا پاس بیٹھا تھا' وہ بولا کہ تجھے کیا ملتا' چار دفعہ تو میں نے تیرے سکّے گرم کئے ہیں اور وہ کھوٹے سکے پھر تیری جیب میں واپس ڈال گیا' تجھے جیب کترا کیا ملتا ----- بات یہ ہے کہ پیر ملنے سے پہلے مرید کو دیکھو کہ کیا ہے اور اگر وہ صحیح ہو جائے تو خود بخود یہ صورت ہوگی کہ ۔

میں نے جب بھی اسے پکارا ہے
اِک صدا آئی تو ہمارا ہے

تو آپ جہاں سجدہ کریں گے وہیں مسجود ہو گا۔ اس لیئے پیر غائب نہیں ہوتا۔ پیر آپ کی طلب کا نام ہے۔ پیر آپ کے عشق کا نام ہے۔ پیر آپ کے جنون کا نام ہے مگر آپ کا جنون ٹھنڈا ہو گیا ہے' اس لیئے پیر کدھر سے نظر آئے۔ پیر تو طالب کی نگاہ پیدا کرتی ہے جس طرح انسان محبوب کی تلاش کرتا ہے۔ اگر آپ محبت کی آنکھ لے کے جائیں تو چار دن بعد آپ کو عشق ہو جائے گا اور اگر نفرت کی نگاہ لے کے جائیں گے تو سارے شہر میں سارے ہی بے وقوف لوگ ملیں گے۔ کاروباری آدمی اگر بازار میں جائے تو کہے گا کہ وہاں بڑا مال تھا اور مارکیٹ کا ریٹ بہت اچھا تھا۔ تو جس قسم کا آدمی ہو گا اس کو ویسے ہی منظر ملے گا۔ اگر آپ اللہ سے' اللہ کے لیئے' اللہ کی راہ دکھانے والا پیر مانگ رہے ہیں تو اللہ کیسے نہیں عطا کرے گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ کبھی نہیں ہو سکتا! اس لیئے آپ کے اندر فرق آگیا ہے۔۔

احساس ہو رہا ہے جفائے حبیب کا
شاید بھٹک گئے ہیں رہِ دوستی سے ہم

بات یہ ہے کچھ آپ بھی سچے مرید نہیں رہے اور کچھ پیر بھی سچے نہیں ہیں۔ ہم گلہ کر رہے ہیں اس محبت والے سے' اصل پیر سے' کہ ہماری غلطیوں کے باوجود ہم سے مل۔ اب شاید وہ نہ مانے۔ اس لیئے یا تو یہ کہو کہ ہم تمہیں ڈھونڈ نکالیں گے' تو بے شک نہ مل۔ پھر آپ کو گھر چھوڑنا پڑے گا' واقعات کرنے پڑیں گے' وادیٔ دشت و جنوں میں تلاش کرنا پڑے گا' آدھی رات کو' نصف شب کو جاگنا پڑے گا جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہے کوئی پکارنے والا! پھر آپ اللہ سے پیر کو مانگو تو پیر کیسے

نہیں ملتا۔ پیر صاحب خود ہی تشریف لائیں گے۔ ایک آدمی دریا کے کنارے بیٹھا مانگتا رہا۔ اس نے کہا میں نے کہیں جانا نہیں بلکہ سچا پیر آئے تو یہیں آئے۔ فقیرِ وقت کو اطلاع ہو گئی۔ انہوں نے جا کے وہاں فیض دیا۔ انہوں نے کہا اگر مزید ضرورت ہوئی تو یہ میرا پتہ ہے' ہم فلاں بستی کے درویش ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ مجھے آپ کے پتے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جس نے پہلے بھیجا ہے وہ آپ کو دوبارہ بھی بھیج دے گا۔ آدھے سے زیادہ فیض دینے والا خود گھر آتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ آپ کا فیض کا حق ہو۔ اگر فیض کے اندر دنیا کی ملاوٹ ہے تو شکر کرو کہ آپ کو پیر نہیں ملا ورنہ وہ آپ کو مارتا کہ آپ ابھی تک ملاوٹ کر رہے ہیں۔ اگر آپ کو دین کا پیر مل جائے اور آپ اس سے دنیا مانگتے جائیں تو وہ یہ کبھی نہیں دے گا۔ دعا کرو ہمیں پیر اس وقت ملے جب ہم اس سے صرف دین مانگیں۔ یارب العالمین! ہمیں پیر اس وقت ملا جب ہم اس سے صرف دین مانگیں۔ دنیا ہم خود کماتے جائیں گے' یہ تیرے فضل سے سب ہو گا! پیر کا سفر جو ہے وہ صرف الہٰیات کا سفر ہے۔ یا رب العالمین ہمیں اچھے پیر عطا کر! ہمارے راستوں کو آسانیاں عطا فرما۔ ہماری تلاش کو اپنا جلوہ عطا فرما' ہماری تلاش کی اصلاح کر' آپ ہی مہربانی فرما اور آپ ہی مہربانی حاصل کرنے کے طریقے بتا! ہم پر' ہمارے گردو پیش پر' ہمارے رشتے داروں پر اور سب پر اپنی نظر کرم فرما!

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سید نا و مولٰینا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

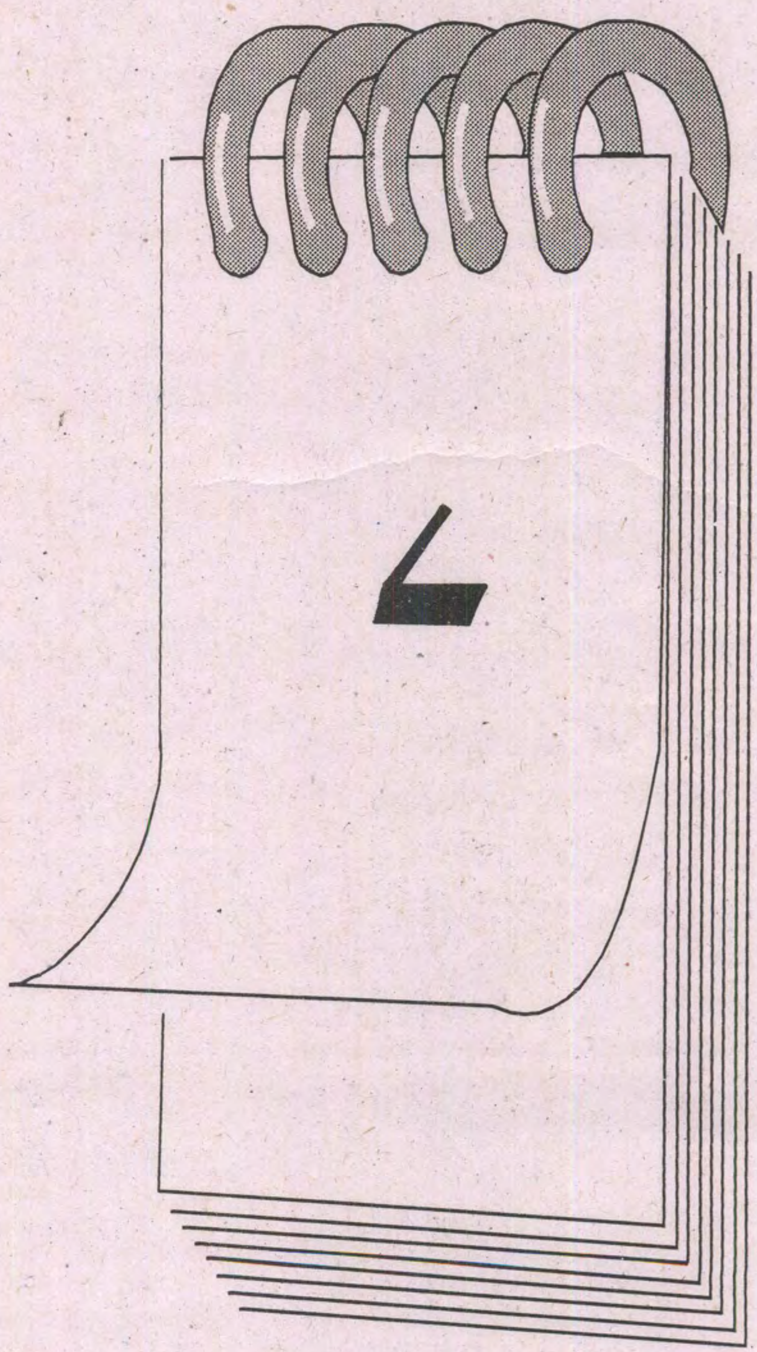

۱ کسی غیر محرم چہرے پر دوسری نگاہ جرم ہے تو آج کل ہم اس گناہ سے کیسے بچیں؟

۲ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ ہم اللہ کے قریب ہیں اور ہم پر اس کا رحم اور فضل ہے؟

۳ کہتے ہیں کہ تھوڑی عبادت قابل قبول ہے اور زیادہ ہو تو قابل قبول نہیں ہوتی۔

۴ ہم دعا مانگتے ہیں کہ کافر غرق ہو جائیں یا مسلمان ہو جائیں مگر ایسا نہیں ہوتا؟

آپ لوگ وہ بات کریں جس سے آپ کا تعلّق ہو۔ اللہ تعالیٰ کو قرآن بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ اللہ جانے اور قرآن جانے۔ آپ کے پاس جو تعلّق ہے قرآن کا' اس کو دیکھیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کیوں بھیجے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کو ہی پتہ ہے کہ کیوں بھیجے۔ آپ کے ساتھ اللہ کا جو تعلّق ہے آپ اس بات کو دیکھیں۔ زندگی میں ایسا غور کریں جس سے آپ کا سفر آسان ہو جائے یا جس کے معلُوم نہ کرنے سے آپ کا سفر آسان ہو جائے یا جس کے معلُوم نہ کرنے سے آپ کا سفر مشکل ہو رہا ہو۔ اس مشکل کا سوال بنائیں۔ وہ ذاتی سوال بنانا چاہئے۔ یہ کہنا کہ ستارے بنانے کی کیا ضرورت تھی' اللہ تعالیٰ نے قرآن میں قسم کیوں کھائی' تو آپ اللہ سے ایسا سوال نہ پوچھیں کہ ایسا کیوں ہے؟ اللہ نے جو کیا وہ صحیح ہے۔ بس یہ اللہ کے کام ہیں اور آپ اس سے یہ نہ پوچھنا کہ اس نے یہ کیوں کیا؟ آپ اس کے رنگ دیکھتے جائیں۔ اللہ جب اسلام چاہتا ہے تو پھر کافروں کو پیدا ہی کیوں کرتا ہے؟ جب اللہ اسلام چاہتا ہے تو پھر مسلمان ہی پیدا کرے' کافروں کو پیدا کرتا ہے' انہیں طاقت دیتا ہے' پیسے دے دیتا ہے اور مسلمان بے چارہ غریب ہو جاتا ہے' کمزور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بھی کیوں پیدا

کیا' وہ نہ ہوتا تو سلسلہ ہی ختم ہو جاتا۔ شیطان نہ ہوتا تو یہ مصیبتیں نہ ہوتیں۔ لہٰذا آپ اللہ سے اس قسم کا سوال نہ کرنا۔ آپ نے اللہ کے حکم کو تسلیم کرنا ہے ---- اب آپ اپنا سوال کریں ----

سوال :۔

اسلام کے مطابق کسی غیر محرم چہرے پر دُوسری نظر نہیں اٹھنی چاہیئے تو پھر آج کل کے اُٹھنے بیٹھنے میں یہ بڑا چیلنج ہے۔ ایسے میں ہم گناہ سے کیسے بچیں؟

جواب :۔

کسی بھی پرابلم کو اگر سٹڈی کرنا ہو تو وہ **In Isolation** یعنی الگ سے سٹڈی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بہت ساری چیزیں آپس میں **Connected** ہیں' **Linked** ہیں' جڑی ہوئی ہیں۔ اگر آپ کی ذاتی نگاہ اور توجہ کسی سپلیمنٹری یا غیر ارادی منظر کی طرف چلی جائے اور پھر آپ کی نگاہ کے تقدّس میں' پاکیزگی میں فرق نہیں آتا تو پھر لائف کی پرابلم کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ کی دشواری قائم رہے تو پھر دِقّت آپ کی تمنّا کے اندر نہیں ہے اور وہ واقعہ نہیں ہے۔ اصل میں دِقّت جو ہے یہ ناظر کو ہوتی ہے اور نظارے کو نہیں ہوتی۔ تو دِقّت کس کو ہے؟ دیکھنے والے کو ہے۔ دیکھنے والے کی دِقّت اس کے اپنے نفس کے ساتھ ہے اور اپنے ایمان کے ساتھ ہے۔ ایک آدمی اپنے پیر صاحب کے پاس گیا اور عرض کی کہ میرے واقعات صحیح ہو گئے ہیں' نمازیں باقاعدہ ہوگئیں' مال بھی صحیح ہوگیا ہے' حج کی سعادت مل گئی ہے' کھانا پینا بھی درست ہو گیا

ہے، رہی نگاہ تو یہ نگاہ اٹھ جاتی ہے، اس کے لیئے دعا کریں۔ پیر صاحب نے کہا اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اس نے عرض کی کہ دُعا کریں تا کہ اللہ مہربانی کرے۔ پیر صاحب نے کہا اس پہ اللہ بھی مہربانی نہیں کر سکتا۔ اس شخص نے پوچھا پھر اس کا علاج کیا ہے؟ پیر صاحب نے فرمایا اس کا ایک علاج ہے، نگاہ کی پاکیزگی آپ کو اپنی بیٹی عطا کرتی ہے، دنیا میں اور کوئی یہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ایک آدمی ذرا آزاد منش، آزاد خیال، اور آزاد روش تھا۔ اس کی طبیعت بھی رنگیلی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ وہ دین دار بن گیا اور مسجد کے چکر لگاتا ہے۔ کسی نے کہا تجھے کیا ہُوا، تو تو اچھا خاصا آزاد انسان تھا اور اب کچھ پابند سا لگ رہا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے پیر صاحب مل گئے ہیں۔ اس شخص نے پھر کہا کہ تو نے بتایا ہی نہیں کہ تجھے پیر صاحب مل گئے ہیں اور ہمیں نہیں ملایا۔ پھر کہا کہ کیا نام ہے آپ کے پیر صاحب کا؟ اس نے کہا میرے پیر کا نام ہے بیٹی، جو میرے گھر میں پیدا ہوئی ہے۔ تو بیٹی پیدا ہو جائے تو پھر گھر میں ہی پیر آجاتا ہے۔ جب ہماری نگاہیں دوسروں کی طرف دیکھنے میں مصروف تھیں اس وقت ہمارے اپنی گھر کے حجابات پر کس کی حفاظت تھی؟ تو جب آپ دُوسروں کی طرف دیکھتے ہو تو ان کی نظر آپ کے گھر میں آتی ہے۔ جب بیٹیوں کو جہیز دیا جاتا ہے تو بزرگ کہتے ہیں کہ جہیز میں ایک تحفہ ضرور دینا چاہئے بچیوں کو اور وہ یہ ہے کہ ماں باپ اپنی نیک نگاہوں کا تحفہ ان کے حوالے کر دیں کہ جب سے تم لوگ ہمارے گھر میں آئے ہو ہماری نگاہیں ہی نیک ہوگئی ہیں۔ تو پرابلم کس کا ہے؟ پرابلم صرف اپنی ذات کا ہے اور کسی منظر کا پرابلم نہیں ہے۔ یہی دنیا جو

ہے یہ مقدّس ہے اور یہی دنیا جو ہے یہی Evil ہے' بُرائی ہے۔ اس کائنات کے اندر ہماری کائنات تو اپنی سوسائٹی ہے اور اس کے چھوٹے مسائل ہیں' اس لیئے ہماری کائنات ہمارے مشاغل کا نام ہے۔ اس وقت کائنات میں کیا ہو رہا ہے اور ہماری زندگی میں کیا ہو رہا ہے' اس سے تو آپ کا تعلّق نہیں ہے۔ ہم اس واقعہ کو واقعہ کہتے ہیں جس کا آپ کے ساتھ تعلّق ہو اور جِن کا تعلّق ڈائریکٹ یا Indirect فوری یا دیر کے بعد آپ کی زندگی کے ساتھ ہو۔ ایک آدمی کے ساتھ غلط واقعہ ہو جائے تو ہم بڑا افسوس کرتے ہیں Meaning thereby کہ کہیں یہ واقعہ ہمارے ساتھ نہ ہو جائے۔ تو آپ اس وقت Pity' رحم کرتے ہیں جب آپ کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہو کہ کہیں یہ حالت میری نہ ہو جائے۔ رحم تبھی پیدا ہوتا ہے جب آپ یہ اندازہ کرلیتے ہیں کہ اگر میں ایسا ہو جاؤں تو پھر کیا ہو گا۔ رحم تب پیدا ہوتا ہے جب آپ کے دل میں یہ خیال ہو جائے کہ چلو یہ غریب ہے اور شکر ہے کہ میں غریب نہیں ہوں۔ تو پھر آپ اس کی خدمت کرتے ہیں۔ تو یہ اس حالت کا شکریہ ہے جو آپ کی ہے اور ویسی نہیں ہے جیسے اس سائل کی ہے۔ آپ اس پر رحم نہیں کرسکتے جس کی حالت سے آپ کو ڈر نہ لگے۔ جس کی حالت سے خوف آئے گا کہ یہ حالت میری نہ ہو' اس وقت آپ کے اندر رحم پیدا ہوتا ہے۔ آپ کی اپنی کائنات کے اندر خدا کی دریافت ہوتی ہے' آپ کی یہ چھوٹی سی کائنات ہے' مصروفیات کی' مشاغل کی' اسی میں خدا سے ملتے ہو اور اسی میں Evil یعنی شیطان بنتا ہے' اسی دنیا میں لوگ آئے' یہیں سے سرخرُو ہو کے نکلے' یہیں سے بے آبرُو ہو کے نکلے۔

اسی دنیا میں اللہ کا جلوہ ہے اور اسی دنیا میں شیطان کے تماشے ہیں۔ اسی دنیا میں گمراہ کرنے والے پرابلم ہیں اور اسی دنیا میں راحت بھی ملتی ہے۔ آپ کی کائنات کے علاوہ ایک بڑی کائنات موجود ہے۔ سورج سے پرے کی کائنات میں روشنی کے مقامات اور ہوں گے۔ سورج کے پرے وقت اور طرح کا ہوگا اور یہاں ہمارے وقت ہیں جو کہ صبح شام دن رات گھنٹے اور گھڑیاں ہیں۔ اگر سورج سے آگے نکل جائیں تو وہاں تو وقت اور ہو گا۔ وہاں نہ مشرق ہے نہ مغرب ہے' اس لیئے وہاں کا وقت اور ہوتا ہے۔ وہاں کا لمحہ یہاں کے حساب سے کروڑہا سال کے برابر ہو سکتا ہے کیونکہ وہاں گردش نہیں ہے۔ وقت جو ہے وہ زیرِ شمس ہے اور ورائے شمس وقت اس طرح نہیں ہوتا۔ تو یہ جو آپ کی کائنات ہے اس کائنات کے علاوہ ایسی کائنات بھی ہے جس پر دن اور رات کا تصرّف نہیں رہتا۔ تو یہاں پر دن بھی آتے ہیں اور راتیں بھی آتی ہیں' نہ دن آنا آپ کی خوبی ہے اور نہ رات کا آنا آپ کی خامی ہے۔ اگر راستہ مل گیا تو یہ آپ کی خامی نہیں ہے۔ تو آپ کی ذاتی کائنات میں خیال کے اندر دن اور رات آتے ہیں' مایوسی اور امید آتی ہے' اللہ کی طرف جانے کی خواہش اور اللہ سے ذرا الگ ہونے کی خواہش آتی رہتی ہے۔ تلک الایّام یہ ایّام آتے ہیں' انسانوں میں یہ اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے' تو آپ کی ذاتی رومن ایمپائر میں Rise اور Fall ہوتا رہتا ہے' کبھی بیٹھے بیٹھے آپ کا خود بخود سجدہ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ پتہ نہیں ہوتا کہ ایسا کیوں ہو گیا ہے' اور کبھی اچانک' اپنے آپ سے آپ گھبرا جاتے ہیں۔ ایسے واقعات آتے رہتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں تو وہ فرماتے ہیں کہ میں

ان کو ظلمات سے نکال کر نُور میں داخل کرنے والا ہوں' اندھیرے سے نکال کر میں نُور میں داخل کرتا ہوں۔ اگر آپ کے وسوسے یقین میں بدل جائیں تو سمجھو کہ اللہ نے بڑی مہربانی کردی۔ اللہ نے کہا ہے کہ ان الشیطٰن للانسان عدو مبین بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے' وہ تمہارے اندر وسوسہ ڈالتا ہے۔ شیطان اپنا وار کیسے کرتا ہے؟ آپ کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے' مایوسی ڈالتا ہے' اور تذبذب ڈالتا ہے۔ تذبذب کیا ہے؟ جب انسان یہ سوچے کہ چھوڑو' اس سے کیا فرق پڑے گا' اتنے عرصے کی برائی اب ایک نماز سے کیا حل ہوگی' ایک انسان سے مشکل کیسے حل ہو جائے گی۔ ایک ہی انسان سے تو مشکل حل ہوتی ہے۔ اگر آپ کو اپنی زندگی پر نازل ہونے والے لمحات کو Read کرنا آجائے تو نتیجہ سمجھ آجاتا ہے اور آپ یہ اعلان کرنے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ اصل بات کیا ہے۔ انسان ہزار دفعہ جنّت کے پاس ہوتا ہے اور ہزار دفعہ دوزخ کے پاس ہوتا ہے اور ہزار دفعہ وہ جنّت میں داخل ہوتے ہوتے رہ گیا اور ہزار دفعہ دوزخ میں داخل ہوتے ہوتے رہ گیا' مثلاً" ایسی نیکی ہوگئی کہ اس کی جنّت بن گئی اور اتّفاق سے ایسا خیال کا گناہ ہوگیا کہ دوزخ کے قریب ہوگیا۔ زندگی میں اتار چڑھاؤ کے یہ لمحات آتے رہتے ہیں اور انہیں اگر Read کرنا آجائے' اپنے آپ کو اور اپنے واقعات کو سمجھنا آجائے تو آسانی ہو جاتی ہے۔ کتنی دفعہ آپ کبھی اس کنارے پہ ہوتے ہیں اور کبھی اس کنارے پہ ہوتے ہیں۔ اگر انسان دانا' سمجھ دار اور خوش قسمت ہے تو وہ بہشت کے لمحے کو دیرپا بنا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہوتی ہے۔ بہشت کب دیرپا ہوتی ہے؟ کہ جب

انسان یہ جان لے کہ میرے گناہ بہت زیادہ ہیں' میری غلطیاں بہت زیادہ ہیں اور ندامت کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے اب تو بس اللہ معاف کرے۔ وہ کہتے ہوئے اللہ کی رحمت کی طرف رجوع کرے' کیونکہ اللہ کا حکم ہے خبردار میری رحمت سے مایوس نہ ہونا' تو وہ کہے کہ اللہ کے کہنے کے مطابق ہم مایُوس نہیں ہو رہے ورنہ ہمارے دامنِ عمل میں کوئی بات نہیں ہے۔ اگر انسان اتنی سی بات کرلے تو اس کی جنّت تو Permanent ہو گئی' مستقل ہوگئی۔ یعنی انسان یہ کہے کہ کیونکہ اللہ نے کہا ہے کہ میری رحمت سے مایُوس نہ ہونا تو ہم مایُوس نہیں ہوتے' تو صرف یہ کہنے سے عمل کے بغیر جنّت مل سکتی ہے۔ تو عمل کے بغیر جنّت اور عمل کے بغیر دوزخ مل سکتی ہے لیکن وہ کیسے؟ آپ کسی نیک آدمی کا ارادتاً" مذاق اڑانا شروع کردیں کہ یہ بڑا نیک بنا ہوا ہے حالانکہ اس کو ہم جانتے ہیں۔ اگر تو وہ واقعی نیک انسان ہے تو آپ کا خیال ہی آپ کو جہنمی بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ لوگوں پر رحمت ہوتی ہے اور انہیں امیر بنا دیا جاتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ میں جس پر مہربان ہوتا ہوں' اس پر فضل کرتا ہوں تو یہ فضل دولت بھی ہوسکتی ہے اور جس پر اللہ کا غضب ہوتا ہے ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کو بھی دولت مند بنا دیا جائے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ ایک جیسا واقعہ ہے اور دو مختلف بندے ہیں مثلاً" فرعون کے پاس پیسہ آزمائش ہے اور اس کی طاقت اور پیسہ اس پر غضب ہے' قیامت ہے۔ اور اللہ کے نیک بندوں کے پاس بھی پیسہ ہوسکتا ہے' طاقت ہو سکتی ہے' بادشاہت ہو سکتی ہے اور یہ اللہ کی مہربانی ہوتی ہے۔ اگر یہ باتیں آپ کو سمجھ آجائیں' Read کرنا آجائیں تو

یہ اللہ کی رحمت ہو گی۔ ایسا دولت مند جو مبتلا ہے دولت میں' وہ دولت اس کے لئے عذاب بنی پڑی ہے' اس دولت مند کی تعریف نہ کرنے سے آپ کی زندگی بچ سکتی ہے اور آپ کی جنّت محفوظ ہو سکتی ہے۔ جس دولت مند پر اللہ کی خاص عنایت ہو اس پر تنقید نہ کرنے سے آپ دوزخ سے بچ سکتے ہیں کیونکہ اس پر تو فضل ہے اور فضل پر تنقید نہ کرو۔ جس کو اللہ نے مرتبہ دیا ہے' اپنے فضل کے ذریعے بادشاہت دی ہے' اس پر تنقید نہ کرو اور جس پر اقتدار آزمائش بن کے آیا ہے' اس کی تائید نہ کرو۔ آپ کو کچھ عرصہ کے بعد سمجھ آ جائے گی کہ کون سی چیز عذاب ہے اور وہی چیز دوسرے کے لئے ثواب ہے۔ تو یہی زندگی کسی کے لئے عذاب ہے اور کسی کے لئے ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اولاد اور مال انعام ہیں اور پھر فرماتا ہے کہ اولاد اور مال تمہاری آزمائشیں ہیں اور تمہارے دشمن ہیں۔ یعنی ایک ہی چیز انعام بھی ہے اور غضب بھی ہے' آزمائش بھی ہے۔ آپ کو یہ ضرور سوچنا چاہیئے کہ کب انعام ہوتا ہے اور کب یہ اسباب دشمن ہوتے ہیں؟ تو سماج کو مربوط بنانا' فعال بنانا اور اس میں خواتین و حضرات کو شامل رکھنا نیکی کا باعث بھی ہوسکتا ہے اور یہ بدی کا باعث بھی۔ قوالی کے بارے میں کسی نے چشتی سلسلے والے سے پوچھا کہ قوالی حلال ہے یا حرام ہے۔ تو اس نے کہا حلال کے لئے حلال ہے اور حرام کے لئے حرام ہے۔ تو یہ مزاج کی بات ہے' اگر انسان میں اچھائی ہو تو پھر سب واقعات اچھے ہوتے ہیں۔ اگر سب کو دکھ سکھ میں شریک کیا جائے تو پھر یہ سفر بہت آسان ہے اور اگر نیّت کے اندر فتوُر ہو تو پھر گھر کے اندر بھی فتوُر ہے' گھر کے باہر بھی فتوُر ہے' فتوُر

Within بھی ہے اور فتور Without بھی ہے۔ جب Within فتور ہو جائے تو Without بھی خرابی ہو جاتی ہے۔ تو جو ماحول آپ کا Within ہے وہی ماحول آپ کا Without ہے یعنی آپ کے اندر جو ماحول ہے وہی باہر کا ماحول ہوتا ہے۔ اگر آپ افسردہ ہیں تو کائنات غمگین لگتی ہے۔ اگر آپ نیک ہیں تو کائنات پُوری کی پُوری عبادت گاہ ہے' اگر آپ بد ہیں تو یہ دنیا بدی کا ایک مظہر ہے۔ تو آپ جس قسم کے ہیں اسی طرح کا نتیجہ آپ کو ملے گا۔ آپ اگر تلاش کرنا چاہیں اور آپ کا نام خریدار ہو تو ساری دنیا بازار بن جائے گی۔ اگر آپ دینے والے ہیں تو دنیا کا نام طلب گار ہے۔ تو دنیا فوراً" وہ رنگ اختیار کر لیتی ہے جو آپ کے مطابق ہو۔ اگر آپ گانے والے ہیں تو ہر طرف کان جمع ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے پاس جو صفت ہو گی دنیا اس کو Receive کرنے لگ جائے گی۔ اسی طرح اگر آپ کے پاس بدی ہے تو دنیا اس کے لئے فوری طور پر تیار ہو جائے گی' یہاں اگر آپ کو شطرنج آتی ہے تو بس اعلان ہونے کی دیر ہے' دس دن کے بعد بڑے بڑے شاطر دور سے آنے شروع ہو جائیں گے جو International Fame کے ہوں گے' پھر شطرنج کا کھیل شروع ہو جائے گا۔ تو ہمیں وہی ملتا ہے جو ہم دیتے ہیں۔

We receive that what we give تو فطرت ہر انسان کی اندر اپنا اظہار رکھتی ہے۔ In ourselves alone does nature live تو فطرت اور اللہ کا مظہر آپ کے اندر ہی ہے' تو Nature یا God جو ہے ہم ہی اس کا کفن ہیں اور ہم ہی اس کا عروسی لباس۔ آپ ہی کے دم

سے بہاریں ہیں اور آپ نہ ہوں تو پھر خزاں ہی خزاں ہے۔ اگر آپ کا دوست رُوٹھ گیا یا کہیں چلا گیا' جدائی ہو گئی تو آپ کہیں گے کہ۔

تم کیا گئے کہ رُوٹھ گئے دن بہار کے

اس کے چلے جانے سے ایسا لگتا ہے کہ بہار ختم ہو گئی۔

میرے غم کا عکس پڑا ہے اوروں کے افسانے پر

بات تو یہ ہے کہ اگر آپ غمگین ہیں تو ساری دنیا آپ کو غمگین لگے گی۔ گھر میں اگر کوئی افسوس ناک واقعہ ہو جائے تو ہر چیز غمگین ہو جاتی ہے۔ اور یہ واقعہ ایک دن ضرور ہونا ہے۔ ایک تھی دیوی۔ دیوی وہ ہوتی ہے جو مرتی نہیں ہے۔ اس کو کوئی انسان پسند آگیا' انسان دنیاوی تھا۔ وہ دیوتاؤں کے پاس پہنچی کہ مجھے ایک آدمی پسند آگیا ہے تو میں یہ چاہتی ہوں کہ کیونکہ میرا اس سے تعلق ہو گیا ہے' آپ اس کو بھی امر بنا دیں' میری طرح ہمیشہ زندہ رہنے والا! دیوتا نے کہا کہ یہ انسان ہوتے ہیں ان کو موت ہی اچھی لگتی ہے' اس کو لافانی نہ بنا۔ اس نے کہا نہیں نہیں' میرا تعلق ہو گیا ہے' مجھے محبّت ہو گئی ہے' بس اسے زندہ کردو ہمیشہ کے لیئے! دیوتا نے کہا جاؤ ہم نے اس کو لافانی بنا دیا' اس کو موت نہیں آئے گی۔ وہ انسان سو سال کے قریب ہوا تو اس کی شکل بدل گئی' اس کے واقعات اور ہو گئے' نگاہ کمزور' دل افسردہ' لب خشک' آنکھیں پُرنم' عجیب و غریب واقعہ ہو گیا' شکل پہچانی نہ جاتی تھی۔ تو اس آدمی نے دیوی سے کہا کہ تو لافانی ہے اور میں لافانی نہیں ہوں' میری صحت لافانی نہیں ہے' مجھ پر مہربانی کرو۔ دیوی پھر دیوتا کے پاس گئی کہ اب اس انسان کو موت ہی دے دو۔ تب جا کے اس شخص کی نجات ہوئی۔ تو فانی انسان کا

لافانی ہونا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ دو صورتیں ہیں' یا تو آپ اپنے عزیزوں کے سامنے رخصت ہو جائیں یا پھر آپ کے سارے عزیز آپ کے سامنے رخصت ہوں گے۔ آپ کی بڑی عمر کا مطلب کیا ہے؟ جتنے آپ کے جاننے والے ہیں وہ آپ کے سامنے رخصت ہوں۔ تو بڑی عمر جو ہے بڑے غم کا نام ہے۔ تو غم کا عکس آپ پر ضرور پڑے گا اور غم کا سامنا ضرور ہو گا۔ آپ ہی نے سب کچھ دیکھنا ہے۔

ہمیں سے رنگِ بہاراں ہمیں سے رنگِ چمن

اب آپ کا کام یہ ہے کہ ذاتی طور پر ایک آدمی بھی اللہ تعالیٰ کو دل سے ماننے والا پیدا ہو جائے تو یہ کائنات ساری کی ساری اس کے ساتھ شامل ہو جائے گی۔ بات یہ ہوتی ہے کہ ہمارے پاس نیکی جو ہوتی ہے وہ عارضی طور پر' ضرورت کے طور پر' پروپیگنڈہ کے طور پر ہوتی ہے۔ کسی ایک کام کے لیئے لوگ نیک ہو جاتے ہیں اور جب کام ہو جاتا ہے تو پھر Crocodile Tears ختم ہو جاتے ہیں' تو مگرمچھ کا رونا بند ہو جاتا ہے۔ عام طور پر رہنما Sincere نہیں ہوتے' مخلص نہیں ہوتے ورنہ آج تک Follow کرنے والے جو لوگ ہیں' سننے والے یا ماننے والے' ان کی طرف سے تو فتور ہی کوئی نہیں ہوتا۔ جب بھی کوئی جھوٹا نکلا تو پیر ہی نکلا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی خامی رہ جاتی ہے۔ تو ساری کہانی آپ کی اپنی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ پر غور کرو کہ کتنی دفعہ وہ آپ کے قریب آتا ہے مگر کتنی دفعہ آپ اس سے دور ہو جاتے ہیں' ایسے لمحات آتے ہیں جب آپ کو توبہ نصیب ہو جاتی ہے مثلاً" کبھی آپ کے ساتھ ایسا ہو کہ گناہ ہو جائے' وہ غلطیاں یا گناہ جو انسان میں

ندامت کے آنسو پیدا کرتی ہیں اس عبادت سے بہتر ہوتی ہیں جو عبادت فخر پیدا کرتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اللہ کے راستے پر چلنے والے اپنا دل نرم کریں وجلت قلوبھم تو ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں' وہ خاموش ہو جاتے ہیں' عاجز ہو جاتے ہیں' بے بس ہوجاتے ہیں اور اللہ کے سامنے Surrender کر دیتے ہیں' اپنے خیال کو' اپنی ہیرا پھیری کو' اور اپنی چالاکیوں کو اللہ کے سامنے سر بسجود کر دیتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ اگر تم چالاکی کرو گے تو واللہ خیر المٰکرین تو میں پھر Schemer's کا Schemer ہوں۔ اللہ تعالیٰ بڑی بڑی باتیں بڑی آسانی سے سمجھاتا ہے' اس نے کہا کہ ہم ایک چھوٹی سی بات سے بڑی دلیل پیدا کرسکتے ہیں سب سے قیمتی واقعہ غار ثور کا واقعہ ہے اور حضور پاکؐ کی زندگی کو اللہ نے Defend کر لیا مکڑی کے کمزور جالے سے۔ یہ جالہ کمزور ترین چیز ہے اور اللہ نے کمزور ترین چیز سے قوی ترین دلیل بنالی۔ اللہ کہتا ہے میں تو پھر ایسے کام کرتا ہوں' تم میرے سامنے Trick نہ کرنا' کاریگری نہ کرنا' سیدھا یہ کہہ دینا کہ غلطی ہو گئی' یا اللہ معافی دے دیں' یہ نہ کہنا کہ یہ ہے اور وہ ہے کیونکہ آپ کی زبان کو اللہ تعالیٰ خاموش کر سکتا ہے اور دماغ کو بھی بند کر دے گا پھر تیرے ہاتھ ہی بولیں گے اور وہ ہاتھ بالکل سچ بولیں گے۔ اس لئے آسان بات یہ ہے کہ یا اللہ غلطی ہوگئی! اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تم ضعیف ہو' کمزور ہو' تم سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں اس لئے ہر غلطی کی معافی۔ غلطی کو Defend کرنا اور غلطی پہ اصرار کرنا' یہ ایک اور غلطی ہے۔ دو آدمی بحث کر رہے ہیں کہ یہ تم نے کیا کیا' گلاس توڑ دیا۔ ایک نے کہا تقدیر

نے توڑا' ہاتھ سے گر گیا اور نظر لگ گئی۔ لوگ یہ بحث کرتے ہیں۔ اور ایک شخص اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ غلطی ہوگئی' معافی دے دو! اللہ کو یہ بات سننے کا شوق ہے کہ غلطی ہوگئی' معافی دے دو' ورنہ تو عبادت کرنے والے بے شمار ہیں۔ ایک بادشاہ کے دو بیٹے تھے۔ بادشاہ بڑا نیک تھا۔ جو بڑا بیٹا تھا اس نے کہا کہ میرے حصّے کا پیسہ مجھے دے دو' میں تو یہاں رہنا نہیں چاہتا' گھبرا گیا ہوں' دنیا کی سیر کروں گا۔ بادشاہ نے اس کو پیسہ دے دیا اور رخصت کردیا۔ وہ پیسے لے کے چلا گیا۔ چھوٹے نے کہا میں ابا حضور کے پاس ہی رہوں گا۔ وہ جو پیسہ لے کے جانے والا ہے کچھ عرصہ کے بعد اس نے پیسہ ضائع کر دیا' پردیس میں بڑی تکلیف ہوئی حتیٰ کہ زمین پر جانوروں کے ساتھ لیٹنا پڑ گیا اور جنگلی بوٹیاں کھاتا رہا۔ ایک دن زمین پر سویا ہوا تھا تو اس نے سوچا کہ میں نے غلطی کی تھی اور باپ کے حضور میں گستاخی کی تھی' لیکن کوئی بات نہیں ہے' شاید معاف ہی کردے' شاید اس کے دل میں رحم آجائے۔ اس طرح وہ نیّت کر کے واپس چلا۔ باپ کو جب پتہ چلا کہ بیٹا شہر میں آنے والا ہے تو اس نے گھی کے چراغ جلائے اور استقبال کی تیاریاں کیں۔ بیٹے کا استقبال ہوا اور بڑا استقبال ہوا' کئی بچھڑے ذبح کیۓ اور بڑا انتظام کیا۔ وہ جو چھوٹا بیٹا تھا اس نے کہا کہ ابا حضور یہ تو پیسے لے کے ضائع کر آیا ہے اور پھر استقبال بھی اسی کا ہو رہا ہے' میں آپ کے ساتھ عبادتیں کرتا رہا' خدمت کرتا رہا مگر میرے لیۓ تو آپ نے کبھی مرغی بھی ذبح نہیں کی اور اس کے لیۓ بڑے بڑے بیل بچھڑے ذبح کر دیۓ۔ اس نے کہا بیٹا بات یہ ہے کہ تو گمراہی کا راز نہیں جانتا' تو ایک راستہ جانتا ہے اور وہ نیک راہ ہے۔ جو

گمراہی سے واپس آیا ہے وہ مجھے زیادہ پیارا ہے۔ تو وہ آدمی جو اس جگہ سے آیا ہے جہاں سے آنا ممکن نہیں تھا' اس کو اللہ واپسی کی اجازت دیتا ہے اور تم تو اچھے نصیب میں پیدا ہوئے' عبادت کرتے گئے' تمہیں کیا پتہ گناہ کیا ہوتا ہے۔ گناہ کی دنیا سے مڑ کے آنے والا اللہ کے ہاں زیادہ قابل عزت ہے کیونکہ وہ اس جگہ سے مڑ آیا ہے جہاں سے مڑنا ممکن نہیں تھا۔ اس کے لئے زیادہ استقبال ہوا کرتا ہے۔ تو گناہ جتنا بھی ہو واپسی کے لئے پرواہ نہ کیا کرو۔ سیدھا اللہ کے حضور سجدے میں جاؤ تو اللہ معاف کر دیتا ہے۔

سوال :۔

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ ہم اللہ کے قریب ہیں اور ہم پر اللہ کا رحم اور فضل ہے؟

جواب :۔

واپس آنے والا پہلے بیٹھنے والے سے بہتر ہے۔ اپنی زندگی میں بڑی ہی احتیاط کے ساتھ وقتاً" فوقتاً" توبہ کرتے رہنا چاہئے۔ زندگی میں ایسے دور آتے ہیں جب ہم اللہ کے قریب ہوتے ہیں اور ایسے دور بھی آتے ہیں جب ہم اللہ سے دور ہو سکتے ہیں۔ قریب آنے کا زمانہ وہ ہے جب آپ توبہ کی حالت میں ہوں' جب آپ کا حق نہ ہو اور آپ اس کی رحمت کی طرف نگاہ رکھیں۔ اس لیے کہ اللہ نے کہا ہے میری رحمت کا انتظار کرنا۔ تو آپ کا حق کوئی نہیں ہے لیکن اللہ کا حکم ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ تو اس وقت آپ اللہ کے قریب ہوتے ہیں

جب آپ کو دنیا کی محبت کم محسوس ہو' دنیا سے جی گھبرا جائے تو اس وقت آپ پر اللہ کا احسان ہوتا ہے' اس وقت آپ اللہ کے قریب ہوتے ہیں۔ تو ایک بات یاد رکھنا کہ اللہ کا جب بھی آپ کو خیال آئے یہ سمجھ لیں کہ اسی وقت اللہ نے آپ کو یاد کیا ہے ورنہ خیال آ نہیں سکتا۔ جس کا خیال ہے اگر وہ خیال نہ دے تو اس وقت تک خیال نہیں آتا۔ کب آتا ہے خیال؟ جب اللہ تعالیٰ مہربان ہو تو آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد آتی ہے' پہچان نہیں ہوتی ہے مگر یاد آتی ہے۔ ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے انسانو! یاد رکھنا کہ میری رحمت میرے غضب سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ سبقت رحمتی علیٰ غضبی تاکہ میری رحمت جو ہے وسیع تر ہے غضب سے۔ اللہ کی رحمت کا مظہر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت مجسّم حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ جب آپ کے اندر اپنی بد اعمالیوں کے باوجود حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف رجوع پیدا ہو جائے تو سمجھو کہ رحمت کا وقت آگیا۔ رحمت کہتے کسے ہیں؟ رحمت کی تعریف یہ ہے کہ رحمت انسان کو اس کے اعمال سے بچانے والی چیز ہے۔ انسان کو اس کے اعمال کی عبرت سے بچانے والی چیز رحمت ہے۔ گویا کہ اعمال نامے کی کمی رحمت سے پوری ہو سکتی ہے۔ کیا نتیجہ یہ ہُوا کہ اعمال نامے کی کمی بخشش سے پُوری ہو۔ رحمت اور مکمّل رحمت حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ آپ لوگوں کے اعمال نامے میں اگر کوئی کمی بیشی رہ گئی ہے تو آپؐ کی رحمت سے یہ پوری ہو سکتی ہے' یہ ہمارا عقیدہ ہے! ورنہ تو انصاف ہو گا اور انصاف ہو تو یہ کہتے ہیں کہ غضب ہے سبقت رحمتی علیٰ

غضبی میری رحمت میرے غضب سے زیادہ ہے۔ یعنی کہ اگر میں انصاف کروں تو غضب ہوگا۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ سے انصاف کی توقّع کی بجائے رحم مانگنا چاہئے کیونکہ اس کا فرمان ہے کہ میرے رحم سے مایوس نہ ہونا۔ اور اللہ کا فرمان ہے کہ تمہارے لیئے، کائنات کے لیئے ہم نے مجسّم رحمۃ اللعالمینؐ کو بھیجا۔ گویا کہ آپ اُدھر رجوع کرنا اور مایوس نہ ہونا۔ جس شخص نے حضور پاک ﷺ کی طرف رجوع کر لیا اس کی بخشش کی قوی امید ہو گئی۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے محبوبؐ! یہ کیسے ممکن ہو کہ میں ان لوگوں پر عذاب ڈالوں جب کہ آپؐ ان میں ہیں۔ تو جس دل میں حضور پاکؐ کی یاد ہو اس پر عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ کے محبوبؐ کا نام محبّت کے ساتھ ہو تو وہاں عذاب دینا اللہ میاں بھی Afford نہیں کرتا کہ اس دل کو کسی طرح تکلیف ہو۔ تو اتنی ساری کہانی ہے اور صرف اتنا سارا راز ہے، باقی سب میلہ ہے۔ اصل راز یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی محبّت جو ہے ناں یہ آپ کا ایمان ہونا چاہئے۔ تو گرفت نہیں ہو سکتی، ہو ہی نہیں سکتی، دوزخ وغیرہ سب پیچھے رہ گئی۔ کیونکہ یہ نام ایسا ہے کہ جس دل میں وہؐ نام آیا اور محبّت کے ساتھ آیا تو اس دل پر عذاب آنا ناممکن ہے۔ بس اتنی ساری کہانی ہے، لمبی چوڑی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ یہ آپ کے لیئے نشانی ہے کہ جب آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، اللہ کا رحم جب ہو جائے تو اللہ کے محبوبؐ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ اللہ کا رحم کب ہوتا ہے؟ جب انسان کا اللہ کے حبیبؐ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ جب حضور پاک ﷺ قبول فرما لیتے ہیں تو انسان عبادت میں

گم ہو جاتا ہے۔ بس اِدھر جاؤ تو اُدھر کا راستہ مل جاتا ہے اور اُدھر جاؤ تو اِدھر کا راستہ مل جاتا ہے درمیان میں زندگی گزر جاتی ہے اور کلمہ پورا ہو جاتا ہے۔ کبھی توحید ہے اور کبھی رسالت ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ توحید اور رسالت کی Combination کا نام ہے کلمہ پورا۔ آپ لوگ اسے قائم رکھا کرو۔ جب ماں باپ اپنے اعمال کی غلطیوں کے باوجود آپ کو بزرگ نظر آنے لگ جائیں تو سمجھو کہ اللہ کا رحم ہو گیا آپ پر۔ کیا رحم ہو گیا؟ ماں باپ نے بڑا ہی ظلم کیا' قیامت ہی کر دی لیکن ماں باپ پھر بھی آپ کو اچھے لگے۔ اگر آپ کے دل میں ماں باپ ہونے کی حیثیت سے ان کا ہر ظلم آپ کو گوارا ہے تو سمجھو کہ اللہ کا رحم ہو گیا۔ اللہ کا رحم کب ہوتا ہے؟ جب ماں باپ کی عزت میں ان کا کوئی عمل کمی نہ پیدا کر سکے۔ جب آپ کو دنیا کی محبت کم نظر آئے تو اللہ کا رحم ہو گیا۔ اگر آپ کے اندر یہ شوق پیدا ہو جائے کہ اللہ کے نام لینے والوں میں اور اللہ کی طرف سفر کرنے والوں میں شامل ہو جائیں تو آپ پر اللہ کا رحم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ جن پر رحم کرتا ہے وہ سارے آپس میں مربوط ہو جاتے ہیں اشداء علی الکفار رحماء بینھم اور وہ لوگ دشمن کے لئے سخت اور وہ آپس میں اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں' ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کی آپ کے اپنے دل میں خبر ہوتی ہے۔ یہ سماج' سوسائٹی' سوشل لائف' Mixed Life یہ عذاب بھی ہے اور یہ ثواب بھی ہے۔ صوابدید آپ کی اپنی ہے۔ اچھے کے لئے ہر چیز اچھی ہے۔ اگر خیال میں غلطی ہو جائے تو ہر چیز غلط ہو جاتی ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے خیال کو اللہ کا

فضل مانا کریں اور اس وقت سماج کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے اس کو بڑے ادب اور احترام کے ساتھ دیکھتے چلے جائیں' سب واقعات ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے رُو برُو پیش کیا کریں۔ ہر روز ہی آپ اللہ تعالیٰ سے کہہ دیا کریں کہ یااللہ ہم تیری رحمت سے مایوس نہیں ہیں۔ یا اللہ اس لیئے ہم توبہ کرتے ہیں' تو توبہ قبول فرمانے والا ہے' ہمیں ہمارے اعمال کی عبرت سے بچا۔ آپ نے وہ اعمال جمع کر رکھے ہیں جو اگر بول پڑیں تو وہ اس آتشیں جزیرے کی طرح ہیں جو پانی میں آگ لگا دیں گے۔ اس لیئے اے اللہ! تو مہربانی فرما! جو آگ دبی ہوئی ہے' اسے دبا ہُوا رہنے دیں اور وہیں کی چیز وہیں رہنے دیں۔ اے اللہ معافی کو وہیں سے Announce فرما! اپنی خامی اور اپنی برائی کو چھپانے کی تمنّا بھی ایک قسم کی توبہ ہے۔ غلطی کا فخر سے اظہار کرنے والے کی بخشش ذرا مشکل ہے۔ وہ بڑا اچھا انسان ہے جو اپنی غلطیوں اور خامیوں کو چھپا دے یعنی کہ اپنے گناہوں پر کسی انسان کو گواہ نہ بنائے۔ اگر یہ فارمولا مان لیا جائے کہ گناہوں پر گواہ نہ بنانا تو ایسے گناہ جس میں گواہ لازمی ہے وہ ہو ہی نہیں سکتے۔

تو ایسے گناہ جس میں انسانی گواہ لازم ہو' وہ گناہ ہو ہی نہیں سکتے۔ تو آج یہ فیصلہ ہوگیا کہ گناہ پر کسی انسان کو گواہ نہ بنانا اللہ کی رحمت کی دلیل ہے اور دوسروں کے گناہوں کو چھپا دینا بھی اللہ کے رحم کی دلیل ہے۔ یہ ستّار العیوبی کے باب میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ستّار العیوب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کو پردے میں رہنے کی التجا کے لیئے ضروری ہے کہ دوسروں کے گناہوں کو پردے میں رکھو' پھر آپ کے گناہ

معاف ہو جائیں گے۔ پھر آپ کو اللہ تعالیٰ کا تقرّب بھی نصیب ہو جائے گا۔ اگر اپنے گناہ چھپا کے رکھو تو توبہ قبول ہو جاتی ہے اور دوسروں کے گناہوں پر ان کو شرمندہ نہ کرو۔ جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو کسی کو گناہگار نہ کہو۔ توبہ کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا' پتہ نہیں کون بخشا جائے گا اور کون نہیں بخشا جائے گا' ابھی فیصلہ کہاں ہوا ہے۔ ایسے ہی کسی کو گناہگار نہ ٹھہرانا۔ پتہ نہیں کس نے کہاں جانا ہے' بے شمار لوگ آخری دم اللہ سے مکر گئے اور بے شمار کافر کلمہ پڑھ کر جنّت میں چلے گئے۔ اس لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے جب تک کہ ہمارا آخری سانس نہ ہو۔ کوئی پتہ نہیں کون کدھر جائے گا۔ اس لیۓ کسی گناہگار کو قبل از وقت مایوس ہونے کا غم نہیں ہونا چاہیۓ۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے' پتہ نہیں کس نے کہاں جانا ہے۔ وہ آدمی اللہ کو بہت ناپسند ہے جو پہلے ہی اپنا تجزیہ نکالے بیٹھا ہے کہ میں تو گمراہ ہوں' مجھے کہاں بخشنا ہے اللہ نے۔ اس کے خیال کے مطابق اللہ بخش نہیں سکتا جیسے اللہ کو کہیں سے اجازت لینی ہے' وہ تو اللہ ہے اسے کہیں سے Approval تو نہیں لینی' وہ چاہے تو معاف کر دے۔ تو اس لیئے آپ اللہ کو اللہ ہی سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی Advisory council نہیں رکھی ہوئی۔ اللہ مالک ہے' جب چاہے ذرے کو آفتاب بنا دے کیونکہ اس کا نام اللہ ہے' وہ جس کو جو چاہے بنا دے' نقطے کو بسم اللہ بنا دے' اس کی مرضی ہے' اللہ جو ہے! اس لیۓ اللہ کے کاموں میں آپ دخل نہیں دے سکتے۔ اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش کر دو تو اللہ معاف کر دے گا۔

سوال :۔

کہتے ہیں کہ تھوڑی عبادت قابلِ قبول ہے اور زیادہ ہو تو قابلِ قبول نہیں ہوتی۔

جواب :۔

زیادہ اور تھوڑا ہماری مقداریں ہیں' یہ اللہ کے ہاں نہیں ہوتیں۔ وہ چیزیں' وہ صفات' دنیاوی Achievements جن پر آپ بالعموم Generally فخر کرتے ہیں وہ چیز ایثار کرنا عبادت ہے۔ یعنی جو چیز آپ کو دنیا میں' اپنے حاصل کی دنیا میں سب سے عزیز ہے' آپ وہی قربان کر دیں تو یہ عبادت ہے۔ اگر آپ اپنی سب سے پیاری چیز اللہ کے رُوبرُو پیش کر دیں۔ جو بھی آپ کو سب سے زیادہ عزیز ہے' اپنی اس حالت میں' اپنی اس زندگی میں' اگر اللہ کو وہ چیز پیش کریں گے تو یہ عبادت ہے۔ مثلاً" ایک شخص نے ساری عمر میں پیسے کمائے' بڑی محنت کی' وہ Self made بندہ محنت کر کر کے آج اس قابل ہُوا کہ وہی چیز اللہ کے راستے میں نثار کر دے تو یہ عبادت ہے۔ ایک آدمی ایک گرُو کا چیلا تھا' اس کو اُس کے گرُو نے جنگل کی بوٹیوں کی سٹڈی کے لیئے لگایا اور کہا کہ اُن کا رس یعنی عقاقیر اکٹھا کرو۔ وہ بڑا محنت طلب اور مشکل کام ہوتا ہے۔ اس رس کو جواہرِ عقاقیر کہتے ہیں یعنی بوٹیوں کا رس۔ وہ اس کام میں لگ گیا۔ جنگل کی بوٹیوں میں جاتا تھا بوٹی پھلنے پہ آتی ہے تو اس کے اندر سے اس کی ایک خاص مشکِ نافہ نکلتی ہے جو اس کا خاص جوہر ہوتا ہے۔ اس بیچارے چیلے نے تیس سال محنت کرنے کے بعد ایک چھوٹی سے شیشی اکٹھی کی' چیلہ بہت خوش ہُوا کہ محنت کامیاب ہو گئی

اور مقصد حاصل ہو گیا۔ تو وہ خوشی خوشی اپنے گرُو کے پاس گیا' راستے میں ٹھوکر لگی اور شیشی ٹوٹ گئی۔ اس نے بڑی فریاد کی کہ میں نے اتنے سال لگا کے یہ عرق اکٹھا کیا تھا اب تو میری بینائی بھی کام نہیں کرتی' مجھے تو کوئی بوٹی بھی نظر نہیں آئے گی' میں کہاں سے لاؤں گا کیونکہ اب تو میرے اعضا بھی شل ہو گئے ہیں۔ اس کی فریاد پر گرُو ہنس رہا تھا۔ اس نے کہا مہاراج! آپ میری فریاد پر کیوں ہنس رہے ہیں۔ گرُو نے کہا کہ تیری فریاد اپنی جگہ پر کیونکہ تُو سمجھ رہا ہے کہ جو چیز تو نے چاہی وہ نہیں ملی' لیکن جو میں نے چاہا وہ مجھے مل گیا ہے۔ اس نے کہا مہاراج آپ نے کیا چاہا تھا؟ گرُو نے کہا میں نے تیرے آنسو چاہے تھے۔ کہتا ہے ان آنسوؤں کا کیا فائدہ؟ گرُو نے کہا انہیں آنسوؤں سے بوٹیوں میں رس پیدا ہوتا ہے۔ تو کہانی اتنی ساری ہے کہ اگر آپ کے پاس آنسو ہیں تو یہی اللہ کی یاد میں لگا دو۔ آپ اللہ سے کبھی نقلی بات نہ کرنا۔ جتنا ہو سکتا ہے اس کی راہ میں لگا دو۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ نے اپنے کل Amount میں سے کتنی Percentage میں اللہ کو یاد رکھا ہے۔ جتنا اپنے حاصل کی کائنات میں آپ نے اللہ کا حصّہ رکھا ہُوا ہے' اتنا ہی اس کی کائنات میں آپ کا حصّہ ہے۔ اگر آپ نے اپنی ساری کائنات اس کے حوالے کر رکھی ہے تو اس کی کائنات پر آپ کا اختیار ہے۔ اگر آپ نے کہا کہ اللہ میاں تو ذرا ٹھہر کے آ تو پھر وہ بھی کہے گا کہ تو بھی ذرا ٹھہر کے آجا۔ تو اللہ سے آپ نے کیا لینا ہے؟ جو دینا ہے وہی لینا ہے۔ اگر آپ اسے مکمل اختیار دے دیں تو آپ کا کام بن جائے گا۔ آپ کے پاس جو Best چیز ہے اگر وہ اللہ کی راہ میں نثار کر دو تو اس کی بہترین چیزیں بھی آپ

کے لیئے ہوں گی۔ امیر آدمی اگر پیسہ اللہ کی راہ میں نہیں لگاتا اور نمازیں پڑھتا رہتا ہے تو نامنظور ہو گا۔ امیر آدمی کے پاس اگر دولت ہے تو اللہ کی راہ میں دولت دے۔ جو غریب آدمی گھبراتا رہتا ہے اگر وہ اپنی گھبراہٹ اللہ کے حوالے کر دے اور نہ گھبرائے' غریبی کو ناپسند نہ کرے' یہ کہے کہ جو دیا ہے ٹھیک ہے تو اللہ اس سے راضی ہو گا۔ اللہ کے فیصلے پر راضی رہنے والا عام طور پر اللہ کو راضی رکھتا ہے۔ آپ نے اللہ کے ہر فیصلے کو رضا مندی سے دیکھا تو اللہ تعالیٰ آپ پر راضی ہے یہ نہ کہنا کہ یا اللہ یہ بھی دے اور وہ بھی دے بلکہ اس نے جو دیا ٹھیک ہے اور جو لے گیا وہ بھی ٹھیک ہے۔ غم بھی اسی کا' خوشی بھی اسی کی' ہر چیز اسی کی' آپ خود بھی اسی کے۔ اگر یہ کہا تو پھر اللہ راضی ہے۔ اس طرح آپ کی یہ زندگی اچھی ہو جائے گی۔ جو کچھ آپ کا حاصل ہے وہ ٹھیک ہے اور جو محرومی ہے وہ بھی ٹھیک ہے' جو آیا وہ بھی ٹھیک ہے اور جو چلا گیا وہ بھی ٹھیک ہے' جو زندہ رہے وہ بھی ٹھیک ہے اور جو مر گیا وہ بھی ٹھیک ہے' یہ اس کے کام ہیں' ہم نے تو یہ کھیل نہیں کیا' یہ اس کی مرضی ہے۔ اس لیئے اس کی مرضی کو اس کے حوالے رہنے دو۔ اگر آپ راضی ہو جائیں تو اللہ کے ہاں سب عبادت قبول ہے۔ تو کون سی عبادت اچھی ہے؟ اس کے فیصلوں پر راضی ہونا۔ یہ شارٹ کٹ ہے۔ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کسی لمبی آزمائش میں نہ ڈالے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نوازے۔ آپ لوگوں کے رشتے دار آباد رہیں' بچے بھی خوش رہیں اور زندہ سلامت رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ آپ خوش باش رہیں۔

سوال :۔

ہم دُعا مانگتے ہیں کہ کافر غرق ہو جائیں یا مسلمان ہو جائیں مگر ایسا نہیں ہوتا؟ پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

اللہ سے ڈرو اور باز آ جاؤ۔ آپ لوگ عام طور پر ایک غلطی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ کافروں کو ذہنی طور پر بُرا سمجھتے ہیں لیکن آپ نے کافرانہ زندگی اپنے لیئے اختیار کی ہوئی ہے۔ اس لیئے وہ کافر آپ کی دُعا سے کیسے غرق ہو گا۔ اگر آپ نام نہ بتائیں کہ ہمارا نام اسلامی ہے تو کافر اور مؤمن میں فرق کا کیسے پتہ چلے گا۔ آپ کی گھریلو زندگی میں جتنی چیزیں استعمال ہوتی ہیں مثلاً" مشینیں ساری کی ساری کافرانہ ساخت کی ایجاد ہیں، طرزِ حیات کافرانہ ہے، کچھ علم بھی کافرانہ ہے جو کالجوں اور سکولوں میں پڑھایاجاتا ہے اور پھر جو علم دینے والے ہیں ان کو بھی آپ دیکھ لیں۔ جس نے آپ کے ہاں ٹویوٹا کار بنا کے بھیجی ہے اب اللہ تعالیٰ اس کافر کو غرق کیسے کرے کیونکہ وہ تو آپ کے آرام کے لیئے کار بنا کے دے رہا ہے۔ اصل میں آپ نے کافر کو کافر کے فن کے ساتھ مقابلہ کرکے اسے زیر کرنا ہے، اللہ کے ہاتھ سے غرق نہیں کرانا۔ آپ جو غلطی کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی طرح یعنی ہمارے جیسے جذبات رکھتا ہے حالانکہ وہ سب کا خالق ہے۔ تو اللہ تو اللہ ہے، کافروں کا بھی اللہ ہے اور مومنوں کا بھی اللہ ہے۔ ہم کہتے ہیں کافر تباہ ہو جائیں مگر اللہ نے کافر پیدا کر دیئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ان کو مجھ سے تباہ نہ کرواؤ، اگر تمہارے پاس ہمّت ہے تو ان سے مقابلہ

کرلو، تم ان سے خود ہی Deal کرلو۔ تو اللہ کہتا ہے کہ تم انہیں Deal کرو اور آپ کہتے ہیں کہ اللہ ہی Deal کرے۔ یہ مشکل ہم کو آن پڑی ہے۔ اس لیئے آپ کی دُعا منظور نہیں ہوتی۔ آپ کا کام ان کو تباہ نہیں کرنا ہے بلکہ Convert کرنا ہے، مسلمان بنانا ہے مگر اس کے لیئے شرط یہ ہے کہ پہلے آپ کو اپنی بخشش کا یقین ہو مگر آپ کو تو اپنی بخشش کی گارنٹی نہیں ہو رہی۔ جو یہودی حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک دفعہ کلمہ پڑھ لیتا تھا تو وہ یہودی اگر ایک دفعہ کلمہ پڑھ کر حضور پاک ﷺ کے پاس مرگیا تو وہ کہاں جائے گا؟ جنّت میں جائے گا۔ تو جو ایک دفعہ کلمہ پڑھے گا تو پھر وہ جنّت میں جائے گا۔ اور آپ کلمہ پڑھ پڑھ کے مرجائیں گے مگر آپ کو مولوی صاحب جنّت میں نہیں جانے دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اختلاف آپ کے اندر ہے۔ ایسے بے شمار لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ یا اللہ یا تو یہ شخص جنّت میں جائے گا یا پھر میں جنّت میں جاؤں گا۔ آپ دیکھیں کہ جنّت کے مستحق کون لوگ ہیں اگر آپ کے ذاتی دشمن کو اللہ تعالیٰ جنّت میں لے جانا قبول کرے تو کیا آپ راضی رہیں گے؟ جنّت میں جانے والے انسان کی جنّت میں جا کے جو کیفیّت ہوتی ہے وہ یہاں سے شروع ہو جاتی ہے یعنی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔ کیا دنیا میں ایسا وقت آسکتا ہے کہ آپ اپنے قاتل پر معافی کی نگاہ کریں۔ اگر یہ وقت آگیا تو آپ کا نہ کوئی دشمن رہا اور نہ دوست رہا۔ یہ جنّت میں جانے کی پہلی شرط ہے۔ اگر دنیا میں آپ کے دشمن اور دوست ہیں تو آپ کی جنّت ابھی خطرے میں ہے۔ جن کو آپ نے معاف نہیں کیا اگر اللہ انہیں معاف کردے تو پھر بتاؤ کہ آپ کی کیا پوزیشن

ہوگی۔ اس لیۓ فوراً" آپ سب کو معاف کر کے نجات پاؤ! یہ عین ممکن ہے کہ ایک آدمی دل سے تبلیغ کر رہا ہو کہ نماز پڑھا کرو۔ وہ تو سب کو کہتا ہے اور اگر ایک آدمی نماز نہیں پڑھتا تو سارے اسے کہتے ہیں کہ نماز پڑھو۔ اگر اس بے نماز سے کوئی ایسی نیکی سرزد ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے تو وہ آدمی جو تبلیغ کرتا رہا ہے وہ اس کو نہیں بخشے گا۔ وہ تبلیغ والا کہے گا یا اللہ یہ کیا' ہم تو نمازیں پڑھ پڑھ کے تھک گئے' اس نے ایک نماز نہیں پڑھی اور آپ نے اسے جنّت میں بھیج دیا۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کو مکمّل طور پر اختیار دیں کہ وہ جو چاہے' جس کو چاہے' جو کچھ دے دے۔ اگر یہ کر لیا تو پھر آپ کی نگاہ میں کوئی گناہگار نہیں رہے گا اور آپ یہیں سے جنّت میں داخل ہو جائیں گے۔ جب ذہنی طور پر آپ کسی کو دوزخی نہیں کہیں گے تو پھر آپ جنتی بن جائیں گے۔ اگر آپ حضور پاکؐ کی اُمّت کے کسی شخص کو دوزخی نہیں کہیں گے تو پھر آپ جنتی ہیں۔ تو جنتی کی تعریف کیا ہے؟ یا اللہ حضور پاکؐ کی ساری اُمّت کو جنتی بنا! اور اس کو بھی جنتی بنا جو مجھے گالی دیتا ہے' مجھے نہیں مانتا' میرا منکر ہے اور میرا باغی ہے۔ اس لیۓ جس شخص نے معاف کر دیا اس پر اللہ راضی ہوگیا۔ تو آپ یہ دُعا کریں کہ یا اللہ ہمیں موقع دے کہ ہم اپنی بخشش حاصل کرنے کے بعد کافروں کے لیۓ بخشش کا راستہ ڈھونڈیں۔ ایک بزرگ اپنی مستی میں جا رہے تھے۔ وہ زمانہ ہندوؤں کا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک ہندو لڑکی رام رام کرتی جا رہی ہے۔ اس نے کہا بیٹے کیا پڑھتی جا رہی ہو؟ "رام رام پڑھتی جا رہی ہوں"۔ اس نے کہا یا اللہ! شکلیں تو تُو بڑی اچھی بناتا ہے اور انہیں

دوزخ میں بھیج دیتا ہے' اتنی پیاری بچی کو دوزخ میں نہیں جانا چاہئے۔
تھوڑی دیر کے بعد لڑکی واپس آئی تو بزرگ نے پوچھا کیا پڑھ رہی ہو؟
کہتی ہے اللہ اللہ کر رہی ہوں۔ بغیر کچھ کہے ہوئے' تیرے دل کی تمنّا
سے' وہ رام' رحیم کی طرف Convert ہو جاتا ہے' تبدیل ہو جاتا ہے۔
گویا آپ کا دل صاف ہونا چاہئے۔ آج کے مسلمان چاہتے ہیں کہ آپ
جنّت میں جائیں' وہ جنّت میں تو آپ کو شریک کرنا چاہتے ہیں مگر دنیا میں
دو پیسوں کا شریک نہیں کریں گے۔ تو جو دنیاوی فائدے میں شریک نہیں
کرتا وہ جنّت میں کہاں شریک کرے گا؟ وہ جھوٹ بولتا ہے' آپ کو جنّت
میں شریک نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ آپ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ اس لیئے
بہتر یہ ہے کہ وہ اپنی جنّت خود تلاش کرلے اور آپ کو اپنی جنّت تلاش
کرنے دے۔ اس لیئے آپ کافروں کو کافر ہی رہنے دو تو بہتر ہے۔ اس
لیئے دُعا کرو کہ یا اللہ ہمیں اپنے آپ سے نجات دے اور ہمیں توفیق
دے کہ ہم ان سے بات کرلیں۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو بہتر یہ ہے کہ
ان کو ایسے ہی رہنے دو۔ تو دُعا کیا ہونی چاہئے؟ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو
خوش رکھے' سلامت رکھے' آپ کی چھوٹی سی زندگی ہے' اس میں راضی
رہنے کی توفیق عطا فرمائے' اس کے بعد تو یہ ختم ہو جاتی ہے۔ زندگی اگر
ایک عرصے کے بعد ٹھہرے تو وبال بن جاتی ہے' عذاب بن جاتی ہے۔
ایک نجومی کو بادشاہِ وقت نے بلایا' بادشاہ نے کہا میرا ہاتھ دیکھو۔ اس نے
کہا جہاں پناہ آپ کے ہاتھ کی لکیریں میں نے پڑھ لیں' آپ کے سب
بچے آپ کے سامنے مریں گے' آپ کی اتنی لمبی عمر ہے۔ You have
a long life بادشاہ نے کہا اس کو جیل میں بھیج دو۔ بادشاہ نے دُوسرا نجومی

بلوایا۔ اس نے ہاتھ دیکھ کر کہا جہاں پناہ! کیا بات بتائی جائے' آپ کا ہاتھ بہت اچھا ہے' آپ بڑے خوش قسمت ہیں' سب رشتے داروں سے زیادہ عمر آپ نے پائی ہے۔

You have very long life بادشاہ نے کہا بول تمہیں کیا چاہئے؟ تو نجومی نے کہا کہ میرا انعام یہ ہے کہ آپ میرے استاد کو آزاد کر دیں' اس نے بھی آپ کو وہی بات بتائی ہے جو میں نے کہی ہے' میں نے یہ کہا ہے کہ آپ اپنے بچوں سے زیادہ عمر پائیں گے اور اس نے کہا ہے کہ آپ کے بچے آپ سے پہلے مریں گے' بات تو ایک ہی ہے! اگر یہ دُعا مانگی جائے کہ اللہ آپ کی عمر زیادہ کرے تو اس کا مقصد کیا ہے؟ کہ زیادہ لوگ آپ کے سامنے رخصت ہو جائیں۔ اس لئے آپ اللہ کو اس کے حال پہ رہنے دو۔ ایک بچہ بہت رو رہا تھا کیونکہ اس کا باپ فوت ہو گیا تھا۔ اس کے پیر نے کہا روتا کیوں ہے' گھبرانے والی کیا بات ہے' کچھ دن کے بعد تو بھی وہاں پہنچ جائے گا۔ تو سفر کی کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ آگے سب بیٹھے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ ہم یہاں بچوں کے پاس ہوتے ہیں اور پھر ماں باپ کے پاس ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم کرے' اللہ اپنی عافیت میں رکھے' اللہ تعالیٰ آپ کو چھوٹی چھوٹی عبادتیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے' آپ کے پاس جو سب سے بہتر صفت ہے' The best صفت ہے وہ آپ اللہ کی راہ میں لگا دیں۔ The best achievement سب سے اچھا حاصل جو ہے وہ اللہ کی راہ میں لگا دیں۔ آپ کا اللہ آپ پر راضی ہے اور آپ اللہ پر راضی رہو۔ ایک دوسرے کو معاف کرنے کی صلاحیت ضرور پیدا کرو۔

و صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الا نبیاء والمرسلین سیّدنا و سندنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یاارحم الرّٰحمین

☆ ... ○ ... ☆

ترتیب :۔ ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

جمہوریّت

- دنیاوالوں کے ہاں جمہوریّت کی تعریف یہ ہے کہ عوام کی لائی ہوئی، عوام کی حکومت، جو عوام کی خاطر ہو۔
- دینی معاشرے میں دینی حکومت دراصل اللہ کی حاکمیّت ہے جو اللہ کے بندوں پر اللہ کی خاطر ہو۔
- اللہ کاہونا انسانوں کے ووٹ سے نہیں۔ اللہ خود جمہوریّت کے مزاج سے بہت بلند ہے۔ لوگ مانیں یا نہ مانیں۔
- اللہ کے پیغمبر بھی انسانوں کے ووٹ اور کثرتِ رائے سے نہیں بنتے اور کثرتِ رائے کا کسی نبی کی نبوّت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔
- حضور پاک ؐ امام الانبیاء ہیں اور آپ ؐ کا مرتبہ نبیوں کے ووٹ کا محتاج نہیں۔ آپ ؐ جو کچھ بھی ہیں، انسانوں کی رائے سے نہیں بلکہ اپنے خداداد مرتبے سے ہیں۔
- اسلام کے نام پر جمہوریّت کا قیام دراصل اسلام اور جمہوریّت دونوں سے مذاق ہے۔ اسلام صداقت پر مبنی ہے اور صداقت اکثریت میں نہیں ہے۔
- جمہوریّت اکثریت کی حکومت ہے اور اکثریت دین سے بیزار ہے۔
- آج تک اسلام کے نافذ نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں سے رائے مانگی جاتی رہی۔
- جمہوریّت کا سفر جلسوں، تقریروں، جھوٹ سچ ملا کر بولنے، حکومتِ سابقہ کی گٹھ جوڑ اور توڑ پھوڑ کا نام ہے۔
- جمہوریّت جوہر شناس نہیں کیونکہ جمہوریّت صرف مقدار کی قائل ہے، معیار کی نہیں۔
- جمہوریّت کے ذریعے کوئی مفکر، امام، دانش ور، عالمِ دین، ولی یا مردِ حق آگاہ برسرِ اقتدار نہیں آسکتا۔
- جمہوریّت سقراط کو زہر پلاتی ہے، منصور کو سولی چڑھاتی ہے اور عیسیٰؑ کا احترام نہیں کرتی۔
- جو لوگ جمہوریّت کے مہنگے راستوں سے ایوانِ اقتدار میں آتے ہیں ان کو دینی حکومت کے قیام سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔

واصف علی واصفؒ

تصانیف: واصف علی واصفؒ

-1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)	100
-2	دل دریا سمندر	(مضامین)	140
-3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)	140
-4	شب چراغ	(اردو شاعری)	150
-5	The Beaming Saul		150
-6	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)	100
-7	حرف حرف حقیقت	(مضامین)	140
-8	شب راز	(اردو شاعری)	100
-9	بات سے بات	(نثر پارے)	100
-10	گمنام ادیب	(خطوط)	135
-11	گفتگو1	(سوال جواب)	145
-12	گفتگو2	(سوال جواب)	165
-13	گفتگو3	(سوال جواب)	175
-14	گفتگو4	(سوال جواب)	175
-15	گفتگو5	(سوال جواب)	175
-16	گفتگو6	(سوال جواب)	170
-17	گفتگو7	(سوال جواب)	160
-18	گفتگو8	(سوال جواب)	160
-19	گفتگو9	(سوال جواب)	170
-20	گفتگو10	(سوال جواب)	180

ادارے کی دیگر تصانیف

-21	واصف باصفا	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	170
-22	واصف واصف	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	160
-23	مکالمہ	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	170

کاشف پبلی کیشنز

A/301 جوہر ٹاؤن لاہور